





قاضی جی

(تیسرا حصہ)

شوکت تھانوی

قیمت :- تین روپے آٹھ آنے

ناشر

نیا ادارہ دھلی

مطبوعہ :- کوہ نور پریس لال کنواں دہلی

(قاضی جی کی بیگم صاحبہ تشریف لاتی ہیں)

بیوی۔ "میں نے کہا سُنتے ہو۔"

قاضی جی۔ "بھئی استغفراللہ۔ دیکھ رہی ہو کہ دماغی کام کر رہا ہوں۔ شعر کہنا کوئی ہانڈی بھُوننا تو ہے نہیں کہ پانی زیادہ اُنڈل گیا تو جل جائے گا۔ یہاں تو ایک حرف بھی کم یا زیادہ مصرع میں ہو گیا تو شعر موزوں نہیں رہتا اور ناموزوں شعر کہنے سے تو آدمی خودکشی کر کے مر رہے۔"

بیوی۔ "میں تو یہ دکھلانے آئی تھی۔ دعوت نامہ۔ مسٹر ڈبوڈ کے یہاں سے آیا ہے ان کی بچی کی سالگرہ ہے شام کو۔"

قاضی جی۔ "خیر ہوگی شام کو۔ شراب آہستہ آہستہ۔ کباب آہستہ آہستہ لاحول ولاقوۃ کیا مہمل طرح دی ہے۔ طرح تک دینا نہ آئی۔ ایسا مشاعرہ سوئے گا کہ قبرستان نظر آئے گا۔ اور آج اجمل میاں نے بھی قسم کھائی ہے کہ وہ نہ آئیں گے۔"

بیوی۔ "اجمل بھائی تو بڑی دیر سے اُس طرف بیٹھے ہیں۔ اُن کو بھی تو جانا ہے سالگرہ میں اور تمہارا بلاوا بھی ہے۔"

قاضی جی: "ارے بھئی جہنم میں گیا بلاوا۔ تم ان کو تو بھیجو ادھر دیکھ رہی ہو کہ کس نزع کے عالم میں مبتلا ہوں۔ سارے شہر کے شاعر جمع ہوں گے ہزاروں سامعین آئیں گے اور طرح ایسی نامعقول کہ طبیعت جھک ہو کر رہ گئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہیں تالی نہ پٹ جائے مجھ پر۔"

بیوی۔ "لو وہ خود ہی آ رہے ہیں۔ مگر اس جھگڑے سے پہلے یہ سالگرہ والا قصّہ طے کر دو پھر دن بھر غزل کہتے رہو۔"

قاضی جی: "ارے بھئی اجمل میاں خُدا کے واسطے جلدی آؤ۔ ضرورت کے وقت تو ایسا غائب ہوتے ہو کہ میں کیا کہوں۔"

اجمل۔ "میں تو بڑی دیر سے بھابی اور زبیدہ بہن کے پاس اُس طرف بیٹھا ہوا تھا۔ سُنا تھا کہ آپ صبح سے یہ کہہ کر کمرے میں بند ہوئے ہیں کہ کوئی خلل انداز نہ ہو۔"

قاضی جی۔ جی ہاں آج صبح سے اس نامعقول طرح سے سر پھوڑ رہا ہوں رات کو مشاعرہ ہے اور یہاں اب تک یہی ڈھائی تین شعر ہوئے ہیں ذرا طرح تو دیکھئے کس قدر نابکار ہے۔

اُٹھاتے ہیں وہ چہرے سے نقاب آہستہ آہستہ
خراب آہستہ آہستہ اور جواب آہستہ آہستہ

بھلا یہ بھی کوئی شرفا کے شعر کہنے کی زمین ہے اس طرح سے تو اس زمین پر بس ہل چلایا جا سکتا ہے۔"

بیوی۔ "اجمل بھائی پہلے ذرا سالگرہ پارٹی کا قصّہ طے کر لیجئے اگر کوئی تحفہ منگانا ہے تو منگا لیا جائے۔"

زبیدہ۔ "تحفہ ہی کیا ایک ایک کھلونا سب منگا لیں بچّہ کی تو سالگرہ ہے۔"

قاضی جی۔ "للّٰہ میرے حال پر آپ لوگ رحم کریں۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ آپ لوگ کیا فرما رہے ہیں۔ دماغ میں اس وقت سوائے مصرع طرح اور قوافی کے کچھ اور نہیں ہے۔ آپ لوگ ذرا اُس طرف تشریف لے چلیں اس کام کے بعد دُنیا کا اور کوئی کام ہو سکے گا۔ مذاق نہ باشد عزت آبرو کا معاملہ ہے۔ ہاں تو اجمل میاں ذرا آپ بھی دماغ لڑائیے۔ بلکہ پہلے یہ شعر سُن لیجئے جو میں نے صبح سے اس وقت تک عرض کئے ہیں مطلع ہوا ہے

بڑھا نا جا رہا ہوں میں آہستہ آہستہ
فرشتے لکھ رہے ہیں کچھ حساب آہستہ آہستہ

اجمل۔ "تو کیا بہت ضروری ہے شعر کہنا اور مشاعرے میں جانا۔"

بیوی۔ "مشاعرے میں جا کر ایسے شعر پڑھنے کا یہی نتیجہ ہوگا۔ کہ سب مذاق اڑائیں گے۔"

قاضی جی: "مذاق اُڑائیں گے؟ اس میں مذاق کی کونسی بات ہے۔ اس زمین کو دیکھئے اور اس مطلع کو دیکھئے دانتوں پسینے آجائیں گے جب کوئی صاحب ایسا مطلع نکالنا چاہیں گے۔ ارے بھئی اجمل میاں اس مطلع کے متعلق تو کچھ رائے دو۔"

اجمل۔ "کیا رائے دوں قاضی جی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میں اگر کہتا تو اس کو مشاعرے میں ہرگز نہ پڑھتا۔"

قاضی جی۔ "خیر یہ تو اپنی اپنی پسند اور اپنی اپنی رائے ہے۔ میں کوئی بُرا تھوڑی مانتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ ۔ ع

کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہیں مجھے

میں تو اس لئے مشاعرے میں ذرا غزل پڑھتا ہوں کہ عزت ہوتی ہے"

زبیدہ۔ "کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہیں مجھے۔ اور پھر عزت بھی ہوتی ہے۔"

بیوی۔ "اور عزت خاک بھی نہیں ہوتی وہ جو گھر پر مشاعرہ ہُوا تھا اُس میں

سب ہی نے تمہارا مذاق اُڑایا تھا۔ آگ لگ رہی تھی میرے تن بدن میں۔"

قاضی جی۔" آگ لگ رہی تھی تن بدن میں۔ یہ کب تھی اُس کی طرح۔ میں نے تو بہت معقول طرح دی تھی۔

بدلتے ہی کروٹ سحر ہو گئی

اور اجمل میاں کیا مطلع نکالا تھا میں نے کہ ؎

نگہ جب اُدھر سے اِدھر ہو گئی

تو دُنیا ہی زیر و زبر ہو گئی

بیوی۔" ہائے میرے اللہ وہ قہقہہ پڑا ہے اس شعر پر کہ توبہ توبہ! اور وہ کیا شعر تھا خبر ہو گئی۔"

زبیدہ۔" تمہیں کس طرح یہ خبر ہو گئی۔"

قاضی جی۔" ٹھہریئے ٹھہریئے میں سناتا ہوں۔ بھئی اجمل میاں ذرا دیکھئے گا کس قدر نئی بات کہی ہے۔ عرض کرتا ہوں۔ ؎

میرا دل تو چپکے سے شیدا ہوا

تمہیں کس طرح یہ خبر ہو گئی

بیوی۔" کچھ نہ پوچھئے اجمل بھائی وہ طوفان مچا ہے اس شعر پر کہ جیسے ہنگامہ برپا ہو گیا ہو اور یہ ہیں کہ سلام پر سلام کر رہے ہیں اور پڑھے جاتے ہیں شعر بار بار۔"

زبیدہ۔" اسلم صاحب کی بیوی نے جب ہی تو کہا تھا کہ بھابی آپ قاضی جی کو منع کیوں نہیں کرتیں شعر کہنے سے۔"

قاضی جی۔" کون اسلم صاحب؟ وہ لڑکے پڑھانے والا؟ اور اُس کی بیوی یہ خوش جاہل مطلق عورت وہ یہ بات نہ کہتی تو اور کون کہتا۔ اجمل میاں میں آپ سے عرض کروں کہ اس زمین میں ایک شعر تو ایسا ہو گیا تھا کہ لوگ راستہ روک کر مدتوں اس شعر کی فرمائش کرتے رہے عرض

کیا تھا ؎

کہا میں نے اُن سے کہ تم ہو حسیں
لڑائی اسی بات پر ہو گئی

اجمل۔" یہ شعر تو غضب کا نکالا آپ نے اور کچھ واقعاتی شعر بھی معلوم ہوتا ہے؟
بیوی۔" یاد ہے زبیدہ بہن اس شعر پر تو اندر سب عورتیں ہنستے ہنستے لوٹ گئی تھیں۔
قاضی جی۔" اجی عورتوں کا کیا ہے۔ ان کو اسی لئے تو ناقص العقل کہا جاتا ہے کہ رونے کے مقام پر ہنستی ہیں۔ اور ہنسنے کی جگہ ٹسوے بہاتی ہیں بہر حال چھوڑ دبھی اس مشاعرے کو، یہاں تو رات والے مشاعرے کی فکر ہے۔
ہاں تو اجمل میاں ایک شعر ہوا ہے۔ ؎

خُدا رکھے جوانی دھیرے دھیرے اس طرح آئی
انہیں بھی آگیا طرزِ حجاب آہستہ آہستہ

بیوی۔" اللہ کے واسطے یہ شعر نہ پڑھ دینا کہیں، مشاعرے میں ایسا مذاق اڑیگا اس سفید داڑھی پر کہ یاد کرو گے۔"
قاضی جی۔" یہ۔ یہ۔ اب نہ کہنا کہ تم مجھ کو میری عمر کا طعنہ نہیں دیتی ہو۔ سب سے زیادہ تو میری ضعیفی کی شکایت تم کو ہے اور کوئی میرا مذاق کیا اڑائے گا۔ جب خُدا رکھے تم موجود ہو۔ یہ ہوتا ہے نتیجہ ضعیفی کی شادی کا۔ مگر یہ بھی یاد رہے کہ میری اور آپ کی عمر میں بالکل وہی فرق ہے۔ جو میاں بیوی کی عمر میں ہونا چاہیئے۔ ارے بھئی جب میری پہلی شادی ہوئی ہے اس وقت تم پیدا تو ہو ہی چکی تھیں۔"
زبیدہ۔" جب آپ کی پہلی شادی ہوئی ہے بھابی کی پہلی سالگرہ اُسی زمانے میں ہوئی تھی۔"
اجمل۔" خیر چھوڑیئے اس ذکر کو، یہ تذکرہ قاضی جی کے لئے تکلیف دہ ہوتا

ہے تو کیوں چھیڑا جاتا ہے یہ ذکر۔"

بیوی ۔" کون چھیڑتا ہے خود ہی یہ ذکر سمیٹ بیٹھتے ہیں۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس بات پر عمر کا ذکر چھڑ جائے گا۔"

قاضی جی ۔" اجمل میاں اس عمر کے فرق پر ہمیشہ میں بات ٹال دیا کرتا ہوں مگر آج آپ سے عرض کرتا ہوں کہ دادا جان جنت مکانی نے جو تیسری شادی کی ہے اُس وقت والد صاحب مرحوم کی عمر کوئی پچیس سال تھی اور جن صاحبزادی سے شادی ہوئی تھی دادا جان کی، ان کی عمر مشکل سے کوئی چودہ پندرہ سال کی ہو گی۔ یعنی حیرت ہو گی آپ کو یہ سُن کر کہ ان ہی صاحبزادی سے شروع میں والد صاحب کی شادی کا خیال تھا۔"

زبیدہ ۔" جی ہاں تو اس کا نتیجہ کیا ہوا تھا یہی نا کہ شادی کے سال بھر بعد دادا جان کا انتقال ہو گیا۔"

قاضی جی ۔" گویا اگر شادی نہ کرتے تو انتقال واقع نہ ہوتا۔ ارے بھئی موت تو برحق ہے وہ تو آخر آنا ہی چاہیئے۔ ہمارے خاندان میں تو بہت سے بچوں تک کو موت آئی پھر وہ تو بوڑھے آدمی تھے ان کی بیوہ اب تک بقیدِ حیات ہیں۔ اور جب میاں کا ذکر آ جاتا ہے۔ آٹھ آٹھ آنسو روتی ہیں اور ایک یہ ہماری بیوی صاحبہ ہیں۔ کہ اپنے زندہ میاں کیلئے کبھی نہ روئی ہوں گی۔"

بیوی ۔" میرے روئیں دشمن جو بات کہیں گے ایسی ہی منحوس کہیں گے۔ دُور پار میں کیوں روتی۔"

قاضی جی ۔" اب بُرا مان گئیں۔ تمہارے بھی مزاج کا کوئی ٹھیک ٹھور نہیں ہے۔

اسی کو دیکھ کر جیتی ہیں جس بڈھے پہ دم نکلے

ابھی بڑھاپے کے طعنہ دیئے جا رہے تھے ابھی بیوہ ہونے کا جو اندیشہ ہوا تو لگیں دُور پار کرنے۔ مگر اجمل میاں ایک بات ہے کہ ہم دونوں میاں بیوی میں جو درپردہ محبت ہے وہ اس زمانے کے میاں بیوی میں ملنا مشکل ہے۔ یہ لاکھ مجھ سے لڑیں روٹھیں۔ کچھ بھی ہو مگر اُس دن مجھ کو ذرا سا بخار ہو گیا تھا۔ تو دن بھر انہوں نے مُنہ نہیں دھویا کنگھی نہیں کی۔ مجھ کو بالکل یہی معلوم ہوتا رہا کہ میرے سامنے میری بیماری بیٹھی ہوئی ہے۔"

اجمل "یہ کیا خوب داد وفا دی ہے آپ نے۔"

قاضی جی۔" دادِ وفا کیا مطلب؟ ارے بھئی میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ یہ حقیقی یعنی سگی محبت۔ میرا مطلب یہ کہ یہ۔ یہ۔ یعنی یہ جو محبت ہوتی ہے خالص قسم کی اس کا تو اب نام و نشان بھی نہیں ہے۔ اب دیکھئے کہ ابھی پچھلے دنوں جب مجھ کو دو دن کے لئے باہر جانا پڑا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اجمل میاں کہ میں ان کی یاد میں چھُپ چھُپ کر رویا کرتا تھا ایک مرتبہ ایک صاحب نے مجھ کو روتے ہوئے دیکھ بھی لیا تو میں نے بہانہ کر دیا کہ بھڑ نے کاٹ لیا ہے۔ اُن بیچارے نے ٹنکچر لگایا۔ پلنے کا تمباکو ملا اور نہ جانے کیا کیا جتن کئے جب کہیں جا کر ورم اُترا۔"

بیوی۔" سُن لیا آپ نے ورم بھی میرے فراق میں پیدا ہو گیا تھا۔"

قاضی جی۔" ورم تو خیر بھڑ ہی کی وجہ سے پیدا ہوا تھا مگر میں نے بھڑ کے کاٹنے کو گویا ایک بہانہ بنا لیا تھا۔ تم کو یاد کرنے کا۔ ہر وقت یاد آتی تھیں کہ اس وقت بیٹھی ہوئی میرے لئے سوئیٹر بُن رہی ہوں گی۔ اس وقت موتی ایسے دانت نکال نکال کر ہنس رہی ہوں گی۔ اس وقت ڈلی کاٹ رہی ہوں گی۔ اس وقت بالوں میں پف بنائے جا رہے ہوں گے

اور واپس آکر جو دیکھا تو بال اُلجھائے ہوئے بیٹھی اُونگھ رہی تھیں۔"

بیوی۔" اچھا وہ تو سب نے سُنا۔ مگر میں پُوچھتی ہوں ڈیوڈ صاحب کے یہاں پارٹی میں جانا ہے کہ نہیں۔"

اجمل۔" جانا ضرور چاہیئے یہاں اس بیچارے کا ہم لوگوں کے سوا اور ہے ہی کون۔"

قاضی جی۔" کیا خوب گویا ہم اُس کے عزیز ہیں۔ یہ آپ نے ایک ہی کہی۔ میں صاحب ذاتی طور پر اس بات کا بیحد مخالف ہوں کہ ایرے غیرے سب سے رشتہ ناطہ جوڑتا پھروں۔ وہ عیسائی۔ ہم مسلمان۔ ہم سے اُن کا کیا تعلق۔"

بیوی۔" دیکھ لیجیے اجمل بھائی ان کی ان ہی باتوں سے آگ لگ جاتی ہے۔ یہ ہیں وہ لوگ جو پاکستان پر نام دھرواتے ہیں۔"

قاضی جی۔" آگیا پاکستان کا ذکر۔ وہی تو میں حیران تھا کہ آج اب تک پاکستان کا ذکر کیوں نہیں آیا ہے۔ مگر تم کو بھی قسم ہے کہ یا تو آج تم قائل ہو جاؤ یا مجھ کو قائل کر دو کہ آخر اس میں پاکستان کا کونسا ذکر تھا۔ ذکر ہے ڈیوڈ صاحب کا جو عیسائی ہیں جن کی لڑکی کی سالگرہ ہے جس میں پارٹی ہے۔ جس میں کیک پیسٹری ہوگی مجھ کو تو کہیں بھی پاکستان نہیں ملتا۔"

اجمل۔" اس میں پاکستان کا ذکر یہ ہے قاضی جی کہ مسٹر ڈیوڈ یا ان کے ایسے دوسرے لوگ جو اقلیتوں میں سے کسی سے متعلق ہیں مسلمان نہ سہی مگر چونکہ سچے اور وفادار پاکستانی ہیں۔ لہذا ان کی دلدہی اور ان سے یگانگت ہمارا فرض ہے۔"

زبیدہ۔" وہ تو ایسا کٹر پاکستانی خاندان ہے کہ کیا مجال جو ان لوگوں کے سامنے کوئی پاکستان کے خلاف آدھی بات تو کہدے۔"

قاضی جی۔" خیر یہ ان کی عنایت ہے نوازش ہے کرم ہے۔ مہربانی ہے۔

مگر اس کے معنی یہ ہوئے کہ اب ہم اُن کی خوشامد شروع کر دیں چہ خوش
اپنی حکومت ہے ہم حاکم قوم کے لوگ ہیں ہم کو کیا ضرورت ہے
کسی کی خوشامد کی۔"
بیوی۔" یہ خوشامد نہیں ہے بلکہ جو ہمارے پاکستان کو اپنائے ہوئے
ہیں ان کو اپنانا ہمارا بھی تو فرض ہے۔"
قاضی جی۔" بھئی یہ بات میری سمجھ میں قیامت تک نہیں آسکتی۔ ابھی
پچھلے دنوں وہ کیا نام تھا اُس کا گنپت کیسا جُل دے کر گیا ہے اور
اب پاکستان سے باہر جاکر کیسی دشمنی کر رہا ہے پاکستان سے۔"
اجمل۔" قاضی جی یہاں اُن لوگوں کا ذکر نہیں ہے۔ میں تو اُن لوگوں کا ذکر
کر رہا ہوں جو پاکستان کو اپنا وطن سمجھ کر اپنے وطن کی لاج کے لئے سب
کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں۔ اور جو اپنی پاکستان سے وفاداری کے عملی
نمونے پیش کر رہے ہیں اب دیکھ لیجئے مسٹر ڈیوڈ کے دونوں لڑکے
باہر کی اچھی ملازمتیں چھوڑ کر پاکستان آئے اور یہاں کی کم تنخواہ کی
ملازمتیں تک قبول کر لیں۔
بیوی۔" ابھی پر تو ڈیوڈ صاحب کہا کرتے ہیں کہ ؎

ملے خشک روٹی جو آزاد رہ کر
وہ ہے خوف و ذلت کے حلوے سے بہتر

قاضی جی۔" پھر تم نے حلوے کا ذکر کیا۔ صاحب یہ عجیب مصیبت ہے کہ جب
حلوہ اچھا بنتا ہے تو مقدار میں کم ہوتا ہے۔ اور جب مہمل ہوتا
ہے۔ تو جتنا چاہے کھالو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا کمبخت اب کل
سے اب تک پڑا ہوا ہے وہ حلوہ۔ بھئی اجمل میاں کو تو کھلایا ہوتا
تھوڑا سا۔"
اجمل۔" حلوہ تو خیر میں کھاؤنگا۔ مگر میری رائے ہے کہ ڈیوڈ صاحب کے یہاں

جانا ضرور چاہیئے تاکہ ان کو یہ احساس نہ ہو کہ وہ ایسی جگہ ہیں جہاں ان کا کوئی نہیں۔ میں تو صاحب اس کی پاکستان دوستی کے ہاتھوں بک چکا ہوں۔"

قاضی جی:- "اچھا صاحب چلے جائیں گے ہم بھی۔ مگر یہ سالگرہ کی دعوت میں تحفہ کا جو جھگڑا ہوتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ میں اپنی بیوی کی سالگرہ کیوں نہ کیا کروں تحفے بٹورنے کے لیئے۔"

زبیدہ:- "تحفے ہی کونسے دیتا ہوں گے میں نے تو ایک گڑیا منگالی ہے۔"

قاضی جی:- "ارے بھئی میں نے ایک باجہ دیکھا ہے ایک دوکاندار کے یہاں نہایت خوبصورت ہے اور سستا بھی بیحد ہے مگر کمبخت کچھ ٹوٹ گیا ہے۔ لہذا بجتا نہیں۔ بچے کے کھیلنے کے لیئے کافی ہے پھر بھی بچے تو یوں بھی توڑ ڈالتے ہیں وہ گویا کچھ پیشگی ٹوٹا ہوا ہے۔"

بیوی:- "لو اور سنو تو کیا وہ نیلامی تحفہ دیا جائے گا۔"

قاضی جی:- "نیلامی کیسے صاحب وہ نہایت عمدہ چیز ہے۔ ذرا اجمل میاں آپ میرے ساتھ چل کر اسے دیکھ تو لیجیئے۔ ناپسند ہوا تو کچھ اور ہی تحفہ اس کو دیا جائے اچھا جس سے تحفہ ملنے کی بھی اُمید ہو یہاں بچہ ہی نہیں سالگرہ کس کی کریں گے۔ یا میں نے کہا یہ گھڑی کیوں نہ دے دو بارہ گھنٹے تک چلتی رہتی ہے۔ چلا کر دے دو بعد میں وہ سمجھیں گے خود ٹوٹ گئی۔"

بیوی:- "خیر مجھ سے یہ بے ایمانیاں نہ ہوں گی چھوٹی چھوٹی۔"

قاضی جی:- "اچھا تو آپ بڑی بڑی ایماندار یاں کیجیئے مگر مجھ کو بخشش دیجیئے کھلونے لانے سے جو دیکھے گا یہی کہے گا کہ۔ ؎

مزاج تو از حال طفلی نہ گشت

لیجیئے اس مصرع پر مشاعرہ پھر یاد آگیا۔ بھئی خدا کے لئے تم لوگ تحفے وحفے لاؤ مجھ کو شعر کہنے دو۔ حجاب آہستہ آہستہ۔"

بیوی ۔ "آئیے اجمل بھائی ہم لوگ تحفے خرید لائیں ۔"
قاضی جی ۔ " ہاں ہاں یہ ٹھیک ہے ۔ جواب آہستہ آہستہ ۔ تم لوگ خود لے آؤ ۔ اپنی پسند سے ۔ عتاب آہستہ آہستہ ۔ ع ۔
ہوا ہے دل مرا خانہ خراب آہستہ آہستہ

(قاضی جی تشریف لاتے ہیں)

قاضی جی۔ "ارے بھئی میں نے کہا سُنتی ہو۔ لاحول ولا قوۃ۔ ذرا میری طرف بھی دیکھیے۔ میں کم سے کم اس سرسوں کے ساگ سے تو کچھ زیادہ ہی وقعت رکھتا ہوں جس کے ساتھ جناب اٹکھیلیاں فرما رہی ہیں اور شوہر سے گویا بیزار بیٹھی ہیں۔"

بیوی۔ "سُن تو رہی ہوں۔ بات کہتے نہیں۔ ہتھیلی پر سرسوں جمانا شروع کر دیتے ہیں۔"

قاضی جی۔ "ایں؟۔ ارے۔ ارے بھئی زبیدہ ذرا جلدی سے لہسن پیاز کے چھلکے اور سات مرچیں اپنی بھاوج پر سے اُتار کر چولھے میں تو ڈال آؤ۔ آج زندگی میں پہلا موقع ہے کہ انہوں نے بھی ایک محاورے کا صحیح استعمال کیا ہے۔ میری آنکھوں میں خاک کس قدر برجستہ محاورہ بول گئی ہو۔ یہ ہے ایک بامحاورہ شوہر کی بیوی بننے کا نتیجہ۔ نہ ہوئے

اس وقت دادا جان مرحوم و مغفور زندہ - پوت بہو کی اسی بات پر خوش ہو کر مٹھائی بٹوا دیتے سارے خاندان میں۔"

بیوی۔ "اچھا خیر۔ اب معاف بھی کر دو میری محاورہ بولنے کی غلطی کو۔"

قاضی جی۔ "غلطی؟ ارے صاحب میں کہتا ہوں کہ آج تو مجھ کو ازدواجی زندگی کا لطف آیا ہے اور آج ہی تو یہ احساس ہوا ہے کہ میں بھی اپنا کوئی ہم قفس۔ ہم قفس نہیں بلکہ ہم جنس۔ لاحول ولا قوۃ ہم جنس کی بھی ایک ہی رہی، تم عورت میں مرد، ہم جنس کا بھلا کونسا موقع ہے۔ میرا مطلب ہے ہم سخن اور ہم زبان سے کہ آج ہی تو یہ پتہ چلا ہے کہ میرا ابھی کوئی ہم زبان ہے۔ بخدا روح خوش کر دی۔ طبیعت باغ باغ ہو گئی۔ تمہارے منہ سے یہ محاورہ سُنکر۔ میں نظر تو ضرور اُتارونگا اس وقت میں نے کہا زبیدہ لاتی ہو لہسن پیاز کے چھلکے اور مرچیں یا میں خود اُٹھوں اب۔"

زبیدہ۔ "کالا دانہ ہوتا تو اور بھی اچھا تھا۔"

بیوی۔ "تم زبیدہ بہن اور بھی مذاق اُڑواتی ہو میرا۔ چلے ہیں نظر اُتارنے بوڑھے منہ مہاسے لوگ چلے تماشے۔"

قاضی جی۔ "آئیں۔ یہ آج تم کو ہو کیا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں جینے کی باتیں کرو۔ اتنی ہی دیر میں دوسرا محاورہ بھی استعمال میں لے آئیں اگر یہی رفتار رہی تو میں بھی کان پکڑ کر شاگردی کرنے پر مجبور ہو جاؤنگا۔ مگر۔ یہ۔ یہ بوڑھے منہ مہاسے کس کو کہا ہے۔ بڑھاپے کی چوٹ مجھ پر فرمائی ہے یا خود ہی خاکساری میں بوڑھی بن گئی ہو۔"

بیوی۔ "اب میں ہاتھ جوڑتی ہوں کہ خدا کے واسطے وہ بات کہہ چکو جو کہنے آئے تھے باہر سے۔"

قاضی جی۔ "ہاں وہ تو رہ ہی گئی بات ان باتوں میں۔ بھئی تم میرا سامانِ سفر

درست کردو۔ مرزا صاحب اور چند دوست کراچی جا رہے ہیں نمائش دیکھنے اور سب کا اصرار یہ ہے کہ میں بھی جاؤں۔ دراصل میرا خود جی چاہتا ہے نمائش دیکھنے کے لئے، سُنا ہے کہ بڑی زوردار نمائش کر ڈالی ہے۔"

سراج۔" جی ہاں نمائش تو یقیناً قابلِ دید ہے۔ میرا خود ارادہ ہو رہا تھا کہ نمائش میں جا کر ذرا اسلامی ملکوں کی مصنوعات کا اندازہ تو کروں۔"

قاضی جی۔" خیر۔ خیر۔ میں وہاں اس قسم کی قابلیت بگھارنے تو جانا نہیں چاہتا مجھ کو تو شوق یہ ہے۔ کہ ذرا دیکھوں تو سہی کہ الہ آباد کی نمائش جن لوگوں نے دیکھی ہے۔ ان کو یہ نمائش کیا دکھاتی ہے۔ سراج میاں الہ آباد کی نمائش تو آپ نے غالباً نہ دیکھی ہوگی۔"

سراج۔" میں تو پیدا بھی نہ ہوا تھا دیکھتا کیونکر۔"

قاضی جی۔" ہیئے ہیئے۔ بڑی غلطی کی آپ نے۔ عجیب چیز دیکھنے سے محروم رہ گئے۔"

بیوی۔" لو اور سُنو۔ وہ کہتے ہیں میں پیدا ہی نہ ہوا تھا۔ اور آپ فرماتے ہیں۔ بڑی غلطی کی آپ نے۔"

قاضی جی۔" بالکل ٹھیک کہتا ہوں۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ جن لوگوں نے وہ نمائش نہیں دیکھی انہوں نے دُنیا ہی نہیں دیکھی سراج میاں یہ اُس زمانے کا ذکر ہے جب میں خود بھی قابلِ دید تھا وہی مثل کہ۔ ؎

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

بھرپور شباب کا زمانہ۔ دولت کی افراط پھر آپ جانتے ہیں کہ جامہ زیبی تو اس خاکسار کی قیامت تھی۔ یقین جانیئے کہ رخساروں سے سیب اور قندھاری انار برستے تھے بادام جیسی آنکھیں۔ گھونگھر والے بال

سر پر۔"

بیوی۔" تو کیا تم بھی رکھے گئے تھے اُس نمائش میں۔"

قاضی جی۔" یعنی آپ مذاق فرما رہی ہیں گویا۔ کاش اُس وقت کی تصویر وہ مردود

گھسیٹے چُرا نہ لے جاتا تو دکھاتا آپ کو۔ مگر اس گھسیٹے نے تو کچھ چھوڑا ہی نہیں جھاڑو دے گیا گھر میں۔ کس قدر نمک حرام نکلا ہے۔ سراج میاں یقین جانیے کہ چھٹانک بھر کا آیا تھا ہمارے یہاں، اُس کے لئے بکری پال کر اُسی کے دُودھ سے اس کو پالا گیا۔ اور آپ جانتے ہیں بکری کا دُودھ کس قدر مقوی ہوتا ہے۔ ارے بھئی میں نے کہا تم میرے لئے بکری کے دُودھ کا انتظام کیوں نہیں کرتیں روز بروز ڈھلتا جا رہا ہوں۔"

بیوی۔" ذرا سراج بھائی سُن لیجئے۔ الہ آباد کی نمائش سے اپنے حُسن و جمال کی طرف بھٹکے۔ پھر آگیا یاد گھسیٹے اس کے بعد بکری اور پھر بکری کا دُودھ اے میں کہتی ہوں تمہیں ہو کیا گیا ہے۔"

قاضی جی۔" میری خود سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے ہو کیا گیا ہے۔ چٹان کا ایسا چوڑا چکلا سینہ دمڑی کنکیا کی ٹوٹی ہوئی کانپ بن کر رہ گیا ہے۔ سیب کی طرح شاداب اور انار کی طرح لال بھبوکا رخسار چھوارہ بن کر رہ گئے ہیں سراج میاں یقین جانیئے کہ جس وقت میں الہ آباد کی نمائش میں کسی طرف سے گزر جاتا تھا لوگ دیکھتے رہ جاتے تھے کہ یہ کون جا رہا ہے۔ جاڑے کا زمانہ اور میں حباب ایسی مکھی بوٹی کی جامدانی کا انگرکھا پہنے جس سے میرا گلابی جسم اس طرح جھلکتا تھا جیسے گلاب کے پھول پر اوس پڑ جائے بھری بھری پنڈلیوں پر چست پاجامہ ڈہائی بلوا دیتا تھا پیروں میں دو ماشہ کی سلیم شاہی پاپوش جس کو پہن کر آدمی تماشوں پر چل سکتا ہے۔"

بیوی۔" اچھا اب مجھ کو اجازت ہے۔ گھر کا سارا کام پڑا ہوا ہے۔"

قاضی جی۔" ہاں ہاں اب تم کہاں ٹھہر سکتی ہو۔ یہ کوئی نئی بات تھوڑی ہے میں نے ہمیشہ یہ اندازہ کیا ہے۔ کہ جہاں میں نے اپنے شباب کا افسانہ چھیڑا تم اسی طرح جلتی ہو۔ ارے بھئی میں یہ ذکر تو یوں ہی برسبیل تذکرہ کر رہا تھا۔ مطلب یہ کہ اُس زمانے میں دیکھی تھی میں نے الہ آباد کی نمائش اور

صاحب اس نمائش میں خدا کی شان نظر آتی تھی۔ سراج میاں جونپور سے
اس نمائش کے لئے ایک مولی لائی گئی تھی ارے بھائی یہی مولی جو ترکاری
ہوتی ہے ہم آپ سب کھاتے ہیں۔"

زبیدہ۔" تو وہ مولی کیوں لائی گئی تھی۔ نمائش میں۔"

قاضی جی۔" وہ اس لئے لائی گئی تھی کہ ایک مولی آئی تھی چار بیل گاڑیوں پر۔
لمبائی تھی اس کی نو گز اور قطر تھا اس کا ڈیڑھ گز۔"

سراج۔" الامان والحفیظ۔"

قاضی جی۔" ہاں حفیظ میاں ابھی موجود ہیں اُن سے چاہے پوچھ لو وہ بھی تھے
اس نمائش میں۔ میں تو اکثر اس مولی پر ٹہلا کرتا تھا۔"

بیوی۔" اور نزلہ نہیں ہوجاتا تھا تم کو مولی پر ٹہلنے سے۔"

قاضی جی۔" آپ مذاق سمجھتی ہیں۔ جناب والا ہم ابھی ناز و نعم سے پلے ہوئے ہیں
کہ پیروں تلے نیبو کا چھلکا آیا اور چھینکیں آنے لگیں اب آپ چاہے
اس کو تمسخر سمجھیں چاہے کچھ مگر یہ ہے واقعہ۔ بہر حال۔ تو سراج میاں
الہ آباد کی اس نمائش میں دُنیا کی کیا چیز تھی جو ہم نے نہیں دیکھی۔ ایک
سے ایک تھیٹر۔ ایک سے ایک تماشہ۔"

سراج۔" مگر کراچی کی اس نمائش کو تفریحاً نہیں بلکہ اس نظر سے دیکھنا چاہیئے
کہ ہمارے اسلامی ممالک نے صنعتی میدان میں کس حد تک ترقی کی ہے
اور کتنی اور ترقی کے امکانات ان کے یہاں موجود ہیں۔"

زبیدہ۔" سراج بھائی اس بین الاقوامی اقتصادی نمائش سے یہ فائدہ تو ضرور
ہوگا۔ کہ تمام اسلامی ممالک صنعتی میدان میں ایک دوسرے سے
بہت قریب آجائیں گے۔"

قاضی جی۔" الہ العالمین۔ زمین کو زلزلہ کیوں نہیں آتا۔ رب العالمین یہ آسمان
اپنی جگہ پر قائم کیوں ہے۔ خداوند قیامت میں اب کیا دیر ہے،

تو دیکھ رہا ہے کہ یہ بی زبیدہ کتنی بڑی بڑی باتیں کر رہی ہیں بخدا اگر یہ مجھ کو اسی عبارت کا املا بولنے لگیں تو ایک لفظ مجھ سے صحیح نہ لکھا جائے۔ اگر والدہ صاحبہ کسی کرشمۂ قدرت کے ماتحت زندہ ہو کر آجائیں تو اپنی لاڈلی کی اس قابلیت کو دیکھ کر کیا عالم ہو بیچاری کا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھیں کہ ؎

یہ دو دن میں کیا ماجرا ہو گیا
نکل آئے گویا کہ مٹی کے پر

بیوی ۔" کیا اچھا شعر پڑھا ہے۔ کہاں کی اینٹ کہاں کا روڑا۔ بھان متی نے کنبہ جوڑا۔"

قاضی جی ۔" خیر ہیں بھان متی سہی مگر خدارا ذرا مجھ کو یہ تو سمجھاؤ کہ تم لوگ آخر کہاں سے یہ قابلیت سیکھتی چلی جا رہی ہو۔ یہ باتیں تم کو کون سکھا جاتا ہے۔ مجھ کو معلوم ہے کہ ان بی زبیدہ کی تعلیمی حالت کیا ہے عین سے اجمیری دروازہ تک لکھا تھا انہوں نے۔ اور جناب کا جو عالم ہے وہ بھی میں جانتا ہوں پہلا خط جو مجھ کو لکھا ہے تو القاب تھا قبلہ و کعبہ جناب شوہر صاحب دام اقبالہ"۔"

سراج ۔" کیا واقعی ؟"

بیوی ۔" یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں مجھ کو کب انکار ہے مگر یہ شرارت کرائی تھی انجمن آرا نے اس نے مجھ کو بتا دیا کہ شوہر کو یہی لکھا جاتا ہے۔"

قاضی جی ۔" اس کا شوہر ہو گا قبلہ و کعبہ۔ تو صاحب یہ تو عالم ہے آپ لوگوں کی قابلیت کا اور باتیں اتنی بڑی بڑی کہ میرے ایسے پڑھے لکھے آدمی کی بھی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔"

سراج ۔" بھائی صاحب بات یہ ہے کہ آپا کو اور زبیدہ بہن کو میں نے دیکھا ہے کہ اخبار ...

ان کی عام استعداد اس حد تک بڑھا دی ہے کہ آپ کو بھی حیرت ہوتی ہے۔"

قاضی جی۔" میں اسی لئے گھر میں اخبار آنے کا مخالف ہوں عورتوں کو چاہیئے کہ بھولی بھالی باتیں کریں۔ ان کی ناواقفیت میں جو بھولپن ہوتا ہے وہ یہ اخبار ہیں مٹا دیتے ہیں۔ اب چاہیئے تو یہ تھا کہ میں اُن کو بتاتا کہ یہ نمائش کیا ہے۔ اس کا نام کیا ہے اُلٹا ہی مجھ کو بتانے چلی ہیں کہ قوامی گرامی۔ سلامی اور نہ جانے کیا۔"

بیوی۔" تو اب یہ بھی ہمارا ہی قصور ہے۔ کہ ہم اخبار وخبار پڑھ کر اس کی خبر رکھتے ہیں کہ دُنیا میں کیا ہو رہا ہے اور تم پڑھ لکھ کر سب کچھ بھلائے ہوئے ہو۔"

قاضی جی۔" صاحب میں تو یہ جانتا ہوں کہ آپ کی خوشدامن صاحبہ اور ان صاحبزادی کی والدہ محترمہ یعنی اماں جان کا حال یہ تھا کہ روزانہ میں ان سے خُدا جانے کتنے روپے اینٹھ لیا کرتا تھا کہ آج مجھ کو شیخ سعدی لانا ہے اور آج مولوی صاحب نے کہا ہے کہ کل قسطنطنیہ لیکر آنا وہ بیچاری چپکے سے دام نکال کر دے دیتی تھیں کہ کتابیں ہی نہ ہونگی تو بچہ پڑھے گا کیا۔"

زبیدہ۔" تو بھائی جان اب وہ زمانہ نہیں رہا۔"

قاضی جی۔" آئیں وہاں سے زمانہ نہیں رہا۔ وہ تو میں خود دیکھ رہا ہوں کہ زمانہ وہ آلگا ہے کہ تم لوگ ہم مردوں کے کان کاٹنے لگی ہو مجھے تو حیرت ہے کہ یہ بڑے بڑے الفاظ تم بول کیسے لیتی ہو میں تو بخدا ہکلا کر رہ جاؤں کیا نام لیا تھا ابھی تم نے۔"

زبیدہ۔" بین الاقوامی۔ اسلامی اقتصادی نمائش۔"

قاضی جی۔" بین الاقوامی۔ اسلامی۔ اونہہ ہوگا بھی۔ بہر حال تم یہ کرو کہ دو تین

جوڑے کپڑے۔ وہ زری والی شیروانی۔ کامدار جُوتا اور۔ ہاں وہ بنارسی صافہ۔"

بیوی۔"توبہ ہے۔ یہ چیزیں پہن کر جاؤ گے نمائش ہیں۔"

قاضی جی۔" اور نہیں تو کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ یہی کُرتہ پاجامہ اور باوا آدم کے وقت کی اچکن پہنے یہی پمپ گھسیٹتا ہوا نمائش میں پہنچ جاؤں تاکہ گردن میں ہاتھ دے کر مجھ کو وہاں سے نکال دیا جائے کہ یہ جانگلو کہاں سے گھُس آیا۔ مُلک مُلک کے لوگ ہوں گے وہاں ایک سے ایک خوش پوشاک اور ہماری بیگم صاحبہ کی رائے یہ ہے کہ ہم وہاں اس طرح پہنچیں گویا سوال کرنے والے ہیں۔ کہ جیب کٹ گئی ہے ریل کا کرایہ دے دیجئے۔ غریب الوطن مسافر ہیں۔"

سراج۔" یہ مطلب نہیں ہے بلکہ وہ چاہتی یہ ہیں غالباً کہ آپ بجائے یہ چمکدار کپڑے لے جانے کے دوسرے ایسے کپڑے لے جائیں جو کسی کی نظر آپ کی طرف نہ اُٹھوائیں۔"

بیوی۔" جی ہاں اور وہ یہ چاہتے ہیں۔ کہ خود ہی وہاں تماشہ بن کر اپنے اُوپر ٹکٹ لگوا دیں کہ ایک پیر دھوم دھام آئے ہوئے ہیں۔"

قاضی جی۔" سُن لیجئے اب میں پیر دھوم دھام ہو گیا۔ مقصد تو یہ ہے کہ کسی طرح مجھ کو پیر۔ بڈھا۔ کھوسٹ کہہ کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرلیں۔ خُدا موت بھی تو نہیں دیتا مجھ کو۔ اور موت بھی تو بھئی اسی بڑھاپے کے بعد آتی ہے ارے بھئی نہیں صبر ہوتا تم سے تو گولی مار دو۔ کچھ کھلا کر سلا دو مجھ کو۔۔۔ راستہ کے کھانے کے لئے ناشتہ دان اچھی طرح سے بھر دینا تین چار آدمی ہوں گے ساتھ۔"

زبیدہ۔" سچ مچ میرا خود جی چاہتا ہے کہ اس نمائش کو دیکھوں۔ اپنے اسلامی ممالک کی صنعتی ترقیاں دیکھ کر کیسے حوصلے بڑھیں گے سب کے۔"

سراج ۔" خدا کرے اسی نقطۂ نظر سے دیکھنے والے اس نمائش کو دیکھیں مقصد ہی اس نمائش کا یہ ہے کہ ہم اپنے ذرائع، وسائل اور امکانات کو پیشِ نظر رکھ کر اپنا صنعتی جائزہ لے سکیں ۔"

قاضی جی ۔" اب دیکھئے ایک بات میں عرض کروں۔ بھئی مجھ سے قسم لے لیجئے جو میں ایک لفظ بھی سمجھا ہوں اس ارشادِ عالی کا جو آپ نے ابھی فرمایا ہے۔ اللہ جانے کس زبان میں آپ لوگ گفتگو کرتے ہیں اور کیا مطلب ہوتا ہے اس کا۔ بہرحال لوٹا ضرور رکھ دینا اور خضاب کا تمام سامان تیل۔ آئینہ۔ کنگھا۔ سُرمہ دانی۔ صابن۔ منجن۔"

بیوی ۔" سب کچھ رکھ دوں گی۔ گاڑی کس وقت جاتی ہے۔"

قاضی جی ۔" بھئی سچ پوچھو تو جانا ہے اصل میں کل۔ مگر میں آج اس لئے کہہ رہا ہوں کہ تم میرا سامان ذرا جلد ٹھیک کر دو۔"

زبیدہ ۔" لیجئے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ناشتہ بھی آج ہی پکا کر باسی کیا جائے"

سراج ۔" کل صبح کی گاڑی سے جائیں گے یا شام کی گاڑی سے۔"

قاضی جی ۔" جانا تو ہے شام ہی کی گاڑی سے مگر میں اسٹیشن صبح ہی سے چلا جاؤں گا۔ مجھ کو یہ بدحواسی اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ ہم جو اسٹیشن پہنچے تو قلی نے کھیسیں نکال کر کہا کہ گاڑی تو چھوٹ گئی اب چلئے ویٹنگ روم میں کان کا میل نکلوائیے اور سر پر تیل ڈلوائیے۔"

بیوی ۔" میری بلا سے تم آج ہی چلے جاؤ کل کی گاڑی کے لئے مگر پھر مجھ سے نہ کہنا کہ ناشتہ خراب ہو گیا تھا۔"

قاضی جی ۔" خیر ناشتہ صبح ہی درست کر دینا مگر یہ تو بتاؤ صبح مچھلی۔ مرغ اور بٹیریں کہاں سے مل جائیں گی اتنے تڑکے۔"

بیوی ۔" مچھلی۔ مُرغ۔ بٹیریں۔ یہ نمائش میں بیچنے کو لے جاؤ گے یا راستہ میں اتنی بہت سی چیزیں کھائی جائیں گی۔ مجھ سے یہ سب جھگڑا نہیں ہوسکتا۔"

قاضی جی ۔ " ذرا سن لیجئے سراج میاں ۔ احباب کا ساتھ ۔ پردیس کا معاملہ
دوسرے میں نے تو جب کبھی سفر کیا ہے ۔ اسی طرح کیا ہے کہ راستہ
میں انسان ناشتہ دان کھولے تو شرم کا پسینہ اس کی پیشانی پر نہ
آجائے ۔ جناب والا آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ والد صاحب جب
سفر کرتے تھے تو ان کے ناشتہ کی تیاریاں ایک ہفتہ قبل سے ہوتی
تھیں ۔ کھجوریں پک رہی ہیں ۔ نمک پارے تیار ہو رہے ہیں ۔ سنبوسے
تلے جا رہے ہیں ۔ مرغ بھونے جا رہے ہیں ۔ مچھلی کے کباب چھُن مُن
کر رہے ہیں ۔"

سراج ۔ " مگر بھائی صاحب میں تو سرے سے ناشتہ لے جانے ہی کا قائل
نہیں ہر اسٹیشن پر ریفرشمنٹ روم ہوتا ہے ۔"

قاضی جی ۔ " آپ نہ ہوں گے قائل جناب والا مگر میں اپنی خاندانی روایات
کو نہیں بھول سکتا ۔ اور اگر یہ چاہیں کہ دو چار چپاتیوں میں آلو کی بھجیا
بھون کر میرے حوالے کر دیں تو لعنت ہے اس سفر پر اور خدا
کی مار ایسے سفر کرنے والے پر ۔"

زبیدہ ۔ " اچھا خیر آپ جو کہیں گے وہ ہو جائے گا ۔ سراج بھائی آپ ٹھہرے
کاروباری آدمی آپ کو تو ضرور دیکھنا چاہیئے یہ نمائش ۔"

سراج ۔ " میں یقیناً جاؤں گا اس لئے کہ مجھ کو تو دراصل وہاں یہ اندازہ کرنا
ہے ۔ کہ دوسرے ملکوں کی مصنوعات کے علاوہ خود ہمارے پاکستان
میں کس حد تک صنعتی گنجائشیں موجود ہیں ۔ یہ اندازہ کرنے کے لئے ہم
سب کچھ ایک ہی مرکز پر دیکھ لیں گے ۔"

بلقیس ۔ " اس قسم کی مقصدی نمائشوں کی ہر جگہ ضرورت ہے ۔ اس سے عوام
میں ایک صنعتی ولولہ پیدا ہوتا ہے ۔"

قاضی جی ۔ " ولولے پر یاد آیا کہ تھوڑے سے گلگلے ہو جاتے تو اچھا تھا ۔

تم گھبراؤ نہیں میں تمام سامان تم کو ابھی جا کر لائے دیتا ہوں۔ لاؤ ذرا ایک جھاڑن دے دو۔ اور مرغ کی ٹانگیں باندھنے کو تھوڑی سی سُتلی، اور مچھلی لانے کے لئے تھیلہ۔ سراج میاں ذرا تم بھی آجاتے تو اچھا تھا۔ ٹھہرو میں جھاڑن۔ تھیلہ اور سُتلی خود لاتا ہوں ڈھونڈ کر بس اچکن پہن لو تم۔"

(سراج، بیگم صاحبہ اور زبیدہ بحث میں مصروف ہیں)

بیوی۔۔ "دیکھو تو سراج بھائی میں تمہاری اس رائے سے متفق نہیں ہوں کہ بحالت موجودہ ہماری آزادی گویا آزادی ہی نہیں ہے۔"

سراج۔۔ "آپا آپ میری بات سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ جب تک ہم اقتصادی طور پر دوسروں کے محتاج ہیں ہماری سیاسی آزادی دراصل آزادی کے اس مفہوم کو پورا نہیں کرتی جو ہمارے پیش نظر ہے۔ اور جو قیام پاکستان کا مقصد ہے۔"

زبیدہ۔۔ "تو ہم خدانہ کرے اقتصادی طور پر دوسروں کے محتاج ہی کب ہیں۔ اللہ کے فضل سے ہمارا ملک زرعی ملک ہے اور ہمارے یہاں وہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں جن سے دوسرے ممالک تک کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔"

سراج۔۔ "جی ہاں یہی تو قیامت ہے۔ کہ وہ چیزیں پیدا ہم کرتے ہیں مگر دولت

کماتے ہیں دوسرے ممالک اور ہم ہیں کہ ان سب چیزوں کو پیدا کرنے کے باوجود دوسروں کے محتاج ہیں۔ ابھی کراچی میں بین الاقوامی اسلامی اقتصادی کانفرنس منعقد ہوئی ہے جس میں پاکستان کے علاوہ پندرہ اسلامی ممالک نے شرکت کی ہے۔ اس کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے ہمارے وزیر اعظم عالی مرتبت لیاقت علی خان نے یہی بات کہی ہے۔ کہ اسلامی ممالک سب کے سب زرعی ممالک ہیں وہ خام اجناس مہیّا کرتے ہیں ان کے پاس وہ سب چیزیں موجود ہیں جن کو استعمال میں لاکر دوسرے ممالک نے دولت کمائی اور ہم ہیں کہ ان سب اشیاء کو پیدا کرنے کے باوجود دوسروں کے محتاج ہیں۔ ہمارے عوام کا معیار زندگی دوسروں کے مقابلے میں پست ہے انہیں تن ڈھانکنے کو کپڑا اور پیٹ بھرنے کو اچھی خوراک میسّر نہیں آتی ہم اس لئے اکٹھے ہوئے ہیں کہ ایسے ذرائع تلاش کریں کہ بجائے اس کے کہ غیر ممالک ہماری خام پیداوار اور معدنیات سے فائدہ اٹھائیں ہم خود اُن سے فائدہ حاصل کریں۔"

بیوی۔ "ہاں ٹھیک ہے میں نے اس کانفرنس کی کاروائی پڑھی تھی۔ ہمارے وزیر خزانہ نے بھی تو فرمایا ہے کہ اگرچہ ہم تمام اسلامی ممالک سیاسی طور پر کم وبیش آزاد ہیں مگر معاشی طور پر ہم آج بھی مغرب کی طاقتوں کے آہنی پنجوں میں گرفتار ہیں۔"

زبیدہ۔ "یاد آگیا مجھے بھی ہمارے وزیر خزانہ نے اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا ہے کہ معاشی طور پر کسی اور قوت اور طاقت کے زیر اثر ہونا غلامی کا دوسرا روپ ہے اس لئے ہم مکمل طور پر آزاد نہیں ہیں۔"

سراج۔ "یہی بات میں عرض کر رہا تھا۔"

(قاضی جی تشریف لاتے ہیں)

قاضی جی۔ "سبحان اللہ۔ یعنی آپ یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ ہائے ہائے کیسا

کیسا میری آنکھوں نے تم کو ڈھونڈھا ہے نیلام میں۔"

سراج ۔" لیجئے بھائی صاحب تو کیا اب میں اس قابل رہ گیا ہوں۔ کہ مجھ کو آپ نیلام میں ڈھونڈھیں۔"

بیوی ۔" اور میں نے کہا۔ تم تو گئے تھے بادام لینے۔"

قاضی جی ۔" تو کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ نیلام سے بادام کیوں نہیں لایا بادام لینے جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک اژدہام دیکھا۔ ایک خلقت جمع تھی میں بھی دیکھنے کو وہاں چلا گیا۔ سراج میاں ایسی ایسی نادر چیزیں کوڑیوں کے مول نیلام ہوئی ہیں کہ میں آپ سے کیا عرض کروں خیریت یہ ہوئی کہ میری جیب میں دام نہ تھے۔"

بیوی ۔" ورنہ کباڑ خانہ خرید لاتا۔"

قاضی جی ۔" کباڑ خانہ کیسا جی۔ آنکھیں کھُل جاتیں وہ چیزیں دیکھ کر۔ ایک الماری نیلام ہوئی ہے کہ اگر اس میں شیشے لگوائے جاتے اور اندر کے دو تختے بدلوا دیئے جاتے تو نئی ہو جاتی بالکل۔"

زبیدہ ۔" لیجئے شیشے ندارد تختے غائب تو اس میں رہا ہی کیا۔ باقی ہی کیا بچا۔"

قاضی جی ۔" فضول نہ بکا کرو جی۔ اور باقی کیوں نہیں تھا۔ ڈھانچہ تھا۔ دروازے تھے اور نیلام ہوئی ہے چار روپے میں۔"

سراج ۔" الماری اور چار روپے میں۔"

بیوی ۔" کوئی لے گیا ہو گا۔ اس کی لکڑیاں توڑ کر جلانے کے لئے۔"

قاضی جی ۔" بھئی استغفراللہ۔ جو بات کہو گی جلانے والی کہو گی۔ بھئی آہا ہا۔ دیکھا آپ نے سراج میاں جلانے کی لکڑیوں کا ذکر تھا تو میں نے عرض کیا۔ کہ جو بات کرتی ہو جلانے والی کرتی ہو۔ بہر حال تو میں نیلام کا ذکر کر رہا تھا کہ بڑی عجیب عجیب چیزیں نکل گئیں ہاتھ سے مگر آخر ایک قالین

تو میں نے بھی خرید ہی لیا۔"

بیوی۔ "مطلب یہ کہ بادام لینے کے لئے جو دس کا نوٹ لے کر گئے تھے
وہ گنوا آئے۔"

قاضی جی۔ "گنوا نہیں آیا ہوں دیکھو گی تو خوش ہو جاؤ گی۔ سراج میاں ولایتی
قالین ہے اعلیٰ درجے کے نقش و نگار ہیں اس پر۔ اور معلوم ہے
آپ کو کتنے کا ملا ہے؟"

سراج۔ "بہر حال دس روپے کے اندر ہی اندر ہو گا۔"

قاضی جی۔ "کیا کہنا ہے۔ بھئی قائل ہو گئے آج تو تمہارے اس اندازے کے
یعنی نہ قالین دیکھا نہ کچھ اور قیمت کا ایسا صحیح اندازہ۔ حیرت ہے۔"

زبیدہ۔ "اس میں حیرت کی کیا بات دس روپے کے نوٹ کا ذکر تو وہ سُن
ہی چکے ہیں۔"

قاضی جی۔ "ایں۔ ہاں۔ اچھا اچھا۔ یہ چالاکیاں ہیں۔ بہر حال جناب والا
ایک صاحب نے بولی بولی سات روپے۔ میں نے کہا سوا سات
وہ بولے پونے آٹھ میں نے کہا آٹھ اور نیلام کرنے والے نے کہا ایک
دو۔ تین۔ گویا آٹھ روپے میں وہ قالین مل گیا ہے۔ جو کسی طرح سو سوا
سو روپے کا اگر مل جائے تو میں کہونگا مفت مل گیا۔"

بیوی۔ "اللہ جانے کس چیز کو قالین کہہ رہے ہیں۔ آٹھ روپے کا موا رنگا
ہوا ٹاٹ بھی نہیں ملتا۔"

قاضی جی۔ "اب دیکھ لیجئے یہ سر پیٹ لینے کا مقام ہے یا نہیں گویا اب مجھ کو
یہ بھی نہیں معلوم کہ ٹاٹ اور قالین میں کیا فرق ہے۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے
تو بچپن ان ہی قالینوں میں گلی ڈنڈا کھیل کر گزرا ہے۔ سراج میاں
آپ نے شاید نہ سنا ہو کہ دادا جان جنت مکانی کی محلسرا میں ایک سے
ایک قیمتی قالین موجود تھا۔ کمروں میں قالین۔ دروں میں قالین۔ دریچوں

ہیں قالین۔ غسل خانوں میں قالین۔"

زبیدہ۔ "جی غسل خانوں میں قالین کیسے ہو سکتے ہیں۔"

بیوی۔ "کہنے دو ان کو جس وقت بات کہنے پر آتے ہیں یہ تھوڑی سوچتے ہیں کہ کیا کہہ رہے ہیں۔"

قاضی جی۔ "اب میں کیونکر آپ لوگوں کو یقین دلاؤں کہ غسل خانوں کے قالین میں یہی تو صفت تھی کہ پانی پڑا اُن پر اور غائب۔ سراج میاں دادا جان کے یہاں ایک قالین تھا اتنا بڑا کہ جب والد صاحب کی شادی ہوئی ہے تو ایک میل مربع کا رقبہ۔ ارے بھئی وہ مُربہ میں نے کہا ختم ہو گیا کیا۔ ہم کو تو بس وہی مربہ مل سکا ذرا ذرا سا۔"

بیوی۔ "کونسا مُربہ وہ گاجروں کا۔ میں کہتی ہوں تم کو آخر ہو کیا گیا ہے۔ سال بھر کی بات یاد کرنے چلے ہو۔"

قاضی جی۔ "تو کیا آپ کے خیال میں سال بھر کا مُربہ موجود ہونا کوئی عجوبہ ہے۔ ہمارے یہاں تو نعمت خانے میں میرے ہم عمر سینکڑوں اچار اور مُربے ہوا کرتے تھے۔ بیس بیس سال پُرانے مُربے تو خود میں نے دادا جان کے دستر خوان پر کھائے ہیں۔

سراج۔ "مگر آپ تو کچھ ایک میل مربع رقبہ کا ذکر کر رہے تھے قالین کے سلسلہ میں۔"

قاضی جی۔ "وہ تو میں ذکر کر رہا تھا مگر صاحب یہ ستم ہے یا نہیں کہ ہمارے یہاں کوئی چیز رہنے ہی نہیں پاتی ادھر چیز بنی اُدھر چھو منتر۔ یہ آخر کیا قیامت ہے۔ حلوا بنوایا تھا کہ دانتوں سے سخت چیز نہیں چبتی حلوہ ہی زہر مار کر کے پیٹ بھر لیا کریں گے۔ تو وہ ختم کر دیا۔ اب میں کیونکر یقین دلاؤں کہ ان دانتوں سے سوکھی روٹیاں ارے بھئی ہاں یہ تو میں بتانا ہی بھول گیا تھا۔ نیلام سے دانتوں کا ایک سٹ بھی لے آیا ہوں اچھے

یہ دیکھو اور قیمت محض بارہ آنے ۔"

بیوی ۔" ہائے میرے اللہ ۔ خدا جانے کس مرض میں وہ شخص مرا ہوگا جس کے دانت اٹھا لائے ہیں یہ ۔"

قاضی جی ۔" اب دیکھ لیجیئے سراج میاں ۔ ان کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جس شخص کے یہ دانت ہیں ۔ وہ خدانخواستہ مر چکا ہے ۔ ساٹھ روپے میں بنتے ہیں ۔ دانت اور یہ بارہ آنے کے مل گئے تو آفت آگئی ۔"

سراج ۔" مگر بھائی صاحب یہ تو منہ میں رکھنے کی چیز ہے ۔ دوسرے کیا معلوم آپ کے فٹ بھی آئیں گے یا نہیں ۔"

قاضی جی ۔" یہ میں دیکھ چکا ہوں ۔ اسی وقت منہ میں لگا کر دیکھ لئے تھے ۔"

بیوی ۔" تھو ہے ۔ سچ مچ اب تو تمہارا دماغ بہت بہکنے لگا ہے ۔ ایسے ہی پڑے ہوئے دانت نہ ان کو گرم پانی میں بھگویا نہ دھویا اور اٹھا کر منہ میں رکھ لئے خدا کے لئے جا کر کلی کرو ۔ منہ صاف کرو اور پھینکو یہ آخور ۔"

(دروازے پر دستک)

قاضی جی ۔" اچھا بھائی اچھا ۔ وہ آ گیا قالین ۔ میں ابھی لایا ۔ بلکہ ۔ بلکہ ۔ مگر ہاں تم تو مزدور سے پردہ کرو گی ۔ میں خود ہی لاتا ہوں ۔"

بیوی ۔" سچ مچ ان کو کیا ہوتا جا رہا ہے روز بروز ۔"

زبیدہ ۔" اس بات پر تو چاہے لڑائی ہو جائے ۔ یہ دانت تو آپ چھپا ہی لیں ۔"

بیوی ۔" لاؤ تم مجھ کو اٹھا دو ۔ میں تو ہرگز یہ دانت نہ لگانے دوں گی ۔ آج ہی کنوئیں میں ڈلوائے دیتی ہوں ۔"

سراج ۔" تا کہ کنوئیں کا پانی بھی پینے سے جی متلائے ۔ مجھ کو دیجئے میں اچھال آؤں گا کہیں ۔"

قاضی جی ۔ " (قالین لاتے ہوئے) ہاں جناب اب ملاحظہ ہو اور کھولئے ہاں
اب دیکھئے ۔بس یہ ذرا سا جلا ہوا ہے باقی بالکل نیا معلوم ہوتا ہے ۔"
سراج ۔ " دیکھئے آپا۔ اتفاق سے یہ وہی چیز آگئی جس کا ذکر صبح سے ہو
رہا ہے ۔ یہ دیکھئے ہمارے پاکستان ہی کے پٹ سن کا بنا ہوا
ہے ۔ پٹ سن ہمارا اور ہم ہی چونکہ اس صنعت سے بے بہرہ ہیں
لہذا فائدہ اٹھائیں گے دوسرے ۔"
قاضی جی ۔ " کیا مطلب ۔ میں سمجھا نہیں آپ کیا فرما رہے ہیں ۔"
زبیدہ ۔ " بھائی جان ذکر ہو رہا تھا بین الاقوامی اسلامی اقتصادی کانفرنس
کا ۔"
قاضی جی ۔ " کیا کیا کیا ۔ یہ تم کیا کہہ گئیں قوامی سلامی نامی گرامی ۔ ارے بھئی
یہ کس زبان میں کیا ارشاد کر گئیں ۔ بخدا میرے کچھ پلے نہیں پڑا "
سراج ۔ " بھائی صاحب آج ہم لوگ کراچی کی اُس بین الاقوامی اسلامی
اقتصادی کانفرنس کا ذکر کر رہے تھے جس میں پاکستان کے علاوہ
پندرہ اسلامی ممالک کے نمائندے شریک ہوئے ہیں ۔"
قاضی جی ۔ " صاحب آپ لوگ حواسوں میں ہیں یا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں
عجیب عالم ہے آپ لوگوں کا ۔ دکھا رہا ہوں میں قالین اور گفتگو کر رہے
ہیں آپ کراچی اور ٹمبکٹو کی ۔ ذکر ہے اس قالین کا اور آپ کہہ رہے
کانفرنس کے متعلق کچھ ۔ وہی مثل کہ ۔ ؎

دیکھا جو حسنِ یار طبیعت مچل گئی

بلکہ ۔ بلکہ ــــــ "
بیوی ۔ " کیا یہ برمحل مصرع پڑھا ہے ۔ کتنی ڈھنگ کی بات کی ہے تم نے ۔"
قاضی جی ۔ " وہ تو میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ ۔ ؎

پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی

اور کہہ گیا رات کے مشاعرے کا مصرع طرح۔ مگر آپ لوگ بھی تو اسی قسم کی بے سروپا باتیں کر رہے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں اس قالین کا کیا تعلق ہے کسی کانفرنس سے۔"

سراج۔" بھائی صاحب۔ بات یہ ہے کہ کراچی میں بین الاقوامی اسلامی اقتصادی کانفرنس جو ہو رہی ہے۔ اس میں ہمارے وزیر اعظم نے افتتاحی تقریر کرتے ہوئے یہی بات کہی ہے کہ ہمارے ذرائع سے فائدہ دوسرے اُٹھاتے ہیں۔ چنانچہ اس قالین کو دیکھ کر مجھے یاد آگیا کہ یہ بھی پاکستانی پٹ سن کا بنا ہوا ہے مگر بنایا ہے دوسرے ملک نے۔ لہذا فائدہ وہ مُلک اُٹھائے گا۔"

قاضی جی۔" ماشاءاللہ۔ خدا آپ کو غریقِ رحمت کرے۔"

بیوی۔" توبہ۔ دُور پار۔ اللہ نہ کرے۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔"

قاضی جی۔" میرا مطلب تھا تم پر رحمت خُدائی۔ تو گویا یہ پٹ سن کا ہے۔ ذرا چشمہ لگا کر دیکھئے بندہ نواز۔"

زبیدہ۔" پٹ سن تو ہے ہی صاف۔"

قاضی جی۔" چھوڑو تم اِسے۔ آئی ہیں وہاں سے پٹ سن لیکر۔ قالین نہ ہوا چنے بھرنے کا بورا ہو گیا۔ مونج کی چٹائی ہو گئی۔ ٹاٹ کا فرش ہو گیا تمیز ہے نداردکمندِ ہوا۔ جو جی میں آیا فرما دیا۔ اندھے کی داد نہ فریاد اندھا مار بیٹھے گا۔"

سراج۔" بھائی جان آپ یقین جانیئے یہ پٹ سن ہی ہے۔ اس کی صنعت کو دوسرے ممالک نے ترقی دے کر اس نفاست تک پہنچا دیا ہے۔ کہ اب اس کے قالین تک بن بن کر آرہے ہیں۔ اور ہم جو پٹ سن پیدا کرتے ہیں اس صنعت سے بالکل نا آشنا ہیں۔"

قاضی جی۔" جی چاہتا ہے کہ میں اپنا سر پھوڑ لوں۔ اب میں ہزار مرتبہ مر کر بھی

زندہ ہو جاؤں تو بھی آپ حضرات کو یقین نہیں دلا سکتا کہ یہ پٹ سن نہیں اُون ہے۔ آٹھ روپے میں مل جو گیا ہے تو اس کی یہ قدر ہو رہی ہے۔ ہم نے زندگی بھر قالین پر گھسے ہیں اور ہم سے کہا جا رہا ہے کہ یہ پٹ سن ہے۔"

بیوی۔ "چلو پٹ سن نہ سہی وہ اُون سہی۔ ریشم سہی۔ خدا کے لئے کسی طرح یہ چرخہ ختم تو کرو دماغ بھنّا کر رہ گیا۔"

قاضی جی۔ "ہائے ری آپ کی نازک دماغی۔ دماغ میں بھرا ہوا ہے پٹ سن اور عالم یہ کہ ؎

سرہانے میرؔ کے کوئی نہ بولو   ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

دماغ بھنّا گیا ہے ان کا۔ اچھا تمہیں میری قسم کیسا ہے یہ قالین۔"

بیوی۔ "بہت اچھا۔ بہت عمدہ۔ بہت نفیس۔ بہت اعلیٰ۔ بہت قیمتی"

قاضی جی۔ "مذاق میں تو نہیں کہہ رہی ہو۔ اچھا اب اس کو میرے خیال میں اندر کے کمرے میں بچھا دو۔ میں آج ہی کل میں صوفہ سٹ بھی لے آؤنگا۔ پھر جو کوئی آئے گا اس سے اسی کمرے میں ملا کریں گے ذرا شان سے"

بیوی۔ "اندر کے کمرے میں قالین بچھا دوں تو مرغیاں کہاں بند ہوں گی"

قاضی جی۔ "تو بھئی صحن میں تو بچھ نہیں سکتا۔ اچھا ٹھیک ہے میں اس کو باہر بیٹھک میں بچھائے دیتا ہوں۔ تم بھی کبھی کبھی آکر بیٹھ سکتی ہو میں منع نہیں کرتا۔ مگر ذرا جوتیاں پہن کر آپ لوگ اس پر نہ پھریں اور نہ قالین اس لئے ہوتے ہیں کہ ان پر بیٹھ کر دال چاول چنے جائیں اور گیہوں صاف ہوں۔"

بیوی۔ "تو کون کہہ رہا ہے تمہارے قالین پر گیہوں صاف۔ لے جاؤ نگوڑے کو باہر بیٹھک میں۔"

قاضی جی۔ "اتنا قیمتی قالین اور فرما رہی ہیں اس کو نگوڑا۔ بھئی میں تو اب

روزہ جایا کروں گا نیلام میں۔ دانت بھی۔ ارے بھئی دانت کہاں گئے ابھی تو میرے ہاتھ میں تھے۔"

زبیدہ۔" خود ہی آپ کہیں رکھ کر بھولے ہوں گے۔"

قاضی جی۔" دانتوں ہی کی تو بات ہو رہی تھی۔ جب مزدور قالین لے کر آیا ہے بھئی ذرا دیکھو تو ادھر اُدھر ساٹھ روپے میں بنتی ہے پلیٹ کہیں وہ مزدور تو نہیں لے گیا۔ میرا خیال ہے وہی لے اُڑا۔ ذرا سراج میاں تم گول کرو اس قالین کو میں دوڑتا ہوں اس مزدور کے پیچھے۔ خدا کرے مل جائے۔ میں نے کہا سنتی ہو تم لوگ گھر میں دیکھو اِدھر اُدھر نہایت قیمتی تھے وہ دانت۔

(قاضی جی تشریف لاتے ہیں)

قاضی جی۔" ارے بھئی یہ کون جا رہا ہے۔ کس کے لئے تانگہ کھڑا ہے یہ کس کا سامان باہر رکھا ہوا ہے۔ اور۔ آپ کی تعریف ؟"

منظور۔" آداب عرض خالو جان۔"

بیوی۔" غضب کرتے ہو تم بھی۔ منظور کو بھی نہیں پہچانے۔"

قاضی جی۔" کیا نام بتایا۔ منظور؟ صورت جانی پہچانی ضرور ہے۔ یاد پڑتا ہے کہیں دیکھا بھی ہے۔ اچھا۔ اچھا۔ اب پہچان گیا۔ نسیمہ کے دولہا تو نہیں ہیں۔"

بیوی۔" لو اور سنو۔ اتنا سا لڑکا نسیمہ کا دُولہا ہوگا۔ جو بات کرینگے ایسی ہی لاجواب کریں گے۔"

زبیدہ۔" بھائی جان یہ نسیمہ آپا کے صاحبزادے ہیں۔ یعنی منصور بھائی کے لڑکے۔"

قاضی جی۔ "اب میں کیا عرض کروں۔ باپ بیٹے میں اس قدر مشابہت ہے کہ میں تو میں یہ دونوں آپس میں دھوکہ کھا سکتے ہیں۔ بھئی اس لڑکے کو تو میں نے بہت چھوٹا سا دیکھا تھا۔ یہ اتنا بڑا کیسے ہو گیا۔"

بیوی۔ "تو کیا وہ بڑھتا نہیں۔ تم کو دیکھے ہوئے بھی تو ایک زمانہ ہو گیا۔"

قاضی جی۔ "کہو برخوردار اب کیا حال ہے تمہارے ضعفِ معدہ کا۔"

منظور۔ "جی کیا فرمایا۔ ضعفِ معدہ؟"

بیوی۔ "توبہ ہے یا تو کوئی بات یاد نہیں آتی۔ یا اب یاد آئی ہے تو برسوں کی بات۔ جب تم چھوٹے سے تھے اب سے دور تم کو معدے کی شکایت رہا کرتی تھی۔"

قاضی جی۔ "میرے حافظہ کی داد دو۔ معلوم ہوتا ہے جیسے ابھی کل کی بات ہے۔ کہ یہ صاحبزادے ایک ایک نوالے کے لئے بھنکا کرتے تھے۔" بہرحال اب تو افاقہ ہے نا۔"

بیوی۔ "خدا نہ کرے کہ تیرہ چودہ برس کے بعد بھی وہی ہو۔ اب تو ماشاء اللہ اس نے انٹرنس بھی پاس کر لیا ہے۔"

قاضی جی۔ "اچھا اچھا۔ ارے بھئی ماشاء اللہ چشم بد دور۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ لڑکا ہونہار ہے ہمارے خاندان میں یوں تو عموماً لوگ قابل ہوتے ہیں اور بڑے بڑے عالم۔ فاضل گزرے ہیں مثلاً خدا بخشے چچا امجد۔ ٹڈل پاس تھے مگر اس نئی پود میں ابھی بچے نے یہ امتحان پاس کیا ہے۔ تو اب کیا ارادہ ہے برخوردار۔"

منظور۔ "کالج میں داخلہ کے لئے آیا تھا۔"

زبیدہ۔ "منصور بھائی کا ارادہ ہے ان کو ڈاکٹر کرانے کا۔"

قاضی جی۔ "ڈاکٹر؟ ہے تو اچھا خیال۔ مگر مجھ سے پوچھو تو جو بات حکیم بننے میں ہے وہ ڈاکٹر بننے میں نہیں (دروازے پر دستک) دیکھنا بھئی

کون ہے غالباً تانگے والا ہے (بلند آواز سے) ارے بھئی کون ہے"۔

اجمل۔ "میں ہوں اجمل۔"

قاضی جی۔ "آیئے تشریف لایئے۔

بڑی دیر کی مہرباں آتے آتے

کیوں حضت اب آپ کے گیارہ بجے ہیں۔ مگر نہیں ابھی تو پونے گیارہ ہیں۔ بہرحال آپ سے ملئے۔ یہ صاحبزادے میرے گویا۔ ہمزلف ایں۔ ہاں ٹھیک ہے ہمزلف ہی تو ہوئے تو گویا یہ میرے ہمزلف کے برخوردار اور آپ کی بھابی صاحبہ کی ہمشیرہ محترمہ کے بیٹے ہیں گویا یوں سمجھئے کہ یہ میری بیوی اور یہ میری بیوی کے بہنوئی کی بیوی کے صاحبزادے۔"

بیوی۔ "توبہ ہے تم سے بھی۔ بس بھانجے کہدو بات ختم۔"

قاضی جی۔ "اب بتایئے اجمل میاں میں ان کو کیونکر سمجھاؤں بھانجہ تو انسان ماموں کا بھی ہو سکتا ہے حالانکہ ان صاحبزادے کے سلسلہ میں ماموں بیچارے کا کوئی قصور ہی نہیں۔ دوسرے کیا کہنا ہے حضرت ماموں صاحب قبلہ کا، صاحب میں نے ایسا درویش صفت بزرگ دیکھا ہی نہیں پانچوں وقت کی نماز کے ایسے پابند کہ بس جیل میں نمازیں البتہ چھوٹی ہوں گی ورنہ ـــــ"

اجمل۔ "جی کیا فرمایا جیل میں۔"

بیوی۔ "اب دیکھئے ان کا قصہ لے دوڑے۔ اجمل بھائی وہ ایک رشتہ کے ماموں تھے۔ خدا ان کی روح کو نہ شرمائے بڑے بنے ہوئے تھے، اُلٹے سیدھے تعویذ دیا کرتے تھے۔ زیوروں کو دوگنا کرنے کی کرامات دکھانے میں سزا ہو گئی تھی۔"

قاضی جی۔ "تو گویا آپ کے خیال میں مقدمہ سچا تھا۔ ارے کیوں اُن بیچارے

پر تہمت رکھ رہی ہو۔ بڑے پہنچے ہوئے بزرگ تھے۔ میں آپ سے عرض کروں
اجمل میاں کہ یہ قصہ تھا کچھ حریفانہ ایک اور تھے ان کے ہمعصر جھنجھٹ شاہ
انہوں نے مخبری کر کے ان بیچارے کو پکڑوا دیا تھا حالانکہ پہلے دونوں شریک
تھے اس کاروبار میں۔"

زبیدہ۔" تو اس وقت اُن کا ذکر ہی کونسا تھا۔ اللہ نہ کرے وہ ہمارے عزیز
ہوں۔ ذکر تو تھا اِن کا۔"

بیوی۔" اجمل بھائی یہ میرے بھانجے میاں منظور انٹرنس پاس کر کے یہاں کسی کالج
میں داخل ہونے کو آئے ہیں۔"

اجمل۔" بڑی خوشی کی بات ہے۔ کیا کورس لینے کا ارادہ ہے آپ کا۔"

منظور۔" میڈیکل سائنس لینے کا ارادہ ہے۔"

اجمل۔" ماشاء اللہ۔ بڑا اچھا فیصلہ ہے۔ اِس وقت ہم کو ایسے ہی نوجوانوں کی
ضرورت ہے۔ جو اپنے کو اپنے ملک کے لئے سنواریں۔"

قاضی جی۔" بھئی کچھ مجھے بھی تو سمجھاؤ میری سمجھ میں تو کچھ آپ لوگوں کی گفت و شنید
آ نہیں رہی ہے انہوں نے کیا کہا کہ ان کا کیا ارادہ ہے اور آپ نے
کیا اس پر ماشاء اللہ کہہ کر داد دے دی۔"

زبیدہ۔" بھائی جان ان کا ارادہ ہے۔"

قاضی جی۔ بھئی للہ تم ہر بات میں پٹ سے نہ بولا کرو۔ یہ تعلیمی مسئلہ ہے۔
اس میں ہر ایک دخل نہیں دے سکتا گر تم اپنی عادت سے مجبور ہو بولو گی
ضرور۔ کوئی پوچھے کہ جناب کونسی نصاب تعلیم واقع ہوئی ہیں کہ بغیر آپ
کے بولے گویا تعلیمی نظام میں ابتری واقع ہو جائے گی۔ نہ آپ اسکول
میں پڑھیں نہ کالج میں۔ مولوی صاحب سے پڑھتی تھیں۔ دوسری ریڈر ختم کی تھی
کہ وہ چل بسے۔"

اجمل۔" خیر میں عرض کرتا ہوں قاضی جی یہ بچہ انٹرنس پاس کر کے کالج میں داخل

ہونے والا ہے اور کالج میں بجائے فارسی پڑھنے کے سائنس پڑھے گا۔"

قاضی جی۔ "بس یہی غلط ہے۔ فارسی سے زیادہ شیریں۔ اور میٹھی۔ مگر میٹھی اور شیریں تو ایک ہی بات ہوئی۔ ارے بھئی وہ کل شیرینی آئی تھی۔ میلاد شریف کے حقّہ کی وہ ہم کو تو ملی ہی نہیں۔"

زبیدہ۔ "چار تھیں کھجوریں اور نام شیرینی۔"

قاضی جی۔ "تو خیر میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جو بات فارسی زبان میں ہے وہ کسی اور زبان میں ممکن ہی نہیں۔ میں آپ سے عرض کروں اجمل میاں کہ دادا جان جنّت مکانی فارسی کے بہت بڑے عالم اور شاعر تھے۔ جس وقت فارسی بولنے پر آجاتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ ایرانی قالین بچھاتے چلے جا رہے ہیں۔"

اجمل۔ "سمجھ میں نہیں آئی قاضی جی یہ تشبیہ۔"

بیوی۔ "بس ایرانی کی وجہ سے ایرانی قالین ہی کہہ دیا۔"

قاضی جی۔ "جی نہیں بلکہ جو نرمی۔ جو لوچ۔ جو نفاست۔ جو گلکاری اور جو رنگینی ایرانی قالینوں کے لئے مخصوص ہے وہ سب ان کی گفتگو میں ملتی تھی بڑے بڑے ایرانی ان کا لوہا مانتے تھے۔ بلکہ ایک لوہے کا سوداگر تو ان کا شاگرد بھی تھا شاعری میں حالانکہ کمبخت شعر کیا کہتا تھا ہتھوڑے کہتا تھا۔"

اجمل۔ "کیا کہنا ہے اس ہتھوڑا گوئی کا۔ لوہا مانتے تھے بلکہ لوہے کا سوداگر شاگرد تھا اور وہ ہتھوڑے کہتا تھا۔ واہ وا واہ۔"

قاضی جی۔ "اب یہ اندازِ گفتگو اسی ادبی محفل کی یادگار ہے۔ ارے صاحب دادا جان کی محفل میں تو دن رات بس یہی علمی بحثیں چلتی تھیں اور حقّہ چلتا تھا ارے بھئی وہ ہمارا حقّہ کیا ہوا۔ نہ جانے تم کو میرے حقّے سے کیا بیر ہے کہ ہر دوسرے تیسرے دن اس کو غائب کر دیا جاتا ہے۔"

بیوی "لیجئے اب حقہ یاد آگیا۔ کبھی جو تم ڈھنگ سے کوئی بات ہونے دو۔"
قاضی جی: "حقہ کیسے یاد نہ آئے تم اصل میں حقہ کے فوائد سے کماحقہ، آگاہ
نہیں ہو۔"
اجمل۔ "کیا کہنا ہے قاضی جی حقہ اور کماحقہ،۔"
قاضی جی: "ارے بھئی ذرا اطمینان ہو تو ایسی ایسی بے شمار باتیں کر سکتا ہوں۔
اب دیکھئے اجمل میاں زندگی بھر کا تجربہ یہ ہے کہ حقہ پینے والا اول تو
بوڑھا نہیں ہوتا۔ دوسرے اس کے یہاں چوری نہیں ہو سکتی تیسرے اس کو
کتا نہیں کاٹ سکتا۔"
بیوی۔ "بوڑھا اس لئے نہیں ہو سکتا کہ جوانی ہی میں مر جاتا ہے۔ چوری اس لئے
نہیں ہو سکتی کہ رات بھر کھانستا ہے اور کتا اس لئے نہ کاٹتا ہو گا کہ بغیر
لاٹھی لئے وہ چل ہی نہ سکتا ہو گا۔"
اجمل۔ "کیا کہنا ہے بھابی کمال کر دیا آپ نے تو۔ ماشاء اللہ۔"
قاضی جی۔ "قائل ہو گئے صاحب ہم بھی۔ یہ تو نظر اتارنے والی بات ہے میں
کہتا ہوں جینے والی باتیں کیا کرو۔ میں سچ کہتا ہوں اجمل میاں کہ یہ تو ایسی
ذہین عورت ہے کمبخت۔"
بیوی۔ "ہوں گی میں کمبخت ہوتی واہ۔"
قاضی جی: "لیجئے اب ان کو سمجھایئے کہ اس لفظ کمبخت میں کتنا پیار بھرا ہوا ہے
اس روز میں نے دلار میں بدتمیز کہہ دیا تو برا مان گئیں۔ دماغ کے
بعض خانوں میں تو سوائے گھاس پھوس کے اور کچھ ہے ہی نہیں اور
بعض خانوں میں عقل ہی عقل ہے۔"
زبیدہ۔ "تو یہ ہے اب اس بیچارے کا قصہ تو طے کیجئے کہ یہ کس کالج میں داخل
ہو گا۔"
اجمل۔ "بات یہ ہے زبیدہ بہن کہ اس مرتبہ سائنس لینے والے طالب علموں

کی تعداد بہت زیادہ ہے اس لئے میں ذرا کل پوچھ گچھ کر لوں تو بتاؤں
بہرحال یہ طے ہے کہ میڈیکل سائنس پہ ضرور نہیں۔ اس وقت ملک کو واقعی
ڈاکٹروں۔ انجنیروں اور دوسرے سائنسدانوں کی بیحد ضرورت ہے "
قاضی جی۔ " پھر وہی۔ ارے صاحب خدا کے واسطے مجھے یہ بتا دیجئے کہ اچھی
خاصی فارسی چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ ارے بھئی اپنی اسلامی زبانوں
میں سے ایک زبان وہ بھی ہے۔"
اجمل۔ " قاضی جی فارسی وہ ضرور پڑھیں مگر فارسی کالج کے باہر رہ کر بھی پڑھی
جا سکتی ہے مگر سائنس کی طرف سے بے نیاز رہ کر ہمارے نوجوان جو
کل کے ذمہ دار پاکستانی ہیں زمانے کے ساتھ قدم ملا کر نہیں چل سکتے
یہ مشینوں کا زمانہ ہے یہ بجلی اور شعاعوں کا زمانہ ہے یہ سائنس کا
زمانہ ہے ہم اس میدان میں سائنس پر فتح حاصل کئے بغیر نپپ نہ
سکیں گے۔"
قاضی جی۔ " معلوم نہیں بندہ نواز آپ کیا فرما گئے مشین۔ بجلی۔ شعاع۔ میں تو
یہ کہہ رہا تھا کہ یہ جس خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ اُس میں عربی، فارسی اور
اُردو کو بڑا عروج رہا ہے اگر یہ فارسی میں مہارت حاصل کر لیں تو۔"
بیوی۔ " پھر وہی۔ سمجھو نہ بوجھو۔ فارسی وہ پہلے سے ضرورت بھر کی پڑھے
ہوئے ہے تم کو معلوم بھی ہے کہ آجکل سائنس جاننے والوں کی جتنی
مانگ ہے اور وہ جس قدر مفید ہو سکتے ہیں قومی تعمیر میں اور کوئی نہیں
ہو سکتا۔"
قاضی جی۔ " شاباش۔ زندہ باد۔ اب گویا جناب کو سائنس میں بھی دخل ہو گیا۔
بھئی قسم لے لو مجھ سے جو مجھ کو یہ بھی معلوم ہو کہ یہ سائنس کوئی کتاب
ہے۔ یا کوئی جزیرہ ہے یا کوئی جنگلی بوٹی وغیرہ ہے۔ اور یہ قومی تعمیر
کیا ہوتی ہے گویا یہ سائنس پڑھ کر معماری شروع کر دیں گے۔"

اجمل:- "جی ہاں قاضی جی معمار ہی۔ یہ قوم کے لئے ترقیوں کے اسباب فراہم کرنے والے۔ یہ قوم کے دُکھ درد کا علاج کرنے والے یہ اپنی معلومات اور صلاحیت سے قوم کو تقویت پہنچانے والے سب قوم کے معمار ہی تو ہیں اور اس وقت قومی تعمیر کا جو مرحلہ درپیش ہے اس میں ہم کو ان ہی جواں ہمت معماروں کی ضرورت ہے"۔

قاضی جی:- "جاؤ برخوردار تمہارا نام منظور ہے لہٰذا تم فیض کے اسباب بناؤ بقول شاعر ؎

نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا

پُل بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا

منظور:- "دیکھئے نانا قاضی جان۔ قیام پاکستان کے بعد ہمارے یہاں ہر شعبہ میں سائنسدانوں کی کمی ہے۔ ہم کو جتنے ڈاکٹروں کی ضرورت ہے اتنے نہیں ہیں۔ جتنے انجینئر ہونا چاہئیں، نہیں ہیں۔ نرسیں نہیں ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے سائنس کی طرف کم توجہ کی تھی۔ اور ہم صرف سرکاری نوکریاں کرنے کو اپنی معراج سمجھتے تھے"۔

قاضی جی:- "خوب یاد دلایا تم نے برخوردار۔ ارے بھئی وہ معراج میاں نے جو گھوڑا خریدا تھا وہ تو کمبخت سخت اڑیل نکلا کل وہ حضرت مجھ کو اس کی چال دکھانے کے لئے تانگے پر لے گئے تھے نہر کے کنارے جاکر جناب اس گھوڑے نے وہ رنگ دکھائے ہیں کہ توبہ بھلی لاکھ چمکارا۔ ہنٹر برسائے۔ تھپتھپایا۔ لگام کھینچی مگر قلب از جا نمی جنبد مجبوراً میں تو پیدل چلا آیا واپس اب معلوم نہیں وہ حضرت اب تک وہیں ہیں یا چلے آئے"۔

بیوی:- "خیر وہ تو ہوا نہ جانے گھوڑے موئے کا کیا ذکر تھا اس وقت بات کو کھٹائی میں ڈالنے کا فن تو کوئی تم سے سیکھے"۔

قاضی جی۔" لاحول ولا قوۃ۔ برسبیل تذکرہ ایک ذکر میں نے کر دیا تھا اس گھوڑے کا اور وہ بھی اس لئے کہ وہ حضرت پہلے بہت اکڑے تھے کہ صاحب بھلا میں دھوکہ کھا سکتا ہوں گھوڑے کے معاملہ میں حالانکہ میں نے اُن سے کہا تھا کہ عزیز من گھوڑا شناسی کوئی آسان کام نہیں ہے اجمل میاں آپ سے عرض کروں ۔"

بیوی ۔" اب ختم نہ کرنا اس گھوڑے کے ذکر کو ۔ وہ بھی تمہاری باتیں سُن سُن کر ہنس رہا ہے۔

قاضی جی۔" خیر وہ تو بچہ ہے میری باتوں پر اکثر ناسمجھ لوگ ہنسا کرتے ہیں۔ اچھا تو خیر۔ مطلب یہ کہ عزیزم سلمہٗ ویسے تم کو اختیار ہے تم خواہ ڈاکٹری پڑھو یا سول سرجنی مگر فارسی میں مجھ سے بھی جو کچھ حاصل کر سکتے ہو کر لو ۔"

بیوی ۔" کس سے ؟ تم سے ۔ اللہ نہ کرے کوئی تم سے کچھ پڑھے ۔ بھیجہ ہی کھا جاؤ پڑھنے والے کا ۔"

قاضی جی ۔" خیر یہ تو تم مذاق میں کہہ رہی ہو مگر واقعی کسی دن بھیجہ تو کھلاؤ۔ مدتیں گذریں بھیجہ کھائے ہوئے۔ اجمل میاں کل ہم دونوں چلیں مارکٹ اور وہاں سے لائیں اعلیٰ درجے کے بھیجے اور پھر رہے ذرا دعوت کے قسم کی چہل پہل ۔ کیا رائے ہے ۔"

زبیدہ ۔" جاؤ میاں تم ہاتھ منہ دھو لو جب سے آئے ہو یوں ہی بیٹھے ہو۔"

قاضی جی ۔" ارے بھئی منہ ہاتھ دھونا کیا معنی حمام کر لو تولیہ البتہ وہاں نہ ہوگا میں صبح لئے ہوئے باہر چلا گیا تھا ۔"

بیوی ۔" بس تو اب باہر سے کوئی اڑا بھی لے گیا ہوگا ۔"

قاضی جی ۔" تولیہ نہ ہوا ہوائی جہاز ہو گیا اڑا لے گیا ہوگا ۔ ابھی لایا میں برخوردار جب تک تم منہ دھو لو ۔ صابن دان میرے تکیہ کے نیچے ہوگا ۔"

(قاضی جی سخت برہم اور پریشان گھر میں داخل ہوتے ہیں)

قاضی جی ۔" آنکھ کے اندھے نام نین سکھ ۔ اللہ تعالیٰ نے بچا یا اس وقت
ورنہ کسر ہی کیا رہ گئی تھی آدمی کے بلبلا ہونے میں ۔"

بیوی ۔" آدمی کے بلبلا ہونے میں ؟ بات کیا ہوئی ۔"

قاضی جی ۔" ارے بھئی وہ ہے نا ۔ ع

آدمی بلبلا ہے پانی کا

تو وہ بات آج پوری ہونے ہی والی تھی۔ خدا کا شکر ادا کرو ورنہ آج روانہ ہو گئے تھے تمہارے سہاگ کے ٹھیکیدار صاحب جانب ملک عدم ۔ اور کل بجائے بقر عید ہونے کے اس گھر میں کہرام مچا ہوتا یہ سہاگ کی چوڑیاں ٹھنڈی ہو رہی ہوتیں، اس لہریئے دوپٹہ کی جگہ سفید چادر سر پر ہوتی ۔ ان سرمگیں آنکھوں میں آنسو ہوتے ۔ اور لب لعلیں پر آہیں ۔"

اجمل ۔" لاحول ولا قوۃ ۔ اس قسم کی باتیں خدا جانے آپ کیوں کر لیتے ہیں"

زبیدہ ۔ "بھائی جان کی ہمیشہ کی عادت ہے اس قسم کی منحوس باتیں کرنے کی ہے۔"

بیوی ۔ "جلانے کے لئے جان بوجھ کر ایسی باتیں کرتے ہیں۔ اور ہیں نے کہا وہ بکرا کہاں ہے جو بڑے دعوے سے لینے گئے تھے۔"

قاضی جی ۔ "لیجئے ان کو بکرے کی پڑی ہوئی ہے یہ نہیں پوچھتیں کہ میں کیونکر زندہ رہ گیا۔ صاحب مجھ کو تو معجزہ سا محسوس ہو رہا ہے اپنا بچ جانا۔ دیر تک تو میں یہی سمجھتا رہا کہ موت واقع ہو چکی ہے بمشکل تمام ایک صاحب نے قسمیں کھا کر یقین دلایا کہ میں زندہ ہوں۔ آدمی وہ معتبر تھے اس لئے یقین آگیا ورنہ مر تو چکا ہی تھا۔"

اجمل ۔ "ہوا کیا آخر قاضی جی۔"

قاضی جی ۔ ارے صاحب ہوا یہ کہ میں بکر منڈی سے نکل کر گھر آنا چاہتا تھا میں نے کہا کہ لاؤ ذرا جلدی گھر پہنچ جاؤں۔ سپاہی ہاتھ اٹھائے راستہ روکے کھڑا تھا میں اس کی نظر بچا کر چپکے سے آگے بڑھا ہی تھا۔ کہ آسمان نیچے اور زمین اوپر اور معلوم یہ ہوا کہ وہ سپاہی میری ٹانگوں سے ہوتا ہوا نکل کر اپنی جگہ پھر کھڑا ہو گیا۔ اور میں نے دیکھا کہ ایک صاحب کالے بھجنگ ڈھوسے ڈھو، مع اپنی بائیسکل کے میرے اوپر تشریف رکھتے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ ظاہر ہے کہ یہ موت کے فرشتے ہیں کلمہ پڑھ کر میں نے جان آفریں کو جان سپرد کر دی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!!

زبیدہ ۔ "اللہ نہ کرے بس ہوا یہ ہے کہ کسی سائیکل سوار سے ٹکرا گئے ہیں۔"

قاضی جی ۔ "ارے صاحب بات تو سنئیے پوری مجھ سے۔ اب جناب میں تو آنکھ بند کئے پڑا ہوں بیچ سڑک پر اور آوازیں آرہی ہیں کان میں کہ بیہوش ہو گیا ہے بڈھا۔ کسی نے کہا دماغ کی چوٹ معلوم ہوتی ہے۔

ایک آواز آئی غلطی ابھی کی تھی کسی نے کہا کمبخت راستہ چلنا بھی تو نہیں جانتے۔ ایک صاحب نے کہا بڈھا آدمی تھا موت ڈھونڈھتا نکل آیا۔"

بیوی۔ "خاک اس کے منہ میں۔ مگر سچ مچ بال سفید کر لئے اور راستہ چلنا نہ آیا۔"

قاضی جی۔ "تم کو تو بالوں کی سفیدی کا طعنہ دینے کا موقع ملنا چاہیئے راستہ چلنا مجھ کو نہیں آیا یا اس آنکھ کے اندھے کو جو عمارت کی عمارت میرے اوپر آ گرا اجمل میاں یہ سمجھ لیجیے کہ اگر پرانی کھلائی پلائی نہ ہوتی اور ہڈیاں ایسی ہی مضبوط نہ ہوتیں۔ تو جو پہاڑ مجھ پر پھٹ پڑا تھا۔ اس کے بعد مجھ کو چٹنی ہو جانا چاہیئے تھا ہڈی پسلی سرمہ ہو جاتی آنکھوں میں نور نہیں اور چلے ہیں سائیکل چلانے۔"

بیوی۔ "مگر غلطی اس کی بھی کیا تھی تم آخر کیوں اس کے بیچ میں آ گئے۔"

قاضی جی۔ "دیکھ لیجیے اجمل میاں اب ان کی باتیں۔ شوہر کے مقابلہ میں ایک اجنبی۔ نادیدہ سائیکل سوار کی طرفداری ہو رہی ہے جس سے جان نہ پہچان جس کو نہ دیکھا نہ سنا۔ بس یہی اس کا احسان ہے کہ چونکہ اس نے ان کے میاں کو اٹھا کر سر راہ پٹخنی دی ہے۔ لہذا اس سے بڑا ان کا محسن اور کون ہو سکتا ہے اور اگر اتفاق سے میں بچ نہ جاتا تو یہ گھی کے چراغ جلاتیں اور زندگی بھر دیوتا بنا کر اس کالے دیو کو پوجتیں۔"

بیوی۔ "آگ لگے اس کی صورت کو۔ میں تو یہ کہہ رہی ہوں کہ غلطی تمہاری یہ تھی کہ جب سپاہی ہاتھ اٹھائے راستہ روکے ہوئے تھا تو تم کیوں آگے بڑھے۔"

قاضی جی۔ "بھئی یہ اتنا بڑا جرم تو نہ تھا کہ میں اٹھا کر پٹخ دیا جاتا یا مجھ کو اس قسم کی سزائے موت دے دی جاتی کہ بس قسمت ہی سے بچ گیا ورنہ

اب کی بقر عید میں بکرے کی جگہ قاضی جی کی قربانی ہو چکی ہوتی۔ ارے بھئی اجمل میاں یہ کیا غضب ہے کہ بکرے۔ مینڈھے اور دُنبے سب گویا سونے کے بھاؤ بک رہے ہیں۔ مجھ کو تو صاحب دام سُن سُن کر اختلاج ہونے لگا۔ ایک نہایت مرجھلے بکرے کو دیکھا جو کھڑا ہوا اونگھ رہا تھا اور جو غالباً بس صبح تک بغیر چھُری کا احسان لئے ہوئے قربان ہونے کا ارادہ رکھتا تھا۔ دام پوچھے تو ہوش اُڑ گئے نتیس روپے۔"

اجمل۔ "جی ہاں یہی دام ہیں میں خود اپنے یہاں پینسٹھ روپے کا مینڈھا لایا ہوں مگر وہ نہایت ڈیل ڈول کا ہے۔"

قاضی جی۔ "اجی ایسے عظیم المرتبت مینڈھوں کے تو میں نے خود دام نہیں پوچھے اس بکرے کے دام تو میں نے اس لئے پوچھے تھے کہ شاید وہ مفت میں ہی دے دے اس لئے کہ تھوڑی دیر کے بعد وہ یوں بھی مر جائے گا۔ اور اُس کی اٹھوائی دینا پڑیگی اُلٹی بکرے والے کو۔"

بیوی۔ "اچھا ہوا کہ وہ تم نہ لائے کیا میرے گھر کے لئے ایسے ہی مُردے رہ گئے تھے میں کیا کرتی مرا ہوا بکرا خرید کر۔"

زبیدہ۔ "جو آپ ہی مر رہا ہو اس کو گر مارا تو کیا مارا۔"

قاضی جی۔ "لیجئے ان کو اس نازک موقع پر شاعری سوجھ رہی ہے مگر میں یہ کہتا ہوں کہ میرے بس میں تو ہے نہیں ان داموں بکرا خریدوں اور خرید کر اس کو ذبح کر ڈالوں۔ یہ تو گویا خود اپنے کو ذبح کرنا ہوا۔ آدمی چادر دیکھ پیر پھیلاتا ہے۔ میری بساط سے باہر ہے گھوڑے کے داموں بکرا خریدنا میں آپ کو بتاؤں اجمل میاں کہ میرے یہاں کی بقر عید سارے شہر میں مشہور تھی ساٹھ ستر دُنبے۔ ایک آدھ اونٹ ہاتھی وغیرہ

بیوی۔ "ہائیں ہائیں۔ ہاتھی بھی تمہارے یہاں قربان ہوتا تھا۔"

قاضی جی ۔" ارے بھئی وہ اونٹ کے ساتھ زبان سے نکل گیا تھا ۔ مطلب
یہ کہ یہ اُس زمانے کا ذکر ہے جب روپیہ افراط سے تھا ۔ اور بکرے
کے داموں اونٹ مل جایا کرتے تھے ۔ آج کل تو ایک بکرے کو ذبح
کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک بائیسکل قربان کر دی جائے ۔"
اجمل ۔" بائیسکل سے جو آپ ٹکرائے ہیں تو اب رہ رہ کر بائیسکل یاد آ رہی
ہے ۔"
قاضی جی ۔" اجی میں تو گرا مگر اُن حضرت کی بائیسکل بھی اب نیلام ہی کے قابل
رہ گئی ہے ۔ کوئی پوچھے کہ جب تمہاری آنکھوں کی جگہ بٹن ٹکے
ہوئے ہیں تو تم سے کس نے کہا ہے بائیسکل چلانے کے لئے ،
اندھے ہو کر چلاتے ہیں بائیسکل ۔ اسی میں تو آئے دن لوگ زخمی
ہوتے اور مرتے رہتے ہیں ۔"
بیوی ۔" پھر وہی اب اگر میں کچھ کہوں گی تو کہیں گے کہ اس سائیکل سوار
کی طرفداری کرتی ہو قصور سراسر تمہارا تھا ۔"
قاضی جی ۔" بھئی کیا تھا قصور میرا ۔ فرض کر لو ۔ یعنی مانے لیتا ہوں ۔ بس تھوڑی
دیر کے لئے کہ میری یہ غلطی تھی ذرا سی کہ میں نے کہا کہ لاؤ میں سڑک
پار کر جاؤں جلدی سے تو بھی کیا یہ اُس سائیکل سوار کا فرض نہ تھا ۔
کہ وہ مجھ کو بچا کر چلتا ۔ یا گھنٹی بجا دیتا ۔ میرے تو کوئی گھنٹی لگی ہوئی تھی
نہیں کہ میں اس کو بچا کر آگے بڑھتا ۔ اندھا پن تو اس کا ہے کہ دیکھ
رہا ہے کہ میں گزر رہا ہوں اور پھٹ مرا مجھ پر ۔"
اجمل ۔" دیکھیئے قاضی صاحب اگر آپ بُرا نہ مانیں تو عرض کروں کہ اس کی غلطی
اس لئے نہیں تھی کہ وہ ٹریفک کانسٹیبل کے اشارے پر چل رہا تھا
اور اس کو یہ وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ اس اشارے کے خلاف ورزی
آپ اچانک اس طرح کر گزریں گے ۔"

بیوی۔ "افسوس تو یہ ہے کہ پاکستان کے نام سے اتنی بڑی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد بھی ہم لوگ اس قسم کی چھوٹی چھوٹی سی غیر ذمہ داریاں نہیں چھوڑتے"

قاضی جی۔ "ارے آمدنت باعثِ آبادیٔ ما۔ آ گیا اس میں بھی پاکستان کا ذکر بس یہی باتیں ہیں کہ آدمی کا خون کھولنے لگے۔ کوئی پوچھے اس میں آخر پاکستان کا کونسا ذکر تھا۔ ارے بھئی ایک سائیکل والے نے ایک نامعقول راہگیر کو۔ یعنی۔ یعنی۔ ایک معصوم راہگیر کو کچل دیا۔ ہوا ہی کرتے ہیں ایسے واقعات مگر یہ سمجھ میں نہ آیا کہ اس میں پاکستان کا کونسا ذکر تھا۔"

زبیدہ۔ "پاکستان کا ذکر یہ تھا بھائی جان۔"

قاضی جی۔ "تم چپ رہو جی۔ بڑی آئیں پاکستان کی وکیل بن کر۔ گویا پاکستان ہمارا تو ہے نہیں آپ ہی بڑی اجارہ دار ہیں پاکستان کی۔ جب دیکھو پاکستان۔ جب دیکھو پاکستان۔ پاکستان نہ ہوا دال بھات ہوگیا۔ تکیہ کلام ہوگیا۔ یہ بات وہ بات اور پاکستان۔ بتائیے مجھے اور قائل کیجئے مجھ کو کہ کیا ذکر تھا اس ذکر میں پاکستان کا۔"

اجمل۔ "دیکھئے قاضی جی غصہ کی بات نہیں۔ بس ذرا سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اب تک اس قسم کی بے قاعدگی اور بے ضابطگی پر کسی کی نظر بھی نہ پڑتی تھی اور نظر پڑتی بھی تو ہماری حیثیت ہی کیا تھی کہ کوئی ہمارا جائزہ لیتا۔ مگر اب ہمارا دعوےٰ یہ ہے کہ ہم دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کے معمار ہیں۔ اب ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ ہم دنیا کی پانچویں بڑی سلطنت کے مالک اور مختار ہیں۔ اب ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ ہم ایک ذمہ دار۔ آزاد اور زندہ قوم کے افراد ہیں۔"

قاضی جی۔ "لہذا اب ہم نہ بائیسکل سے ٹکرائیں گے۔ نہ کوئی بائیسکل ہم سے ٹکرائے گی۔ نہ ہم گریں گے کسی کے اوپر نہ کوئی اور گرے گا ہمارے اوپر"

بیوی۔" بیشک اب ہمارے لئے یہ شرمناک ہے کہ ہم سوچ سمجھ کر راستہ بھی نہ چل سکیں۔ اگر ہم کو سڑک پر چلنے تک کی تمیز نہ ہو تو ہم کو آزادی کا کوئی حق نہیں ہے۔ آزاد قوموں کے لوگ اس طرح ...."

قاضی جی۔" اس طرح نہیں گرتے گراتے بلکہ ان کا پروگرام پہلے سے چھپ جاتا ہے کہ چونکہ ہم ایک آزاد قوم کے فرد ہیں ایک مہذب ملک کے باشندے ہیں لہٰذا ہم نے طے کیا ہے کہ آج چار بج کر پندرہ منٹ پر بمقام چیرنگ کراس ایک سائیکل سے ٹکرا کر گریں گے شائقین جوق در جوق ہمارے گرنے کا تماشہ دیکھنے کے لئے جمع ہوں جو بات کہیں گے آپ لوگ دنیا سے نرالی کہیں گے ارے بھئی یہ تو ناگہانی حادثات ہیں ہوتے ہی رہتے ہیں۔"

زبیدہ۔" جی نہیں یہ ناگہانی حادثہ نہیں ہے۔"

قاضی جی۔" اور نہیں تو کیا گہانی حادثہ ہے کون جان بوجھ کر اپنا منہ تڑواتا ہے۔ کس کو اس بات کا شوق ہوتا ہے کہ لب سڑک ٹانگیں پسار کر لیٹ جائے اور کہے کہ لو بھئی سائیکل سوار صاحب از رہ الطاف کریمانہ ذرا اس ہیچمدان کو کچل دو۔"

اجمل۔" یہ دانستہ حادثہ اس لئے ہے قاضی جی کہ اگر آپ ٹریفک کے قوانین کی خلاف ورزی نہ کرتے تو یہ واقعہ رونما نہ ہوتا۔"

بیوی۔" میں تو یہ کہتی ہوں کہ یہ جتنے تصادم اور اس قسم کے حادثے ہوتے ہیں ان سب میں کسی نہ کسی کا قصور ضرور ہوتا ہے۔"

زبیدہ۔" اچھا خاصا فٹ پاتھ چھوڑ کر بیچ سڑک پر چہل قدمی کریں گے۔"

قاضی جی۔" سب بولیں گے ایک دم سے تاکہ آدمی کو چومہری لڑنا پڑے، چومہری نہیں بلکہ چوکھی۔ چومہری تو اس کو کہتے ہیں جب دو دو مہرے دونوں کے بساط پر باقی رہ جائیں شطرنج چھوڑے بھی ایک زمانہ

ہو گیا۔ چھٹن خان سے علیک سلیک کیا چھوٹی کہ شطرنج کا لطف ہی جاتا رہا۔ اب تو بس ہم اس کام کے رہ گئے ہیں کہ ٹکے ٹکے کے سائیکل سوار ہم کو چوراہوں پر اُٹھا کر پٹخیں اور پھر اُلٹا سب ہم ہی کو قائل کرنا چاہیں۔"

اجمل۔" آپ کو اس لئے قائل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ آپ نے اپنے کو ایک ذمہ دار شہری ثابت نہیں کیا۔"

قاضی جی۔" شہری نہیں تو کیا دیہاتی ثابت کیا ہے۔ میری سمجھ میں تو یہ بات نہیں آرہی ہے کہ آپ لوگ اس سائیکل سوار کو بُرا بھلا کیوں نہیں کہتے۔"

بیوی۔" اس کو بُرا بھلا اس لئے نہیں کہتے کہ غلطی تمہاری تھی۔ تم آخر سپاہی کے اشارے کے خلاف کیوں چلے۔"

قاضی جی۔" اللہ۔ اللہ۔ اب گویا ہم ایسے گئے گزرے ہوئے کہ ان معمولی معمولی سپاہیوں کے چشم و ابرو کے اشاروں پر ناچیں۔ شاید آپ یہ بھول گئیں کہ آپ کا یہ خاکسار شوہر بھی تھانیدار رہ چکا ہے۔"

بیوی۔" جب تو اور بھی شرم کی بات ہے کہ جان بوجھ کر قانون کو توڑا تم نے۔"

اجمل۔" قاضی جی آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایک ٹریفک کے سپاہی کے ہاتھ اُٹھانے پر اگر بادشاہ وقت بھی ہو تو وہ قدم آگے نہیں بڑھا سکتا۔ اپنے قانون کا اگر خود احترام نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا۔"

زبیدہ۔" ان باتوں کو تو ہمارے یہاں کوئی اہمیت ہی نہیں دی جاتی۔"

بیوی۔" میں نے کہیں پڑھا تھا کہ اگر ہر موٹر سوار یہ سمجھ لے کہ راہگیر بہرے ہیں اور اندھے بھی اور راہگیر یہ سمجھ لیں کہ موٹر سوار کا دماغ خراب ہے۔ یا موٹر کو کوئی چلا نہیں رہا ہے بلکہ وہ خود چل رہا ہے تو حادثہ

سمجھی نہ ہو۔"
اجمل۔ "مگر بھابی یہ قاضی جی والی مثال تو بالکل الگ ہے یہ تو خود گویا سائیکل
کی زد میں آ گئے۔"
قاضی جی۔" وہ تو خیر میں آ گیا۔ آپ کی بلا سے۔ مگر یہ ہماری بیگم صاحبہ نے
کیا بات فرمائی ہے راہگیر اندھا اور بہرا ہو، سواری چلانے والا پاگل ہو۔
یہ آخر کیا معمہ فرما گئیں۔"
بیوی۔" مطلب اس کا یہ ہے کہ جب تک دونوں ایک دوسرے سے بچنے
اور ایک دوسرے کو بچانے کی کوشش نہ کریں گے حادثات نہیں
رک سکتے۔"
قاضی جی۔" کیا باتیں کر رہی ہیں آپ بھی۔ اجمل میاں میں آپ سے عرض کروں۔
کہیں اُن دادا کا پوتا واقع ہُوا ہوں کہ ایک مرتبہ وہ اپنی فٹن پر ہوا خوری
کو نکلے، اعلیٰ درجہ کا مشکی فٹن میں جتا ہوا معلوم ہوتا تھا کہ اندر کے
اکھاڑے کی پری اتر آئی ہے وہ حسن جمال تھا اس گھوڑے کا۔
اچھا صاحب تو ادھر سے یہ نکلے اور اُدھر سے شہر کے ایک دوسرے
رئیس نواب اغن صاحب اپنی فٹن پر نکلے۔ اب جناب ان کو یہ فکر کہ وہ
راستہ چھوڑیں اور ان کو یہ فکر کہ یہ راستہ چھوڑیں، گویا جو راستہ چھوڑے
وہ چھوٹے درجہ کا رئیس ٹھہرا۔ نتیجہ یہ کہ دونوں گھوڑے آمنے سامنے
ایک دوسرے کے مقابل آ کر کھڑے ہو گئے۔ صبح سے شام ہوئی، شام
سے صبح ہوئی۔ مگر یہ نہ ہٹے نہ وہ اور تماشہ دیکھنے ایک جم غفیر موجود
آخر ایک راہ گیر نے عقل سے کام لے کر ایک گولہ قریب ہی جو داغا
تو دونوں گھوڑے بھڑک کر اِدھر سے اُدھر ہو گئے۔ ورنہ میرے
خیال میں تو زندگی بھر کھڑے رہتے اسی طرح۔"
اجمل۔" ان ہی فضولیات کا نتیجہ وہ صدیوں کی غلامی تھی جس پر ہم فخر

نہیں کر سکتے۔"

بیوی۔" بھلا بتایئے کسی ذمہ دار قوم کے لوگوں کے لئے یہ کیسی شرم کی بات ہے کہ اُن کو بھیڑ بکریوں کی طرح ٹریفک والے ہنکلتے رہیں،"

قاضی جی۔" اوہو۔ بھیڑ بکری۔ اب دیکھ لیجئے گا کہ کوئی بھی نہ مل سکے گی۔ وہاں بکروں اور مینڈھوں کے بھاؤ منٹ منٹ پر بڑھ رہے ہیں اور ہمارے یہاں ٹریفک کے اصول طے ہو رہے ہیں۔ خُدا کے واسطے اب کچھ بتا چکو۔ کیا یہ ضروری ہے کہ دو ہی جانور آئیں۔"

زبیدہ۔" بھائی جان آپ ہیں قرضدار آپ کے لئے یوں بھی قربانی فرض نہیں۔"

قاضی جی۔" کون قرضدار ہے اب گویا ذلیل کرنے کا یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے، اور ہیں بھی قرضدار تو کسی کا سا جھا۔ بڑے بڑے رئیس قرضدار ہوتے ہیں جن کی اولاد قرضے پاٹا کرتی ہے اب گویا میں قربانی نہ کر کے یہ بدنامی بھی مول لوں کہ قرض میں بوٹی بوٹی بندھی ہوئی ہے لہٰذا قربانی نہیں کی۔ یہ نہیں ہو سکتا قربانی تو ضرور ہو گی میں جا کر وہی بکرا لئے آتا ہوں خدا کرے اب تک بقید حیات ہو۔"

بیوی۔" ہائے خدا کے لئے وہ لاش نہ اُٹھا لینا۔ میں نے کہا سُنتے ہو۔ اسے میں نے کہا۔"

قاضی جی۔" سُن لیا سُن لیا۔ تم کو بکرے سے مطلب ہے۔ ابھی لایا بکرا۔"

(قاضی جی نہایت برافروختہ اجمل کے ساتھ داخل ہوتے ہیں)

قاضی جی۔ "بیہودہ۔ بے شرم اور یہ آپ سے کس نے کہا تھا اجمل صاحب کہ آپ میرے ان معاملات میں بولیں۔"

اجمل "قاضی جی آپ بات تو سمجھتے ہیں نہیں جامے سے باہر ہو جاتے ہیں"

قاضی جی۔ "بس رہنے دیجئے۔ آپ نے وہاں سے بات سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ خدا محفوظ رکھے مجھ کو اس سمجھ سے۔ میں ناسمجھ ہی بھلا۔ بخشیں ہی بلّی چوہا لنڈورا ہی بھلا۔"

بیوی۔ "ہوا کیا آخر۔ بات کیا ہے۔"

قاضی جی۔ "بات ایسی ہوئی ہے کہ یا تو اس وقت میری لاش آنا چاہیئے تھی اس گھر میں ورنہ میں اُس کو مار کر پھانسی پر چڑھ کر تم کو بیوہ کر جاتا۔"

زبیدہ۔ "اللہ نہ کرے۔ مگر ہوا کیا۔"

اجمل۔ "ہوا یہ زبیدہ بہن کہ میونسپل انتخاب کے لئے ووٹروں کی جو ابتدائی

فہرست تیار ہو رہی ہے اسی کے لئے ایک بیچارہ نام لکھنے آیا تھا اُس نے پوچھا کہ گھر کی اکیس سال سے زیادہ عمر کی عورتوں کے نام لکھوا دیئے۔"

قاضی جی ۔ "آیا ہے وہاں سے عورتوں کے نام پوچھنے ۔ اور سینہ زوری تو دیکھئے کہ جب میں نے اُس سے کہا کہ برخوردار تم زیادہ سے زیادہ یہ لکھ لو کہ اہل خانہ قاضی جی، تو کہتا ہے کہ جی نہیں نام لکھوا دیئے اور عمر بھی۔ اس کے بعد پوچھا کہ حلیہ کیا ہے ۔ آنکھ کیسی ہے ۔ ناک کیسی ہے ۔ گردن صراحی دار ہے یا جھجھر نما ۔ رنگ میں صبح کی صباحت ہے یا شام کی ملاحت قد سرو کا سا ہے یا گنبد کی طرح جسم میں بھاری بھر کم ہیں یا دھان پان ۔ میں پوچھتا ہوں کہ آخر اُس نے میری اہلخانہ لکھنے کو کافی کیوں نہ سمجھا ۔"

اجمل ۔ "قاضی جی آپ کی بیوی ہونے کے علاوہ ان کی ایک ذاتی شخصیت بھی ہے جس طرح ان کا شوہر ہونے کے علاوہ آپ کی ایک ذاتی شخصیت ہے ۔"

قاضی جی ۔ "جی تو آپ کا مطلب یہ ہے کہ اب میں اپنے یہاں کی عورتوں کے نام اور ان کی عمریں فہرستوں میں چھپواتا پھروں ۔ جی ؟ آپ کو معلوم نہیں میں اُس گھرانے سے ہوں کہ خالو صاحب مرحوم و مغفور قاضی عبدالستار ۔۔۔"

بیوی ۔ "ارے ارے عبدالستار تو خالو جان کے لڑکے کا نام تھا ۔"

قاضی جی ۔ "لڑکے کا نام تھا ؟ تو ان کا گویا کوئی نام ہی نہ تھا ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے ۔ عبدالستار یا عبدالجبار ورنہ عبدل ۔ ارے بھئی وہ صاحبزادے بھی کبھی آئے عبدل ۔ یہ صاحب ہمارے نمک کی خوبیاں ہے اجمل میاں آپ کو نہیں معلوم یہ جو لڑکا تھا عبدل اس کو میں سڑک پر سے اُٹھا کر لایا تھا ۔ بھوک کے مارے غش کھا کر گھوڑے بیچنے کے بعد جیسے کوئی

سو جاتا ہے اس طرح پڑا ہوا تھا۔ میں نے لاکر نہلایا دھلایا۔ کپڑے بدلوائے کھانے کو دیا۔ دس پندرہ دن میں جب آدمی بن گیا تو میرے دانت جو پیالی میں بھیگ رہے تھے ایک عدد چاندی کا خلال۔ مچھر مارنے کے تیل کی شیشی۔ مچھلی پکڑنے کے دو کانٹے وغیرہ لے کر آپ چمپت ہو گئے۔"

بیوی۔ "اب کوئی پوچھے ان سے کہ وہ دانت لیجا کر کیا کرتا۔ یہ نہیں کہتے کہ اس کو مارا تھا وہ بھاگ گیا۔"

قاضی جی۔ "تو کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اتنی چوریاں کرے اور میں ماروں بھی نہیں۔ مگر نہیں چوری کا پتہ تو بعد میں چلا ہے مارا تو غالباً اس بات پر تھا کہ میں نے اس سے کہا تھا کہ نہانے کے لئے پانی رکھ دے اس مردود نے گانا شروع کیا کہ۔ع

راجہ تورا پنیا موسے نہ بھرا جائے رے

اجمل۔ "قاضی جی یہ تو انعام دینے کی بات تھی۔"

قاضی جی۔ "سنیئے تو سہی اس بات پر تو عورتوں نے ہنسنا شروع کر دیا۔ اور میں بھی چپ ہو رہا مگر دوسرے ہی دن اس نامعقول نے یہ حرکت کی کہ میں نے اس سے کباب منگائے وہ یوں ہی کاغذ میں لئے چلا آیا۔ تو میں نے کہا کہ پلیٹ میں لاؤ اب جناب اس نے پھر گانا شروع کیا ــــ گورے لپندے پلیٹا میں ــ مجھے سخت غصہ آیا اس لئے کہ خالو عبدالغفار کے بیٹے عزیزی عبدالستار آئے ہوئے تھے دیکھ لیا آپ نے عبدالغفار یاد آ گیا نام صاحب بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے مرحوم بھی۔ مگر اس وقت میں کونسی خوبی بیان کر رہا تھا ان کی۔"

بیوی۔ "بیان کرنے کی نوبت ہی کہاں آئی تھی نام جو بھول میں پڑ گیا تھا۔"

قاضی جی۔ "پھر بھی کچھ اتہ پتہ تو دو کہ ذکر کیا تھا اس وقت۔ غالباً میں ان کی

خوش خوراکی کا تذکرہ کر رہا تھا صاحب ایسا سلیقہ کا کھانے والا میں نے نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ مرحوم بٹیریں کھا رہے تھے ـــــ ارے بھئی کسی دن تم بھی بٹیریں پکاؤ نا اب تو اتنے دن ہو چکے ہیں کہ زبان مزہ بھی بھول گئی۔ والدہ مرحومہ کے راج میں بس ہم نے تو کھائی ہیں. بٹیریں کہ معدہ بٹیروں کی پالی بن کر رہ گیا تھا اور پکاتی بھی خوب تھیں اللہ بخشے۔ میں تو جس دن بٹیریں کھاتا تھا کلی تک نہ کرتا تھا کہ کہیں مزہ نہ دھل جائے۔ ہاں تو خالو صاحب کا ذکر تھا۔ مگر میرے خیال میں میں کچھ اور ہی کہہ رہا تھا ـــــ"

اجمل۔ "قاضی جی اصل میں یہ قصہ چلا تھا ووٹروں کی فہرست والی بات سے"

قاضی جی۔ "ٹھیک ہے میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ایک مرتبہ ہمارے یہی خالو صاحب اپنی اہلیہ محترمہ کو گنوا بیٹھے تھے۔ اسٹیشن پہنچ کر تمام عدو تو گن لئے ان کو گنا ہی نہیں۔ ریل جو آئی تو سامان رکھ لیا اور خود بیٹھ گئے، بیوی صاحبہ ویٹنگ روم میں دھری رہ گئیں۔ جب گاڑی چھوٹ کر دوسرے اسٹیشن پر پہنچی تو آپ کو ضرورت پیش آئی دہی بڑے کھانے کی۔ پیسے تھے بیوی کے پاس اور بیوی غائب اب یاد آیا کہ بیوی تو رہ گئیں اُتر پڑے بیچارے وہیں اور پولیس میں لکھوائی رپٹ کہ بیوی کھوئی گئی۔ پولیس والے پوچھیں ان کا نام اور یہ کہیں کہ بیوی ملے یا نہ ملے مگر نام تو میں قیامت تک نہ لکھواؤنگا اپنی سگی بیوی کا۔"

بیوی۔ "اجمل بھائی بالکل وہی نقشہ سمجھ لیجئے جو ان کا ہے۔ یہی گھبراہٹ یہی بوکھلاہٹ۔"

قاضی جی۔ "اچھا خیر میں بوکھل ہی ہو کر جی جاؤں۔ بات سُنا کر و پوری۔ تو خدا آپ کا بھلا کرے اجمل میاں اُدھر اُن کا یہ حال اِدھر خالہ صاحبہ مرحومہ"

زبیدہ۔" ہائے اللہ۔ خالہ جان تو زندہ ہیں بھائی جان۔"

قاضی جی۔" ارے جب میاں مر گئے تو خاک زندہ ہیں۔ بہر حال ادھر خالہ جان سے لاکھ لاکھ پوچھا جا رہا ہے کہ نیکبخت تم کون ہو۔ کس دیس سے آنا ہوا کس کے ساتھ ہو کیوں رو رہی ہو مگر وہ برقع میں بیٹھی ٹسوے گھلا رہی ہیں۔ نہ منہ سے بولتی ہیں نہ سر سے کھیلتی ہیں آخر عورتیں ان کے پاس بھیجی گئیں پوچھ گچھ کے لئے تو اتنا تو بتا دیا کہ میاں بچھڑ گئے ہیں۔ مگر میاں کا نام کیسے بتائیں۔ لاکھ سمجھایا گیا۔ کہ بغیر اس کے پتہ نہیں چلے گا۔ کہنے لگیں کہ جو مقدر میں ہے وہ پورا ہوگا مگر نام تو نہ نکلے گا میری زبان سے۔"

بیوی۔" اس جہالت کے نتیجے تو ہم نے بھگتے ہیں۔ مگر اب عورتیں اس کیلئے تیار نہیں ہیں۔"

قاضی جی۔" کیا مطلب؟ کس بات کے لئے تیار نہیں ہیں ارے بھئی معلوم بھی تو ہو کہ کس بات کے لئے عورتیں اب تیار نہیں ہیں۔ میں تو اب آپ لوگوں سے ڈرنے لگا ہوں اور جو رنگ دیکھ رہا ہوں زمانے کے اس کو دیکھ دیکھ کر تو بس یہی دعا ہے کہ خدا عزت آبرو کے ساتھ پہلے مجھ کو اٹھا لے اس کے بعد آپ لوگوں کو اختیار ہے جو آزادی چاہیں حاصل کریں۔ مگر میں تو یہ پوچھتا ہوں کہ عورتیں آخر کس بات کے لئے تیار نہیں ہیں۔"

بیوی۔" عورتیں اب اس بات کے لئے تیار نہیں ہیں کہ ان کو مویشیوں کی طرح گائے بھینسوں اور بکریوں کی طرح رکھا جائے۔ عورتوں کے بھی آخر کچھ حقوق ہیں۔"

زبیدہ۔" اور ان حقوق کا تحفظ عورتوں ہی کا فرض ہے۔"

قاضی جی۔" الاماں والحفیظ۔ حقوق۔ تحفظ۔ ؟

یہ دو دن میں کیا ماجرا ہو گیا

صاحبزادی۔ آپ چاہے عربی بولیں، چاہے فارسی۔ میں اس دھونس میں تو آنے والا ہوں نہیں۔ مجھ کو اپنے خاندان کی عزت سے زیادہ اور کوئی چیز پیاری نہیں۔ میں اس کو گوارا نہیں کرسکتا کہ ؎

آپ پردے میں رہیں اور نام روشن ہو مرا

بیوی۔ "میں پوچھتی ہوں اس میں نام روشن ہونے کی کونسی بات ہے۔ کیا ہم اپنی رائے دے کر اپنے نمائندے کونسل اور اسمبلی میں نہیں بھیج سکتے کیا اپنے حق حاصل کرنے کا بھی ہم کو حق نہیں ہے۔"

قاضی جی۔ "یاالہ العالمین۔ یہ عورتیں اور کونسل۔ یہ مستورات اور اسمبلی۔ تو گویا اب جناب بیگم صاحبہ دام اقبالہا آپ کا ارادہ یہ بھی ہے کہ آپ ووٹ ڈالنے تشریف لے جائیں گی۔"

زبیدہ۔ "تو کیا اس میں کچھ ہرج ہے بھائی جان۔"

قاضی جی۔ "تم چپ رہو جی۔ اللہ کی شان اب یہ چھٹانک بھر کی صاحبزادی بھی مجھ سے بحث کرنے کے قابل ہو گئیں۔ میں کہتا ہوں اپنے حواسوں میں رہو۔ قضیانہ کی کوئی بہو یا کوئی بیٹی ایسی ہوائی دیدہ نہ ہوئی ہوگی۔ جیسی تم دونوں نند بھاوج مجھ کو نظر آرہی ہو۔ والدہ صاحبہ مرحومہ کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ یہ ووٹ کوئی چڑیا ہوتی ہے یا کسی ترکاری کا نام ہے۔ اور صاحبزادی کا یہ عالم ہے کہ ووٹ ڈالنے کا ارادہ فرما رہی ہیں۔"

اجمل۔ "اگر آپ سن سکیں اور مجھ کو کچھ عرض کرنے کی اجازت دیں تو اس سلسلہ میں کچھ عرض کروں۔"

قاضی جی۔ "فرمائیے فرمائیے۔ حالانکہ مجھ کو معلوم ہے کہ آپ کیا فرمائیں گے۔ یہ دراصل آپ ہی حضرات کی عنایت ہے کہ ان عورتوں کو چوپٹ

کر کے رکھ دیا ہے۔ بھلا غضب خدا کا عورت اور ووٹ۔ عورت
ذات اور الیکشن عورت ذات اور اسمبلی۔ فرماتی ہیں۔ حق۔ حقوق
حق اللہ پاک ذات اللہ۔"

اجمل۔" قاضی جی آپ دراصل زمانہ سے اس قدر پیچھے ہیں کہ آپ کو یہی نہیں
معلوم کہ عورت بیدار ہو کر کہاں سے کہاں پہنچ چکی ہے۔ اب وُہ
دَور نہیں رہا کہ مرد عورت کو جاہل رکھ کر۔ عورت کو بے خبر رکھ کر
عورت کو اپنی حراست میں رکھ کر اس کے حقوق بھی ہتھیائے بیٹھے
رہیں اور عورت کو سمجھا دیں کہ اس کے حقوق صرف روٹی اور کپڑا
ہیں۔"

قاضی جی۔" میں پوچھ سکتا ہوں جناب سے کہ عورت کے اور آخر کیا حقوق
ہیں غالباً جناب کے نزدیک عورت کے حقوق اب یہ ہو گئے ہیں۔
کہ وہ مرد کو باندھ کر گھر میں بٹھا دے کہ لو برخوردار چولھا پھونکو۔ ہانڈی
بگھارو اور خود اسمبلی کے الیکشن لڑتی لڑاتی پھرے۔ ووٹ ڈلوائے تقریریں
کرے۔ دوسروں کی تقریروں پر تالیاں بجائے جی؟۔ آخر چاہتے
کیا ہیں آپ؟"

اجمل۔" دیکھئے قاضی جی میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ اگر آپ ٹھنڈے دل
سے سُنیں تو میں عرض کروں۔"

بیوی۔" ٹھنڈے دل سے کبھی کوئی بات سُنی ہے انہوں نے۔"

قاضی جی۔" خیر یہ تو تم نہ کہو میں نے تمہاری ہر بات جس قدر ٹھنڈے دل
سے برداشت کی ہے اُس کا انصاف اب خدا کے ہاتھ ہے۔
اجمل میاں میں نے اپنی کسی بیوی کے معاملہ میں ناک پر مکھی نہ بیٹھنے
دی۔ ادھر کسی نے کوئی بات کہی اور میں نے گردن ناپی۔ مگر ان کے معاملہ
میں ناک پر مکھی کیا معنی اکثر ہاتھی تک بیٹھ گیا ہے اور میں چُپ رہا

ہوں ــــ"

بیوی:۔ "شکریہ آپ کی اس عنایت کا۔"

قاضی جی:۔ "شکریہ کی بات نہیں۔ دل سے مجبور ہوں۔ خدا جانے تم نے مجھ پر کیا جادو کر دیا ہے کہ تمہاری ہر بات برداشت کر لیتا ہوں۔ ابھی اُس روز خفا ہو کر باہر چلا گیا تھا کہ اب کبھی اس گھر میں لوٹ کر نہ آؤنگا۔ باہر جاتے ہی یہ مسکرانے والی آنکھیں یہ رخساروں کے گڑھے۔ یہ لٹ بنے ہوئے بال ایک ایک کر کے نگاہ کے سامنے آنے لگے۔ نتیجہ یہ کہ بے غیرت تو بے غیرت پھر گھر میں موجود۔ مگر اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ میری اس وارفتگی سے ناجائز فائدے اٹھائے جائیں۔"

بیوی:۔ "دیکھو میں تم کو سمجھاتی ہوں کہ یہ بڑی جاہلانہ بات ہے کہ عورتوں کے نام ووٹروں کی فہرست میں نہ لکھوائے جائیں۔"

قاضی جی:۔ "کیا مطلب۔ گویا میں جاہل ہوں اب یہ ہیں تمہاری باتیں کہ میں تو اس قدر محبت کا اظہار کر رہا ہوں اور تم مجھ کو جاہل کہہ رہی ہو۔

ع:۔ تم ہی کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیئے

بھئی خوب یاد آیا اجی میاں غالبؔ کی اس طرح پر ایک آدھ شعر ہو گیا ہے عرض کرتا ہوں ؎

کہیں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیئے

مگر نہیں یہ تو غالباً غالبؔ ہی کا مصرع ہے۔ میرا تو کچھ اور تھا ہاں یہ ہے ملاحظہ ہو ؎

وہ خود یہ چاہتے ہیں ان کو مہ لقا کہیئے

اور حضور

نہ کہیئے ماہ لقا ان کو گر تو کیا کہیئے

بیوی۔ "سچ مچ یہ تمہارا شعر ہے؟"
قاضی جی۔ "جی نہیں آپ کے جہیز میں آیا تھا جو بات کہیں گی دل جلانے والی کہیں گی۔"
زبیدہ۔ "بھائی جان یہ شعر تو میں نے ابا جان کی بیاض میں دیکھا تھا۔"
قاضی جی۔ "بکو نہیں۔ بڑے آئے ان کے ابا جان شعر کہنے والے۔"
بیوی۔ "ارے ارے ان کے ابا جان تمہارے بھی تو کوئی تھے۔"
قاضی جی۔ "تھے کیوں نہیں مگر یہ شعر اُن کا ہے؟ ان کا شعر تو یہ تھا کہ ؎

وہ چاند سے بھی یہ کہتے ہیں مہ لقا کہئے

اور دوسرا مصرع غالباً وہی تھا جو میرا ہے مگر مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے تم لوگوں کے سامنے شعر سنائے۔ بھینس کے آگے بین بجانے کا نتیجہ یہی ہو سکتا تھا جو ہوا کہ چوری تک کا الزام لگ گیا۔ شعر تک سننے کی تمیز نہیں اور چلی ہیں ووٹ دینے۔"
زبیدہ۔ "میں نے چوری تو نہیں لگائی مجھے تو کچھ یاد آ گیا تھا کہ ابا جان کی بیاض میں یہ شعر تھا۔"
قاضی جی۔ "اور آپ کیوں خاموش بیٹھے ہیں اجمل میاں۔ بھئی اگر میری کسی بات پر بُرا مان گئے ہو تو میں سراپا تقصیر ہوں معاف کر دو۔ مگر یہ ووٹ والا قصہ یا ووٹروں کی فہرست میں عورتوں والا قصہ ایسا ہے کہ میں اپنی خاندانی روایات سے مجبور ہوں اور میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا کہ یہ اپنا نام اور عمر وغیرہ لکھوائیں۔"
اجمل۔ "آپ کو اختیار ہے قاضی جی میں اس سلسلہ میں کیا کہہ سکتا ہوں مگر اتنا پھر بھی عرض کروں گا کہ یہ باتیں جس زمانہ کی ہیں وہ ہم بہت پیچھے چھوڑ آئے۔ آپ کو اعتراض یہ ہے کہ آپ کے یہاں کی خواتین کے نام غیر مرد کیوں لیں۔ کیا آپ نے اس پر بھی کبھی غور کیا ہے کہ اگر یہ بات بُری ہوتی

تو ہم حضور سرورِ کائنات صلعم کی ازواجِ مطہرات کے نام کیوں لیتے ہم
تک دوسری بزرگ خواتین اسلام کے نام کیوں کر پہنچتے ۔ ہماری تاریخ میں
یہ نورانی نام کیوں جگمگاتے ۔"

قاضی جی ۔" یہ تو ۔ یہ تو ۔ یہ بات تو آپ نے ایسی کہی ہے کہ میں اس کا
جواب علی الحساب تو دے ہی نہیں سکتا بہرحال غور کرنا پڑے گا ۔
دوسرے یہ میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ ان گھریلو اور دنیوی
معاملات میں آپ خدا رسول کی باتیں بیچ میں نہ لایا کیجئے ۔ بات یہ ہے
کہ دینیات میں ہمیشہ میں کمزور رہا ہوں ۔"

زبیدہ ۔" اجمل بھائی نے بات ایسی کہدی ہے کہ اس کا جواب آپ سوچ کر
بھی مشکل ہی سے دے سکیں گے ۔"

بیوی ۔" بھلا کوئی بات بھی ہو ۔ گھر کی عورتوں کے نام نہیں لکھوائیں گے ۔
یہ عورتوں کی توہین نہیں تو اور کیا ہے ۔ کیوں عورتوں کو اس قدر موم
کی ناک اور چھوئی موئی سمجھ لیا گیا ہے ۔"

اجمل ۔" اس لئے کہ مردوں کو دراصل خود اپنے اوپر اعتماد نہیں ہے یہ
مردوں کے دل کا چور ہے جو اس قسم کے نقاب ڈال کر نکلا
کرتا ہے ۔"

قاضی جی ۔" دو منٹ کے لئے میری خاموشی غضب ہو گئی آپ لوگ سمجھے
کہ میں شکست کھا گیا ۔ یہ غلط ہے میں اپنے اصول پر اب تک قائم
ہوں اور جو بات آپ نے کہی ہے اس کا جواب دے کر رہونگا میں دراصل
اسی کے مختلف پہلوؤں پر غور کر رہا ہوں ۔ اتفاق کی بات ہے کہ آج
بھوک میں دماغ نہیں چل رہا ہے بھوکے کو قائل کرنا تو بہادری
نہیں ہوتی نا اب مجھ کو خود باورچی خانے جا کر کھانا نکالنا پڑے گا ۔
یہ ہے میری اس گھر میں وقعت اور عزت اور حرمت اور ..... اور ۔"

(قاضی جی سویوں کے نمونے لے کر تشریف لاتے ہیں)

قاضی جی۔" ارے بھئی کہاں ہو۔ میں نے کہا سنتی ہو۔ یہ دیکھ لو سویوں کے نمونے۔ کاہے کو دیکھی ہوں گی ایسی سویاں کبھی۔"

بیوی۔" اے ہے یہ تو بہت موٹی ہیں۔"

قاضی جی۔" یہ گویا شہر بھر کے مختلف بازاروں میں دیکھنے کے بعد سب سے زیادہ نازک اندام سویاں لایا ہوں اور وہ بھی کمبخت۔ لٹھ کی لٹھ نظر آرہی ہیں معلوم نہیں یہاں کی سویاں بھی ورزش کرتی ہیں یا کیا۔ اماں تمہیں قسم خدا کی ذرا دیکھو تو سہی ان کی ضخامت کو ایک سے ایک شہتیر دھری ہوئی ہے دیکھ کر ہول آئے۔ اس سے تو آدمی عید کے دن بانسوں کا مزعفر پکا کر کھالے۔"

زبیدہ۔" بھائی جان ان سے زیادہ مہین سویاں تو ہم لوگ گھر میں بنا لیں گے"

قاضی جی۔" جی ہاں۔ آپ لوگ تو سب ہی کچھ کریں گے۔ عید آگئی سر پر نہ

اب تک کپڑوں کا ٹھیک ٹھور ہے ۔ نہ آپ لوگوں کو عید کی دعوت کی فکر ہے نہ عطر کا ہوش نہ پاندان کے سامان کی فکر ۔ نہ اب تک ہار پھول کے لئے مالی سے کہا گیا ۔ نہ اب تک ۔ "

بیوی ۔" اے میں نے کہا سنتے ہیں آپ کہ نہیں یہ چونچلے اب مجھ سے نہ ہونگے روزے میں ہاتھ پیر یوں ہی کام نہیں کرتے اور روزہ بھول کر مجھ سے تو کچھ ہوتا نہیں ۔ دوسرے یہ کہ ان فضول خرچیوں کو اب بھول جائیے "

قاضی جی ۔" کیا مطلب ؟ یعنی اب عید بقر عید بھی گویا دل کے ارمان نہ نکلیں گے ۔ تم کو معلوم ہے کہ ہمارے یہاں عید کے انتظامات رمضان کا چاند دیکھ کر شروع ہو جاتے تھے ۔ منوں تو سویاں بنوائی جاتی تھیں اور .... اور .... " (دروازہ پر دستک)

اجمل ۔" میں آسکتا ہوں ۔ "

قاضی جی ۔" کون اجمل میاں ۔ ارے بھئی آجاؤ نا ۔ "

اجمل ۔" (آتے ہوئے) آداب عرض قاضی جی ۔ تسلیم بھابی جان ۔ زبیدہ بہن آداب ۔ "

قاضی جی ۔" اور سنیئے اجمل میاں ۔ اس مرتبہ آپ کی بھابی صاحبہ عید بھی گول کر جانے کی فکر میں ہیں ۔ گویا برس کے برس دن بھی اس گھر پر یہ چاہتی ہیں کہ حسب معمول پھٹکار اور نحوست ہی برستی رہے ۔ ذرا غور تو کیجئے عید روز تو آتی نہیں ۔ پھر یہ کہ ہمارا سب سے بڑا تہوار ۔ "

بیوی ۔" تو کون کہتا ہے کہ آپ عید نہ منائیں ۔ میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ جو نخرے اور ٹھٹھے آپ چاہتے ہیں وہ میرے بس میں نہیں ہیں بھابی جان بھی تو نہیں ہیں ۔ "

قاضی جی ۔" قیامت کرتی ہو تم ۔ سنئے اجمل میاں یہ باتیں اس شخص سے کہی جا رہی ہیں جو عید منانے کا اس طرح سے عادی رہا ہو کہ صاحب

رمضان کا چاند دیکھا گیا اور گھر میں عید کے انتظامات شروع ہو گئے
منوں سویاں بنوائی جارہی ہیں وہ بھی اس اہتمام سے کہ ان کا میدہ دودھ
اور گھوڑے ہیں گوندھا جارہا ہے۔ اس میں زعفران ملائی جارہی ہے
اور سویاں بھی اس قدر نازک کہ بال سے زیادہ باریک اور روئی
سے زیادہ ہلکی۔ پھر یہ کہ درزی بیٹھے ہوئے ایک سے ایک جوڑا
تیار کر رہے ہیں۔ پر جاتک کے جوڑے۔ میں آپ کو بتاؤں
اجمل میاں کہ صرف ایک عطر کا انتظام عید کے لئے یہ ہوتا تھا۔
کہ سارے شہر میں کسی دوکان پر اچھے عطر کا ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا جاتا
تھا سب ہمارے یہاں خرید لیا جاتا تھا —"

بیوی۔ "جی ہاں اسی قسم کی عیدوں نے ہم کو تباہ کیا ہے۔ مگر اب یہ نہ ہو
سکے گا —"

قاضی جی۔ "کیا مطلب۔ گویا اب عید کی خوشی بھی ہماری قسمت میں نہیں
رہی ہے —"

زبیدہ۔ "اللہ نہ کرے بھائی جان کہ عید کی خوشی آپ کی قسمت میں نہ ہو۔
مطلب تو صرف یہ ہے کہ چادر دیکھ کر پیر پھیلائے جائیں۔"

قاضی جی۔ "بس بول گئیں جناب ایک محاورہ اور سمجھ لیا کہ بڑی اہل زبان
ہیں۔ چادر دیکھ کر اب میں اور کیا پیر پھیلاؤں۔ عید کی رات کی
محفلِ رقص ملتوی کر دی ہے جن عزیزوں کو اشرفی اور گنی سے
کم عیدی نہیں دی ان کو اب کاغذی نوٹ بھی تم یہ چاہتی ہو کہ
نہ دوں۔ صرف پاندان کا خرچ عید کے دن ہمارے یہاں ڈھائی
تین سو روپے ہوتا تھا۔ اب عید کے دن بھی آنے والوں کو
سونے کے ورق میں لپٹی ہوئی بنتی پانوں کی گلوریاں نہ دی جائیں گی
تو کب دی جائیں گی اجمل میاں ہمارے یہاں کچھ نہیں تو بیس قسم کی

سویاں محض اس لئے تیار ہوتی تھیں کہ جو عید پر ملنے آئے اُسے دستر خوان پر منہ جھوٹا نے کو پہنچا دیا جائے۔ منہ نمکین کرنے کے لئے تیس چالیس مرغ اور دو ڈھائی سو بٹیریں۔ کچھ مچھلی کے کباب۔"

اجمل۔" قاضی جی آپ تو روزہ گڑبڑ کئے دیتے ہیں یہ مزیدار تفصیل سُنا کر۔"

بیوی۔" اب کوئی پوچھے کہ یہ ریاست آج کل کیونکر ممکن ہے اور جب ممکن تھی اُسی وقت یہ کونسی عقلمندی کی بات تھی۔"

قاضی جی۔" بس عقل تو زمانے بھر کی سمٹ سمٹا کر تمہارے پاس آگئی ہے۔ تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارے یہاں کی یعنی محلسرا کی عید سارے شہر میں مشہور تھی۔ عید کا چاند دیکھتے ہی روشن چوکی بٹھا دی جاتی تھی اور شہنائی ساری رات اور پھر عید کے سارے دن بجتی رہتی تھی۔ یہ حکم تھا دادا جان مرحوم کا کہ عید کے دن فقیر کو بھی چاندی سے کم کا سکہ نہ دو باورچی اور رکابدار تک کو عید کے جوڑے میں کمخواب اور زربفت کی شیروانیاں دی جاتی تھیں۔ خوب یاد آیا۔ ارے بھئی زبیدہ وہ میری شیروانی میں رفو کر دیا تھا یا نہیں۔"

زبیدہ۔" رفو تو کر دیا ہے بھائی جان مگر وہ تو چھلنی ہے بالکل کیا کوئی اور نہیں ہے شیروانی عید کے لئے۔"

بیوی۔" اور ہوتی کہاں سے زربفت اور کمخواب تک کی شیروانیاں تو باورچی اور رکابدار لے گئے۔"

قاضی جی۔" ذرا ملاحظہ کیجئے اجمل میاں یہ گویا اپنی بیوی ہوکر شوہر کے بُرے وقت پر نام رکھ رہی ہیں۔ طعن فرما رہی ہیں۔ آوازے کس رہی ہیں حالانکہ ان کو یہ نہیں معلوم ہوگا کہ میں ان بوسیدہ کپڑوں کو کیوں کلیجہ سے لگائے ہوئے ہوں۔ اجمل میاں اب آپ ہی بتائیے کہ میں نئے کپڑے بنواؤں تو سلواؤں کس سے۔ ہے کوئی درزی ...

کپڑے سی سکے۔ اب جس شیروانی کا میں ذکر کر رہا ہوں یہ ویسے تو نہایت معمولی ہے۔ مگر اُستاد وزیر خان کے ہاتھ کی سلی ہوئی ہے پورا ایک سال لیا تھا اس کو سینے میں۔"

بیوی۔"کون وزیر خان۔ وہی افیونی جو تھا لنگوڑہ مارا۔"

قاضی جی۔"یہ اُس کا ذاتی فعل تھا۔ اس سے ہم کو کیا مطلب مگر صاحب اپنے کام میں جواب نہ رکھتا تھا۔ سو روپیہ لیتا تھا انگرکھے کی سلائی اور سوا سو اچکن اور چپکن کی مگر تصویر کھینچ کر رکھ دیتا تھا ظالم۔ ایک ایک ٹانکہ اس خوبصورتی سے بھرتا کہ ٹانکے کی تلاش دشوار ہوجائے بنائی میں سلائی ملا دیتا تھا معلوم ہوتا تھا کہ کپڑا سلا نہیں ہے بلکہ اسی طرح بُنا گیا ہے۔ وزیر خان اور امجد مرزا ہی دو ہمارے خاص خیاط تھے بھئی امجد پر یاد آیا کہ سُنا ہے اپنے امجد میاں کی بیوی داغِ مفارقت دے گئیں۔"

زبیدہ ـــ"لیجئے یہ کوئی آج کا قصہ ہے۔ ان کو مرے ہوئے تو مدتیں گزریں۔"

قاضی جی۔"مگر صاحب کیا آدمی تھا امجد مرحوم بھی۔"

بیوی۔"ہائیں ہائیں۔ اللہ نہ کرے وہ مرحوم ہوں۔ مری ہیں بیوی اور مرحوم اس کو کر دیا۔"

قاضی جی۔"ایں۔ ہاں۔ ٹھیک تو ہے۔ میں بھول گیا تھا۔ مگر نہیں صاحب بھول کیسے گیا تھا۔ بیوی اور چاہنے والی بیوی کے مرنے کے بعد شوہر زندہ ہی کب رہتا ہے اب مجھ ہی کو دیکھ لیجئے کہ دراصل میرا انتقال تو پہلی بیوی کے ساتھ ہی ہو چکا ہے کیا چشم مروت تھی مرحومہ کے پاس بھئی اور مجھ سے تو یہ عالم تھا ان کے اُنس کا کہ صبح اُٹھ کر میرا ہی مُنہ دیکھتی تھیں۔ ان کے مرنے کے بعد پھر میں نے کبھی

کو کم سے کم صبح کے وقت اپنا مُنہ نہیں دکھایا۔ اور جب سے وہ مری ہیں مجھے تو اپنی زندگی کا مزہ ایک دن بھی نہ ملا۔"

اجمل۔" مگر قاضی جی چاہتی تو آپ کو ہماری یہ بھابی بھی بہت ہیں۔"

قاضی جی۔" خیر یوں تو آدمی طوطا بھی پال لیتا ہے۔ تو اُس کو بھی چاہنے لگتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر مجھ کو بلّی لے جائے تو ان کو قلق ہوگا۔ مگر بلّی مجھ کو کیسے لیجا سکتی ہے۔ رات بھر اس کمبخت نے سونے نہیں دیا پہلے تو دودھ کی پتیلی کا ڈھکنا اس نے کھولا۔ مجبوراً مجھ کو اُٹھ کر دودھ پینا پڑا۔"

بیوی۔" اے تو کیا رات کو آپ پی گئے تھے دودھ۔ میں اب تک یہ سمجھ رہی تھی کہ بلّی پی گئی دُودھ۔"

قاضی جی۔" نہ پی جاتا میں تو ظاہر ہے کہ وہ پی جاتی اور اُس میں تو جلیبیاں بھی غالباً پڑی ہوئی تھیں یا نیند میں کچھ جلیبیوں کا مزہ آیا ہوگا مجھے"

زبیدہ۔" میری سحری تھی جلیبیاں تو تھیں ہی دُودھ میں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بلّی مردار کو جب دُودھ نہ ملا تو وہ حلوہ چٹ کر گئی۔"

قاضی جی۔" حلوے کو بھی بمشکل تمام اُس سے بچایا۔ دوسری مرتبہ اُس نے حلوے کی پلیٹ کا سرپوش کھولا اور میں دوڑا بل بل کرتا ہوا۔ اگر میں حلوہ نہ کھاتا تو تیسری مرتبہ وہ پھر میری نیند حرام کرتی۔ اور کیوں صاحب یہ حلوہ اکیلے ہی اکیلے۔"

بیوی۔" آپ تو اپنے حصّہ کا رات ہی کو کھا چکے تھے کھانے کے ساتھ۔ ہم لوگوں کو البتہ بغیر سحری کے روزہ رکھوایا آپ نے۔"

قاضی جی۔" کیا خوب۔ گویا بلّی سے اُن چیزوں کو بچایا یہ بھی بُرا کیا۔ میرا کیا ہے آئندہ سے انشاءاللہ میں بلّی کو کبھی نہ ٹوکونگا۔ سحری کھایا کرے گی بلّی اور روزہ رکھا کروگی تم۔ مجھ سے کیا۔ ہاں تو میں کیا کہہ رہا تھا۔ اجمل میاں۔

ٹھیک ہے ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ عید کے دن کا کچھ تو پروگرام بن جائے میری رائے یہ ہے کہ صبح کے وقت کھانے میں کچھ مرغ اور بٹیر ہو اور یہی کچھ اقسام کی سویاں ۔"

اجمل ۔" قاضی جی میں تو کچھ اور عرض کرنے آیا تھا کہ اس مرتبہ ہم لوگ ذرا پاکستانی قسم کی عید منائیں ۔"

قاضی جی ۔" وہ کیسی ہوتی ہے بھئی ۔ بہر حال جیسی بھی ہو میں اُس میں آپ کے ساتھ شریک رہونگا مگر یہ تو میں کچھ خورد و نوش کے متعلق عرض کر رہا تھا کہ صبح کے کھانے میں انواع و اقسام کی سویاں اور وحوش و طیور یعنی کچھ چڑیاں وغیرہ ۔ سہ پہر کو ذرا ٹھاٹھ دار ناشتہ جس میں پھل پھلاری کچھ مٹھائیاں وغیرہ اور ایک آدھ نمکیں پکوان ۔ رات کے کھانے میں پلاؤ شیر خورمہ ۔ کچھ وہ کباب یعنی ۔ ع

کباب سیخ ہیں ہم کروٹیں ہر سو بدلتے ہیں

اجمل ۔" میری بات بھی سن لیجیئے کہ میں اس عید کو انتہائی سادہ بنا کر بہ سطحی نہیں بلکہ روحانی مسرت حاصل کرنا چاہتا ہوں ۔"

قاضی جی ۔" روحانی مسرت ! کیا خوب ۔ بڑی اچھی چیز ہے اگر مل سکے ۔ مگر آج کل ذرا ہاتھ تنگ ہے اور شوق بہت ہیں لہذا اخراجات ذرا کم ہی رہیں تو اچھا ہے ورنہ تھوڑا بہت تو قرض بھی مل ہی جائے گا ۔ اب ایسا بھی کیا ۔"

بیوی ۔" پھر وہی قرض کا نام لیا آپ نے ۔ قرض تو قیامت تک کسی ضرورت کے لئے نہیں لیا جائے گا ۔"

قاضی جی ۔" سمجھو نہ بوجھو ۔ قرض کسی روزمرہ کی ضرورت کے لئے نہیں لے رہا ہوں ۔ عید کے دن کے لئے بڑے بڑے لوگ قرض لیتے ہیں ۔ دادا جان مرحوم نے تو ایک سال محلسرا پر عید کے لئے دس ہزار قرض لئے تھے"

زبیدہ ۔ "اسی کا تو نتیجہ ہے کہ آج محلسرا مہاجن کی ہے اور ہم دربدر کرایہ کے مکانوں میں پھر رہے ہیں۔"

اجمل ۔ "بہرحال میں نے یہ پروگرام بنایا تھا قاضی جی کہ اس مرتبہ ہم لوگ بجائے عید منانے کے کچھ ایسے لوگوں کو عید کی خوشی فراہم کر دیں جو کسی نہ کسی مجبوری کی وجہ سے عید منانے کی مقدرت نہیں رکھتے۔"

قاضی جی ۔ "کچھ پلے نہیں پڑا بھائی جان۔ یعنی آپ کا مطلب یہ ہے کہ ہم عید نہ منائیں۔ حضت یہ تو بدشگونی ہے۔ بہایت سخت بدشگونی۔"

اجمل ۔ "نہیں صاحب بدشگونی کی اس میں کیا بات ہمارے صاحب کپڑے بدلیں۔ دوگانہ ادا کریں۔ کھائیں پیئیں۔ ہر طرح کی خوشی منائیں البتہ جو غیر ضروری اخراجات عید کے دن ہوتے ہیں اور جن میں عام طور پر۔۔۔"

قاضی جی ۔ "ہاں صاحب آم تو میں بھول ہی گیا تھا۔ آموں کی فصل میں عید کا آنا بالکل ایسا ہی ہے کہ آم کے آم اور سونے پر سہاگہ۔"

بیوی ۔ "سن لی آپ نے مثل اجمل بھائی آم کے آم اور گٹھلیوں کے دام اور سونے پر سہاگہ دونوں کو ملا کر ایک بات کہدی۔"

اجمل ۔ "میں تو داد اس بات کی دیتا ہوں کہ میں نے کہا عام طور پر اور قاضی جی کو یاد آگئے آم۔"

قاضی جی ۔ "صاحب آم تو میں کسی وقت بھولتا ہی نہیں۔ قسمت نے وہاں پہنچا دیا ہے جہاں آم تک گیہوں یا چنے کی طرح سیروں کے حساب سے تل کر ملتے ہیں زندگی بھر کھانے سینکڑوں کے حساب سے خرید کر اب تلوا رہے ہیں۔ اور ہمارے باغ کا دسہری تو حضت نہ سینکڑوں کے حساب خریدا جاتا تھا نہ سیروں کے حساب سے تلتا تھا بلکہ کپڑے کی طرح گزوں کے حساب سے ناپا جاتا تھا۔"

بیوی ۔" ہائے میرے اللہ ایسا جھوٹ گزوں کے حساب سے آم بھی کہیں ناپے گئے ہیں ۔"

قاضی جی ۔" اب میں آپ سے کیا عرض کروں ہمارے باغ کے دسہری ایک گز میں چھ آتے تھے ۔ چھ انچ کا ایک آم ۔ بارہ انچ کا ایک فٹ تین فٹ کا ایک گز ۔ اسی طرح میلوں تک ناپتے چلے جائیے اور گٹھلی اتنی باریک کہ آنکھ پر رکھ کر دیکھئے تو آسمان دکھائی دے ۔ اور شیریں اتنے کہ آم تو آم ان کی کیریاں کھاکر بھی آپ بے مزہ نہ ہوں ۔

کیریاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا

اجمل ۔" وہ تو صحیح ہے مگر میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اگر اپنے فالتو عید کے اخراجات روک کر ہم کچھ غریبوں کی عید کا سامان مہیا کر دیں تو ان کی خوشی دیکھ کر ہم کو جو مسرت حاصل ہوگی وہ روحانی مسرت ہم کو اپنی کسی سرگرمی میں نہیں مل سکتی ۔"

بیوی ۔" اجمل بھائی بالکل یہی بات میں طے کئے بیٹھی تھی بلکہ میں نے تو اپنے عید کے جوڑے کے داموں میں تین معمولی جوڑے اُن مہاجر عورتوں کے لئے بنا ڈالے جو پڑوس میں بے سہارا پڑی ہوئی ہیں اور ان کے بچوں کے کپڑے بنا لئے ۔"

قاضی جی ۔" اور خود عید کے دن آپ دونوں اس طرح پھریں گی کہ میری ناک پر زلزلے آنا شروع ہو جائیں جو دیکھے گا وہ یہی تو کہے گا کہ یہ قاضی جی کی بیوی اور یہ قاضی جی کی بہن ہیں جو رفیو جی بنی پھر رہی ہیں ۔ نام بڑے اور درشن تھوڑے عید تک کے لئے نیا کپڑا میسر نہ آیا ۔ آپ کی تو ہو گئی قومی خدمت اور میری عزت آبرو پر پھر گیا پانی ۔"

اجمل ۔" کمال کرتے ہیں آپ بھی قاضی جی ، اس بات پر تو آپ کو خوش

ہونا چاہیئے تھا۔"
بیوی۔ " ابھی تو یہ اس بات پر بھی جلیں گے کہ عید کے دن میرے یہاں بجائے
اس کے کہ ہیں مرغے اور بٹیریں چباؤں بیس پچیس غریبوں کا کھانا ہوگا"
قاضی جی۔ اگر یہ پروگرام طے ہو چکا ہے تو مجھ کو ابھی سے بتا دو تاکہ میں کسی طرف
مُنہ کالا کر جاؤں۔"
زبیدہ۔" بھائی جان اس میں بُرا ماننے کی کونسی بات ہے۔ یہ تو ــــ "
قاضی جی۔" تم رہنے دو جی۔ آئیں وہاں سے بڑی ناصح مشفق بن کر۔ میں
ایک منٹ کے لئے بھی اس کو برداشت نہیں کر سکتا کہ عید کے دن
میرا گھر پناہ گزینوں کا کیمپ معلوم ہو آپ لوگوں کو ایسی ہی قومی خدمت
کرنا ہے تو پہلے مجھ کو اس گھر سے نکال باہر کیجیئے۔ کہاں ہے وہ
میری شیروانی۔ میں کسی درزی سے ٹھیک کرالوں گا میرے کپڑے اور
نیا جوتا نکال دو۔ میں دفعان ہو جاؤں اس گھر سے۔"
اجمل" بات تو سُنیئے قاضی جی۔"
قاضی جی۔" اجی بس رہنے دیجیئے۔ خدا بچائے مجھ کو اس محتاج خانہ سے نکل
جائیں گے گھر سے اور لوگوں سے کہہ دیں گے کہ۔ ؎

ہم مسافر ہیں ہماری عید کیا

ارے ہاں۔"

(قاضی جی تشریف لاتے ہیں)

قاضی جی۔ "(آواز دیتے ہوئے) ارے بھئی زبیدہ! سراج میاں! میں نے
کہا زبیدہ!"

زبیدہ۔ "آرہی ہوں بھائی جان آرہی ہوں (قریب آکر) آگئیں بھابی جان"

قاضی جی۔ "جی ہاں دیر آید درست آید۔ گاڑی کو بھی آج ہی یکمشت دو
انگشت یعنی ایک گھنٹہ دو منٹ لیٹ ہونا تھا۔ اسٹیشن پر ٹہلتے
ٹہلتے میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ آج ٹہل ہی جاؤنگا بالکل۔ بھئی سراج میاں
اب سامان وغیرہ تم اترواؤ۔"

بیوی۔ "(داخل ہوتے ہوئے) السلام علیکم۔"

زبیدہ۔ "وعلیکم السلام۔ خیر خدا خدا کرکے آپ آئیں تو سہی۔"

قاضی جی۔ "یعنی کمال کرتی ہیں آپ۔ سامان تانگے پر چھوڑ کر تشریف لے
آئیں اور جو وہ سب کچھ لے لوا کر چلتا بنے تو بے سر و سامان ہو کر رہ

جائیں۔ ذرا تو صبر سے کام لیا ہوتا۔"

بیوی۔" توبہ ہے۔ سامان میں نے اُتروا لیا ہے سب ڈیوڑھی میں رکھا ہے اچھی تو رہیں زبیدہ بہن۔"

زبیدہ۔" خالہ جان کا کیا حال ہے اب، اور بھیّا کیسے ہیں۔"

قاضی جی۔" وہ تو سب ٹھیک ہی ہوں گے مگر اچار بھی لائیں یا اس مرتبہ بھی بھول آئیں اور ہاں خط پہنچ گیا تھا میرا قلاقند کے متعلق مٹھائی تو خیر آپ منگنی کی بھی لائی ہوں گی۔ دونوں میں سے کس جگہ طے پائی آپ کے بھیّا کی نسبت۔ میرے نزدیک تو دونوں گھرانے نہایت معقول ہیں۔ اور دونوں لڑکیاں اس قدر اچھی ہیں کہ انتخاب بڑا ہی مشکل ہے۔"

بیوی۔" ذرا سامان دامان آ جائے گھر میں تو بتاتی ہوں ابھی کہ کیسا تم نے ناک میں دم کر رکھا ہے اور کیا نتھنوں چنے چبوائے ہیں۔"

سراج۔" (آتے ہوئے) دیکھ لیجئے صاحب سب ٹھیک ہے نا۔"

قاضی جی۔" بستر بند، ٹرنک، ناشتہ دان، جھابہ، ٹوکرا۔ ٹوکری، لوٹا یسات عدد۔ ہاں ٹھیک ہے بھئی۔ بالکل ٹھیک۔ ہاں صاحب کیا فرما رہی تھیں آپ کیا ناک میں دم کر رکھا ہے میں نے۔"

بیوی"۔ ناک میں دم یہ کر رکھا ہے کہ بیٹھے بٹھلائے دونوں نسبتیں گڑبڑ کرا دیں تم نے۔"

قاضی جی۔" کس نے؟ میں نے! سن لیجئے سراج میاں۔ اچھے میں نہ بُرے میں سینکڑوں میل دُور میں یہاں بیٹھا ہوں اور بھائی صاحب آپ کے اپنے گھر میں بیٹھے ہیں نام لگ گیا میرا کہ نسبتیں میں نے گڑبڑ کرا دیں۔ وہی مثل کہ سسرال میں اونٹ بدنام۔"

سراج"۔ شہر میں اونٹ بدنام تو سنا تھا مگر سسرال میں اونٹ بدنام

آپ ہی سے سُنا۔"

قاضی جی۔ "وہ بات یہ ہے ناکہ ان کا میکہ میری سُسرال ہی تو ہوا جہاں میرے سر یہ الزام لگایا جارہا ہے کہ میں نے نسبتیں گڑبڑ کرائی ہیں۔ کوئی پوچھے بھلا میں کیوں نسبتیں گڑبڑ کراتا۔ ان کی شادی ہوتی تو میرا کیا نقصان تھا۔ نہ کوئی باپ مارے کا بیر کہ میں نسبتیں چھوڑواتا اور گڑبڑ کراتا پھروں۔ مجھے اپنے ہی افکار سے کون سی فرصت ہے کہ پرائے معاملات میں ٹانگ اڑاتا پھروں۔ آخر معلوم تو ہو کہ یہ مجھ نامراد پر کیا الزام لگایا گیا ہے۔"

بیوی۔ "تم نے اُس موئے لُترے چھٹن خاں سے کچھ ذکر کیا تھا کہ بھیّا کی شادی خان بہادر صاحب کے یہاں ٹھہر رہی ہے۔"

قاضی جی۔ "چھٹن خان سے؟ شاید کیا ہو ذکر یاد نہیں مجھے۔ تو یہ کونسا ایسا گناہ ہوگیا۔"

بیوی۔ "اور یہ بھی کہا تھا کہ دوسری نسبت طے ہو رہی ہے انجینئر صاحب کے یہاں۔"

قاضی جی۔ "لو بھلا مجھے کیا معلوم تھا۔ تم ہی نے تو کہا تھا کہ دونوں جگہ بات ہو رہی ہے اب جہاں بھی طے پا جائے۔ بلکہ اس پر میں نے یہ بھی کہا تھا کہ لڑکیاں تو دونوں نہایت اچھی ہیں اور میں ہوتا تو دونوں جگہ کرتا۔ مگر یہ ڈانواں ڈول پن مجھ کو پسند نہیں ہے میں تو اس کا قائل ہوں کہ یک در گیر و محکم گیر۔"

بیوی۔ "بس اسی قسم کی باتیں اس موئے چھٹن خاں سے بھی کی ہوں گی اُس نے بات کا بتنگڑ بنا کر یہی بات فضلو سے کہی فضلو نے جاکر ایک ایک کی سو سو لگائیں خان بہادر صاحب سے اور ہوتے ہوتے یہ خبر پہنچی انجینئر صاحب کو بھی، نتیجہ یہ کہ دونوں کو خوب اچھی طرح سمجھایا

گیا کہ وہ شادی تھوڑی کرنا چاہتے ہیں بیوپار کر رہے ہیں کہ دونوں میں سے جو موٹی مرغی ہو وہ پھانس لی جائے۔"

قاضی جی۔" اب تم نہ جڑ دینا زبیدہ وہ مُرغی والی بات۔"

بیوی۔ "کیا ہوا زبیدہ بہن کھلا دی بلّی کو میری کوئی مُرغی؟"

زبیدہ۔ "بلّی کو نہیں کھلائی بھائی جان کھا گئے وہ کالی مُرغی جو سب کے آخر میں لائی تھیں آپ۔"

قاضی جی۔" تو کیا ہوا۔ وہی مثل کہ گھی کہاں گیا کھچڑی میں اور کھچڑی کہاں گئی چاہنے والوں کے پیٹ میں۔ بجا بلّی کا کھانا بجا شوہر کا کھانا ہاں تو بہر حال۔ کیا ذکر تھا

بیوی۔" ذکر یہ تھا کہ میں آج ہی تمام مرغیاں بکواتی ہوں۔ مجھ کو ان کمبختوں کی وہاں بیٹھے بھی فکر تھی کہ کہیں بلّی دِلّی نہ دبوچ لے میری کسی مرغی کو مگر جس گھر میں تم ہو وہاں تو بلّی سے زیادہ تم سے ڈرنا چاہیئے۔ کس شوق سے میں لائی تھی۔ یہ منار کا مُرغی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ اس کا یہ حشر ہوگا۔ کھانے کا شوق تھا تو بازار سے کوئی دیسی مرغی نہیں لا سکتے تھے۔ ایسی اچھی نسل کی مُرغی کھا گئے بیٹھ رہے۔"

قاضی جی۔" مجھ سے زیادہ اچھی نسل کی تو نہ ہوگی مرغی کہ اس کو کھا کر میں نے اس کے خاندان کا نام ڈبو یا۔ بیگم صاحبہ اور آپ کا جو جی چاہے کہہ لیجئے۔ مگر خدا کے فضل سے خاندانی اعتبار سے مجھ پر کوئی آنچ نہیں آ سکتی ہمارے خاندان کی شرافت کی قسم کھائی جاتی ہے۔"

زبیدہ۔" لو انھوں نے رونا شروع کر دیا۔ اپنی مرغی کے لئے میں پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ بڑے شوق سے لائی ہیں۔ یہ مرغیاں ان کو نہ ذبح کیجئے۔"

قاضی جی۔" ارے صاحب اب اس رونے دھونے سے وہ واپس تھوڑی آ جائے گی۔ جو گیا ہے وہ کہیں واپس آیا ہے۔ اب تم کہوگی کہ میں تو

گئی بھی اور واپس بھی آگئی مگر یہ جانا دوسرا ہے — تو ہنس بھی دیں
عجیب عورت ہے صاحب ہماری بیوی بھی نہ روتے دیر نہ ہنستے دیر۔ میں
تم کو اس سے بھی اعلیٰ درجہ کی مرغی لاکر دے دونگا تم اپنا دل میلا نہ کرو
ہاں تو کیا کہہ رہی تھیں تم کہ خان بہادر صاحب کو انجنیئر صاحب کو یہ
سمجھا یا گیا کہ یہ شادی نہیں ہو رہی ہے بلکہ بیوپار کیا جا رہا ہے۔
سراج۔ "ہزار باتیں سمجھائی گئی ہونگی کہ وہاں تو دو عملی ہو رہی ہے، بات یہاں
کی جا رہی ہے اور طے ہو رہی ہے وہاں۔"
بیوی۔ "جی نہیں بلکہ سب سے خطرناک بات دونوں جگہ یہ پہنچائی گئی کہ لڑکے
کو دونوں لڑکیاں پسند ہیں۔"
قاضی جی۔ "یہ تو۔ یعنی بھول گئیں تم۔ ارے بھئی یہ تو خود تم نے کہا تھا مجھ
سے۔ کیوں سراج میاں آپ کو یاد ہے آپ کے سامنے ہی کہا تھا۔
کہ بھیا کا تو یہ حال ہے کہ اگر بس چلے تو دونوں ہی سے شادی کرلیں۔
دونوں لڑکیاں ان کو پسند ہیں۔"
بیوی۔ "گھر میں ہزار طرح کی باتیں ہوتی ہیں۔ مگر ہمارا تو گھر ہی اس قابل
نہیں ہے کہ یہاں آپس میں کوئی بات ہو سکے۔ یہ گھر تھوڑی ہے۔
ریڈیو اسٹیشن ہے کہ بات کی اور پہنچی سارے جہان میں۔ تمہارے پیٹ
میں بات ہضم ہی نہیں ہوتی۔"
سراج۔ "یہ بات تو میں بھی کہونگا کہ جو بات کسی کو ساری دنیا میں پہنچانا ہو
وہ چپکے سے آپ کے کان میں کہدی جائے۔"
زبیدہ۔ "یہ کوئی آج کی تھوڑی ہمیشہ کی عادت ہے۔ بھائی جان کی اسی
لگائی بجھائی کی وجہ سے خالہ اور خالو میں طلاق کی نوبت پہنچ
گئی تھی۔ بات یہ تھی کہ اتفاق سے دونوں کے راز دار آپ ہی تھے"
بیوی۔ "ہزار مرتبہ ان سے کہا کہ گھر کی دوسری بات ہے۔ مگر باہر پہلے سو

مرتبہ بات کو تو لو پھر ایک مرتبہ منہ کھولو۔ اس لئے کہ ؏

منہ سے نکلی ہوئی پرائی بات

قاضی جی۔ ”بھئی میں کیا کروں بقول شخصے ؎

ہوتی ہے گرچہ کہنے سے یارو پرائی بات

پر ہم سے تو کبھی نہ چھپی منہ پر آئی بات

اب میں آپ سے عرض کروں سراج میاں کہ ہمارا خاندان ہی نہایت منہ پھٹ واقع ہوا ہے۔“

بیوی۔ ”منہ پھٹ نہیں اس کو لترا کہتے ہیں۔“

قاضی جی۔ ”خیر لترا ہی سہی تو میں یہ عرض کر رہا تھا سراج میاں کہ والد صاحب خدا جنت نصیب کرے نہایت ڈھنڈورچی واقع ہوئے تھے کسی کی کوئی بات ان کے کان میں پڑ جائے بس ایسا پیٹ پھولنا شروع ہوتا تھا مرحوم و مغفور کا کہ جب تک دس پانچ آدمیوں سے وہ بات کہہ نہیں لیتے تھے ان کو چین نہ آتا تھا۔ ایک مرتبہ خود میری نسبت کے سلسلہ میں والدہ صاحبہ نے ان سے کہا کہ میں کل چپکے سے لڑکی کو جا کر اچانک دیکھنا چاہتی ہوں کہ وہ ہے کیسی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو اور میں پہنچ جاؤں والدہ صاحبہ سے تو کہدیا کہ ٹھیک ہے اور آپ شام تک بے چین رہنے کے بعد سیدھے پہنچے لڑکی والوں میں اور چپکے سے خبر آئے کہ یہ منصوبے بندھ رہے ہیں۔“

سراج۔ ”یعنی چور سے کہا چوری کر اور شاہ سے کہا ہوشیار رہنا۔“

بیوی۔ ”وہی حال ان کا ہے۔ میں نے تو کان پکڑے جو کبھی ان کے سامنے کوئی ایسی راز کی بات کہوں اور ہاں یہ تم سے کس نے کہا تھا کہ یہ بھی اڑاتے پھرو کہ لڑکا کچھ بیمار بھی ہے اور برص کے مرض میں مبتلا ہے۔“

قاضی جی:۔ "غضب خدا کا بھلا میں کیوں کہتا۔ اب چاہے جیسی قسم لے لو جو
میں نے یہ بات کسی سے کہی ہو۔ ارے بھئی دو کوئی میرے دشمن تو ہیں۔
نہیں اگر تمہارے بھائی ہیں تو میرے بھی کچھ ہوئے۔ وہی مثل کہ ساری
خدائی اک طرف اور آپ کے بھائی اک طرف۔ میں بھلا ان کے متعلق
ایسی بیہودہ بات کیوں کہتا۔"

بیوی:۔ "سوائے تمہارے یہ بات کوئی اور کہہ ہی نہیں سکتا۔ تم ہی اکثر
پوچھا کرتے ہو کہ یہ جو سفید داغ اُن کی پیٹھ پر ہے یہ بڑھا تو نہیں اور
اس کے لئے اکثر دوائیں بھی بنایا کرتے تھے۔ اس داغ کی خبر آخر چھٹن خاں
کو اور فضلو کو کیونکر ہوئی۔"

قاضی جی:۔ "بھئی کمال ہے۔ گویا اب یہ ہمدردی کا بھی زمانہ نہیں رہا۔ میں نے
از راہِ ہمدردی چھٹن خاں سے یہ ضرور کہا تھا کہ کیسا خوبصورت
جوان ہے کیا ہاتھ پیر ہیں کیا ناک نقشہ ہے۔ ارے بھئی سراج میاں
میں پاکستان کا پورا نقشہ لے آیا ہوں مشرقی اور مغربی ہر قسم کے
پاکستان کا ——"

سراج:۔ "جی ہاں اب تو عام طور پر مل رہے ہیں نقشے۔"

بیوی:۔ "خیر وہ تو نقشے تو مل رہے ہیں۔ میں یہ پوچھتی ہوں کہ کیا کہا تھا
تم نے چھٹن خاں سے۔"

قاضی جی:۔ "ہاں تو چھٹن خان سے میں نے یہ کہا تھا کہ ہر طرح سے نہایت
دیدہ زیب آدمی ہے مگر پیٹھ پر روپیہ کے برابر ایک سفید داغ ہے
خدا کرے وہ برص کا نہ ہو حالانکہ کئی برس سے ہے۔"

بیوی:۔ "بس تو ٹھیک ہے اُسی نگوڑمارے نے نمک مرچ لگا کر یہ بات کہی
فضلو سے اور فضلو نے خان بہادر صاحب سے کہا کہ لڑکا تو اللہ نہ کرے
برص کے مرض میں مبتلا ہے حالانکہ وہ داغ ہے پھوڑے کا اور بچپن سے

ہے مگر بات کا بتنگڑ یوں ہی تو بنتا ہے نہ۔"

سراج۔" سو باتوں کی ایک بات تو یہ کہ بات کہنے سے پہلے آدمی کو سوچ لینا چاہیئے۔ کہ یہ کس قسم کی بات ہے اور اس کو کیا کیا رنگ دیئے جا سکتے ہیں۔ مُنہ سے نکلی ہوئی بات تو بس جنگل کی آگ ہوتی ہے جو پھیلتی ہی چلی جاتی ہے ——"

زبیدہ۔" وہ تو کہیئے کہ بھائی آپ کے بھائی فوج وغیرہ میں ملازم نہیں ہیں۔ ورنہ بھائی جان سے تو یہ بھی کچھ تعجب نہ تھا کہ سب کو ان کا پتہ بتلاتے پھرتے کہ آج کل ان کی پلٹن کہاں ہے۔ اور وہ کہاں تعینات ہیں۔"

قاضی جی۔" کیا مہمل بات فرمائی ہے آپ نے گویا اس میں بھی آپ کے نزدیک کوئی ہرج ہے گویا یہ کہنا کہ کون صاحب آجکل کہاں تعینات ہیں۔ یہ بھی کوئی لترا پن ہے۔"

سراج۔" آپ سمجھے نہیں بھائی صاحب زبیدہ بہن نے نہایت گہری اور بڑی برمحل بات کہی ہے۔ بیشک جہاں تک فوج کا تعلق ہے یہ بات نہایت اہمیت رکھتی ہے کہ کون صاحب کس ریجمنٹ میں ہیں اور وہ ریجمنٹ آجکل کہاں ہے۔"

قاضی جی۔" بندہ نواز۔ میری سمجھ میں تو اب تک آپ کی یہ منطق نہیں آئی۔ اور یہ تو آپ دُنیا سے نرالی بات فرما رہے ہیں۔ میں جس زمانہ میں تھانیدار تھا سب ہی کو پتہ رہتا تھا کہ آجکل میں کس تھانہ پر تعینات ہوں۔ کسی وجہ سے لائن حاضر ہو جاتا تھا تو بھی سب کو معلوم رہتا تھا۔ کہ میں لائن میں حاضر ہوں۔"

بیوی۔" بات تو سمجھا کرو ذکر ہے فوج کا لے دوڑے پولیس کا محکمہ۔ فوج کے متعلق بھلا تم کو کیا معلوم ہے۔"

قاضی جی۔" جی نہیں بھلا مجھ کو کیا معلوم ہوتا۔ آپ لوگ البتہ بڑی سپہ سالار

بڑی فیلڈ مارشل ہیں جو کچھ معلوم ہوگا آپ کو ہوگا۔ میں نے کب دعوٰے
کیا ہے کہ میری معلومات آپ لوگوں سے زیادہ ہے۔ مگر اتنا ضرور
جانتا ہوں کہ جو بات کہی جا رہی ہے وہ سمجھ میں آنے والی نہیں ہے۔"
سراج ۔" میں عرض کروں آپ سے بھائی صاحب کہ پچھلی جنگ عظیم میں
اسی قسم کی معمولی معمولی باتوں سے بڑے بڑے نقصان پہنچ چکے ہیں۔
سوال تو یہ ہے کہ آخر اس قسم کی باتیں بڑی ہوں یا چھوٹی زبان سے نکالی
ہی کیوں جائیں ۔"
بیوی ۔" اب دیکھ لو نا کہ تم نے تو چھٹن خان سے صرف گھر کا یہ بھید کہدیا تھا۔
کہ میری بیوی کے بھائی کی نسبت یہاں بھی طے ہو رہی ہے۔ اور وہاں بھی۔
یا تم نے ان کے بیٹھ کے سفید داغ کا ذکر کر دیا۔ بات کہاں سے کہاں
جا پہنچی ۔"
قاضی جی ۔" یہ تو وہی ہوا کہ ۔

بات پہنچی تری جوانی تک

میاں سراج اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اب کسی درزی کے پاس جا کر ہونٹ
بھی سلواؤں۔ کہ کوئی بات ہی زبان سے نہ نکل سکے ۔ انسان ہزار طرح
کی باتیں کرتا ہے دوست احباب میں اب کہاں تک کوئی دانتوں میں
ترازو دبائے پھر سکتا ہے کہ پہلے تولے پھر بات کرے۔"
زبیدہ ۔" تو یہ کون کہتا ہے کہ آپ بات ہی نہ کریں۔ مگر دُنیا کی ہزاروں
باتیں ہیں یہ کوئی ضروری تو نہیں کہ گھر کے بھید ہی کھولے جائیں۔
اسی طرح ایک گھر کی بات دوسرے گھر پہنچتی ہے اور یوں ہی ایک
مُلک کی بات دوسرے مُلک جا پہنچتی ہے ۔"
بیوی ۔" اب مثلاً چھٹن خان سے شادی بیاہ کے گھریلو راز کہنے کی کیا ضرورت
تھی۔ جانتے ہو کہ وہ کتنا غیر ذمہ دار آدمی ہے ۔ زبان کے آگے

خندق ہے اس کے تو موا بدلگام کہیں کا ایک ایک سے کہتا پھرا ہوگا"

سراج ۔" اور اُس کا بھی کیا قصور ذمّہ واری تو آپ کی تھی اس لئے کہ راز آپ کے گھر کا تھا اُس کا تو نہیں ۔"

زبیدہ ۔" اُس نے تو سرخرو ہونے کے لئے فضلو سے یہ بات کہی ہوگی"

قاضی جی ۔" توبہ کی صاحب آئندہ سے جو کبھی میں اپنی گھڑی کا وقت بھی بتاؤں اُس کو ۔ عجیب کم ظرف اور چھچھورا آدمی ہے ۔ یعنی مہمل ہی نکلا وہ تو بالکل ۔"

بیوی ۔" اُسی پر ٹھیکہ نہیں ہے میں تو یہ کہتی ہوں کہ گھر کی بات کسی سے کہی کیوں جائے ۔"

قاضی جی ۔" یعنی اب میں سمجھ گیا ہوں ۔ اپنی غلطی پر نادم ہو رہا ہوں ۔ تو آپ لوگ اب اسی پر مُصر ہیں کہ شرمندہ ہی کرتے چلے جائیں گے ۔ یہاں تک کہ میں عرق انفعال میں غوطے کھا کر جاں بحق ہو جاؤں ۔ کیا حال ہے میاں عبدالحق کا میرا پیغام پہنچا دیا تھا ان کو ۔"

بیوی ۔" بیچارے اسٹیشن پر اچار کی ہانڈی لے کر آئے تھے اور بہت بہت سلام کہا ہے ۔"

قاضی جی ۔ ارے صاحب تو اس اچار شریف کی زیارت سے مشرّف ہونے کا بھی تو موقع دیجئے ۔ ہے کہاں وہ اچھا وہ رہی ہانڈی ، زبیدہ ذرا ایک پلیٹ تو دینا ۔ میں لایا ہانڈی اٹھا کر ۔"

Read by Ab. Majid
10.4.74

(سراج باہر سے آواز دیتا ہے)

سراج ۔ "(باہر سے آواز دیتے ہوئے) بس آجاؤں ۔"

قاضی جی ۔ "ارے بھئی زبیدہ ۔ دیکھنا ذرا شاید سراج میاں ہیں ۔"

زبیدہ ۔ "آجائیے سراج بھائی ۔ ۔"

سراج ۔ "(آتے ہوئے) آداب عرض بھائی صاحب ۔"

قاضی جی ۔ "آداب عرض جناب والا ۔ وہی شعر کہ ۔ ؏

سیہ بختی میں کوئی کب کسی کا ساتھ دیتا ہے

چونکہ بیگم صاحبہ نہیں ہیں، لہذا آپ بھی مستقل طور پر غائب رہتے ہیں تاکہ یہ گھر مجھ کو واقعی کاٹنے کو دوڑے ۔ غالب کو تو دشت کو دیکھ کر گھر یاد آیا تھا مگر مجھے آجکل گھر کو دیکھ کر دشت یاد آرہا ہے عجیب ویرانی سی ویرانی ہے سب کچھ وہی ہے مگر ایک وہ نہیں ہیں تو ۔ ؏

جی چاہتا ہے آگ لگا دوں بہار کو

سراج۔ "کب تک آرہی ہیں آپا۔ کوئی خط وط آیا۔"

قاضی جی۔ "ابھی وہ تو۔ ع

ایسی گئیں کہ خط بھی نہ بھیجا رسید کا

زبیدہ۔ "کہیں بھی نہیں خط تو انھوں نے بھیجا تھا مجھ کو۔"

قاضی جی۔ "اونہہ۔ تم کو خط بھیجنے سے کیا فائدہ۔ خط بھیجنا چاہیئے تھا مجھ کو ناکہ مجھے ذرا اطمینان ہوتا سراج میاں یہ عالم ہے میرا کہ جی چاہتا ہے کہ در و دیوار سے لڑوں۔"

سراج۔ "جی ہاں جب وہ نہیں ہیں لڑنے کو تو کسی سے تو لڑنا ہی ہوا۔"

قاضی جی۔ "میاں وہ جو ہم دونوں کی لڑائی ہوتی ہے اس کو کوئی کیا سمجھ سکتا ہے۔ اس کا نام لڑائی نہیں بلکہ اس کو کہنا چاہیئے خوبان سے چھیڑ۔ اب دیکھ لیجیئے۔ کہ وہ نہیں ہیں تو عالم یہ ہے کہ بس منہ لپیٹے پڑا رہتا ہوں اور جہاں ذرا آنکھ لگی اور دیکھا ان کو خواب میں اور چونک کر آنکھ کھل گئی سچی بات تو یہ ہے سراج میاں کہ میں اتنی بیویوں کا داغ کھائے بیٹھا ہوں کہ اب مجھ میں اتنی بات بھی نہیں کہ یہ عارضی جدائی بھی برداشت کر سکوں اور وہ ہیں۔ کہ بہانے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر میکے تشریف لے جاتی ہیں۔ محض میری وفائیں آزمانے کے شوق میں۔"

زبیدہ۔ "پھیئے بھلا ان کے بھائی کی بیماری کا خط آیا وہ کیسے نہ جاتیں۔"

قاضی جی۔ "یہی تو شکوہ ہے کہ انہوں نے بھائی کی بیماری کا خیال کیا۔ میاں کی تندرستی کا خیال نہ کیا خیر وہ جہاں رہیں خوش رہیں۔ آباد رہیں۔ ع

ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

خیر وہ تو چلی ہی گئی ہیں مگر آپ بھی کچھ کم ستمگر نہیں ہیں سراج میاں۔ آج ہی کل آپ بھی دور دور رہتے ہیں اور یہ تنہائی مجھ کو کھائے جاتی ہے۔ بھلا یہ غائب کہاں تھے آپ۔"

سراج :- "بھائی جان وہ قصہ یہ ہوا کہ ہماری انجمن کا ایک بہت ضروری جلسہ تھا جس میں یہ طے ہونا تھا کہ پاکستان کی قومی زبان اُردو کو صحیح معنوں میں قومی زبان بنانے کے لئے تمام مروجہ علوم و فنون کو جلد سے جلد اُردو کے سانچوں میں ڈھالنے کے لئے عملی قدم اٹھایا جائے۔"

زبیدہ :- "یہ تحریک تو آجکل بڑے زور پر ہے اور ہے بھی یقیناً نہایت اہم۔"

قاضی جی :- "ٹھہرو تو تم۔ علوم و فنون کا ذکر ہے اور بول رہی ہیں۔ آپ گویا بڑی ہر فن مولا ہیں۔ ہاں بھئی سراج میاں آپ مجھ کو سمجھایئے میں سمجھا نہیں آپ کا مطلب۔ یعنی اُردو کو آپ کیا فرما رہے تھے کیا کرنے کے منصوبے ہو رہے ہیں۔"

سراج :- "کوشش یہ ہو رہی ہے کہ چونکہ اُردو ہماری قومی زبان ہے۔ لہذا جتنے ضروری علوم ہیں۔ ان کو اسی زبان میں منتقل کر دیا جائے۔ اب سائنس ہے۔ کیوں نہ ہم اس کو اردو میں منتقل کریں۔ انگریزی اور دوسری زبانوں سے ترجمہ کر کے ہم اس کو اپنی قومی زبان میں لا سکتے ہیں۔"

قاضی جی :- "میاں یہ اگر ہو جائے تو کیا کہنا ہے۔ اب میں آپ سے عرض کروں کہ میرے انگریزی نہ پڑھ سکنے کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی کہ انگریزی کبھی اُردو میں نہیں پڑھائی گئی اگر انگریزی کا ترجمہ اُردو میں ہو گیا ہوتا تو کیا میں بغیر گریجویٹ بنے رہ سکتا تھا۔ اور اب بھی اگر آپ کی یہ ترجمے والی مہم کامیاب ہو گئی تو آپ کی دُعا سے اتنی ہمت رکھتا ہوں کہ اب بھی لکھ پڑھ کر امتحان دے دوں۔"

زبیدہ :- "(ہنسکر) لیجئے اب آپ اُردو میں انگریزی پڑھیں گے۔ بھلا اُردو میں انگریزی کیسے پڑھی جا سکتی ہے۔"

قاضی جی :- "جیسے انگریزی میں اُردو پڑھی جاتی ہے سراج میاں میرے والد صاحب کے ایک دوست تھے۔ انگریز تھے وہ بیچارے ان کو جناب

ایک موقع پر تقریر کرنا تھی اُردو میں۔ اُردو کے سلسلہ میں وہ الف
کے نام لٹھ بھی نہ جانتے تھے۔ نتیجہ یہ کہ ان کو اُردو کی تقریر انگریزی
میں لکھ کر دے دی گئی۔"

سراج ۔"یعنی رومن میں۔ سمجھ گیا میں۔"

قاضی جی۔ "تو جناب اسی طرح رومن دومن جو کچھ بھی ہو اسی طرح انگریزی بھی
اُردو میں لکھی جاسکتی ہے اب جیسے الف - اے - ٹی - سیٹ ہے۔
اس کو الف - اے - ٹی کے بجائے فے - بے - سٹے میں اگر لکھ دیا
جائے تو کیا ہم انگریزی نہیں پڑھ سکتے۔"

زبیدہ ۔"لیجئے آپ تو بالکل دوسری بات کہہ رہے ہیں اس تحریک کا مطلب تو یہ
ہے کہ اپنی اُردو زبان ہی کو وسیع کیا جائے یعنی انگریزی کی ہم کو ضرورت
ہی نہ رہے۔"

قاضی جی ۔"سبحان اللہ کیا عقل پائی ہے جناب نے بھی۔ جواب نہیں ہے تمہارا
بھی بی زبیدہ۔ چراغ لے کر ڈھونڈھیئے تو بھی ایسی اوندھی کھوپڑی
تو اس زمانہ میں مل نہیں سکتی۔ فرماتی ہیں کہ انگریزی کی ضرورت ہی کیا ہے
میں عرض کروں انگریزی کی ضرورت کیا ہے؟ سراج میاں ایک جگہ
کے لئے میں بھی اُمیدوار ہو کر گیا۔ متعلقہ افسر سے ملا وہ کُرسی چھوڑ کر
کھڑا ہو گیا۔ ہاتھ ملایا اور بڑی تمیز سے باتیں کرتا رہا۔ میں نے جو اس
سے گفتگو کی تو میری قابلیت سے مرعوب ہو کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ
کر مجھ کو دیکھتا رہا۔ آخر اس نے پوچھا کہ انگریزی تعلیم کہاں تک ہے میں نے
صاف کہہ دیا کہ فارسی جانتا ہوں عربی جانتا ہوں اردو جانتا ہوں انگریزی
البتہ نہیں جانتا تو جناب نے آنکھیں پھیر کر کہا۔ کہ بغیر انگریزی کے سب بیکار
ہے۔ سُن لیا آپ نے گویا بغیر انگریزی کے سب بیکار ہے اور بہن صاحبہ
فرماتی ہیں کہ انگریزی کی ہم کو ضرورت ہی نہ رہے۔"

سرلج ۔" دیکھیئے نا بھائی صاحب زبیدہ بہن بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں ۔ اب جبکہ اُردو کو ہم اپنی قومی زبان بنا چکے ہیں ضرورت اس کی ہے کہ تمام وہ کام جو اب تک ہم انگریزی سے لیتے تھے اردو سے لیں ۔ اس میں شک نہیں کہ اُردو میں اس کی پوری صلاحیت موجود ہے اور اگر محنت کی جائے تو سائنسی علوم اور دوسرے تمام علوم اردو میں منتقل ہو سکتے ہیں ۔ مگر جب تک یہ علوم اردو میں منتقل نہیں ہوتے ہم کو انگریزی کا سہارا لینا ہے"

زبیدہ ۔" اب دیکھیئے نا انجمن ترقیٔ اردو نے کراچی میں مجلس سائنس کی بنیاد رکھی تھی جس کا مقصد ہی یہ ہے کہ سائنس کے علوم کی تعلیم اُردو میں دی جائے ۔"

قاضی جی ۔" اے بھئی زبیدہ للّٰہ یہ بتا دو کہ کیا تم سائنسدان بھی ہو ۔ عقل چکرا رہی ہے ۔ دماغ بھول بھلیاں بنا ہوا ہے کہ یہ کیا ماجرا ہے ۔ میں سمجھا تھا کہ آج ایک ایسی بحث چھڑی ہے جس میں حصہ لینے کے لئے بیگم صاحبہ تو خیر ہیں ہی نہیں مگر شاید تم بھی نہ بولو مگر مجھے کیا معلوم تھا ۔ کہ تم اِنہیں کے سائنس میں بھی دخل رکھتی ہو ۔ دنیا کا کوئی ذکر تو ایسا ہو جس میں تم نہ بولو ۔ کوئی پوچھے کہاں رائنس ۔ کہاں ۔۔۔ زبیدہ قسم لے لیجئے ۔ مجھ سے جو سائنس کے متعلق مجھ کو کچھ بھی معلوم ہو ۔"

زبیدہ ۔" معلوم تو مجھ کو بھی کچھ نہیں بھائی جان مگر میں سائنس کے علم پر تو بات نہیں کر رہی ہوں میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ سائنس کے علوم کو اُردو میں منتقل کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں ۔"

قاضی جی ۔" یہی سہی ۔ تو گویا یہ بات تم اپنی لباط سے باہر نہیں کر رہی ہو ۔ ذرا اپنی اوقات دیکھو ۔ اپنی عمر دیکھو ۔ اپنی تعلیمی حالت دیکھو ۔ اور سائنس کو دیکھو ۔ بخدا مجھ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ سائنس صاد سے ہے یا ثے سے اور بہن صاحبہ جن کو ابھی کچھ دن پہلے تک میں املا لکھایا کرتا تھا ۔

اور جو ہر سطر میں دس ہزار غلطیاں کرتی تھیں اونٹ عین سے لکھ دیا۔ اور کبھی عقل الف سے لکھ گئیں۔ اس الف والی عقل کی تو آپ عورت ہیں اور دخل دے رہی ہیں سائنس میں خدا کی شان نظر آتی ہے۔

عجب تیری قدرت عجب تیرے کھیل
بہن پاس ہوں بھائی صاحب ہوں فیل

سراج۔ "یہ دوسرا مصرع تو شائد آپ نے ابھی موزوں کیا ہے۔ بہت خوب ہے اور نہایت برمحل۔"

قاضی جی۔ "مگر جناب اس موزونیت اور اس قادر الکلامی کے باوجود میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اب میں سائنس میں بھی دخل دے سکتا ہوں۔ اور بہن صاحبہ ہیں کہ کراچی میں مجلس سائنس کی بنیاد رکھی گئی اس کی بھی خبر رکھتی ہیں۔ انجمن ترقی اردو کی بھی خبر رکھتی ہیں اور جو مسئلہ بھی چھیڑ دیجیئے ان کے سامنے معلومات کے غزلنے اٹانا شروع کر دیں گی۔"

سراج۔ "مگر بھائی صاحب۔ یہ تو غور کیجئے کہ زبیدہ بہن کی اطلاع غلط تو نہیں ہے واقعی کراچی میں سائنس کی مجلس قائم کی گئی ہے اور سب نے اس مجلس کے مقصد سے پورا اتفاق کیا ہے۔"

قاضی جی۔ "وہ تو ٹھیک ہے برادر بجان برابر۔ مگر میں تو زمانے کے رنگ دیکھ رہا ہوں کہ مجھ کو مرد ہو کر قسم لے لیجئے جو ان باتوں کی خبر بھی ہو۔ اور یہ جو ایک عورت ہیں۔ ایک خاتون ہیں ایک مستورات ہیں۔ مگر نہیں ایک مستورات تو غلط ہے غالباً۔ میرا مطلب یہ کہ یہ جو ایک ایک یعنی یہ جو مرد نہیں ان کو بھلا ان باتوں سے کیا سرو کار۔ ان کو تو بس یہ جاننا چاہیئے کہ کونسی دالیں لہسن سے اور کونسی پیاز سے بگھاری جاتی ہیں۔ مگر سراج میاں دال کھانے کا لطف گیا چھوٹو خان

مرحوم کے ساتھ ویسی دال بھر کبھی کھانے کو نہ ملی۔"

سراج ۔"اب یہی بات اگر آپ آپا کے سامنے کہتے تو لڑائی ہو جاتی کہ بھلا یہاں چھوٹو خاں کا کیا ذکر تھا۔"

قاضی جی ۔" خدا مغفرت کرے۔ مگر مغفرت کیوں کرے خُدا، نہایت چور قسم کا باورچی تھا۔ بہر حال چاہے خدا مغفرت کرے یا نہ کرے مگر تھا آدمی کاریگر۔ ارہر کی دال تو ایسی پکاتا تھا کہ بڑے بڑے راجہ اور نواب دادا جان مرحوم و مغفور کے دستر خوان پر مکھیوں کی طرح بھنکتے رہتے تھے۔ محض اس دال کی چاٹ میں۔ میاں پلاؤ ایک طرف۔ متنجن ایک طرف۔ مُرغ ایک طرف۔ ارے بھئی زبیدہ میں نے کہا پھر وہ آجائینگی ایک آدھ روز میں۔ ان میں سے ایک آدھ مرغی پکڑ کر کسی دن ذرا بھون بھان دو۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ اس موقع کو غنیمت جانو۔"

زبیدہ ۔"یہ سنیئے۔ بھلا بھابی مجھ کو زندہ چھوڑیں گی چلتے چلتے تو وہ کہہ گئی ہیں کہ ان کو بلی سے بچائے رکھنا۔"

قاضی جی ۔" سُن لیا آپ نے سراج میاں۔ چلتے چلتے اگر خیال رہا تو کس کا؟ مرغیوں کا۔ شوہر کو چاہے بلی لے جائے اُس کی پروا نہیں۔ کم سے کم یہی سوچا ہوتا کہ میں تو جا رہی ہوں کمبخت اُداس رہے گا۔ اگر دستر خوان پر کبھی مُرغی آگئی تو ذرا دل ہی بہل جائے گا اس کا۔ جی نہیں۔ دل بہلانے کی ترکیبیں سوچے۔ ان کی جوتی ان کی مرغیاں سلامت رہیں شوہر مرتا ہے مرے۔ سوال یہ ہے کہ جب ان کو میری پروا نہیں ہے تو میں ان کی مرغیوں کی پرواہ کیوں کروں۔ اور نہ میں اس کا قائل ہوں کہ لیلیٰ پیاری تو لیلیٰ کا کُتا بھی اور بیوی عزیز تو بیوی کی مرغیاں بھی۔ سراج میاں رات کو میرے ساتھ کھانا کھایئے گا آج میں مُرغی ضرور ذبح کرونگا۔"

زبیدہ ۔" خدا کے لئے ایسا غضب بھی نہ کریئے گا وہ خود فارم سے جا کر بڑی اونچی نسل کی مرغیاں لائی ہیں یہ کھانے والی مرغیاں نہیں ہیں"۔

قاضی جی ۔" یہ اونچی نسل کی ہیں تو میں بھی کوئی بدقوما نہیں ہوں ۔ آئیں وہاں سے کہ یہ کھانے والی مرغیاں نہیں ہیں ۔ اور نہیں تو کیا میں ان کا گانا سنوں گا ۔"

زبیدہ ۔" مجھ کو تو یاد بھی نہیں رہا نام ۔ کوئی انگریزی نسل ہے ان مرغیوں کی ـــ"

قاضی جی ۔" اب فرمایئے ان انگریزی مرغیوں کو آپ اردو میں کیوں کر منتقل کریں گے میاں بس یہ حد ہے کہ نہیں کہ مرغیوں تک کے لئے انگریزی نسل کا ہونا ضروری ہے ۔ آپ آخر کس کس چیز کو اردو میں منتقل کرتے پھریں گے اب مثلاً سب سے پہلے تو آپ اپنا ہی ترجمہ کروایئے کسی سے کہ آپ سوٹ پہنے کھڑے ہیں اب ہیں اور آپ اس طرح آمنے سامنے کھڑے ہیں جیسے ایک اردو آدمی ہے ۔ ایک انگریزی آدمی ہے ۔"

سراج ۔" آپ نے مبحث ہی بدل کر رکھدیا ۔ میں اصل میں ذکر کر رہا تھا یہ کہ پاکستان میں نہ صرف اردو کے فروغ کی ضرورت ہے بلکہ جتنے ترقی یافتہ علوم ہیں ان کو اپنانے کا بھی یہی طریقہ ہے کہ ان کے حصول کے لئے ہم اپنی ہی زبان استعمال کریں ۔ ہمارے وزیر تعلیم نے بھی یہی بات سائنس کے متعلق فرمائی ہے کہ پاکستان میں سائنسی علوم کی ترویج بہت اہمیت رکھتی ہے اور اس سلسلہ کی ادنیٰ سے ادنیٰ کوشش کی بھی حوصلہ افزائی کرنا چاہیئے ۔"

قاضی جی ۔" تو میں کب حوصلہ شکنی کر رہا ہوں بھائی صاحب میں تو خود ہی یہ چاہتا ہوں کہ اردو میں سب کچھ ہوتا کہ میں بھی اس ملک میں کارآمد سمجھا جا

سکوں۔ اب محض انگریزی نہ جاننے کی وجہ سے یہ حال ہے میرا کہ کسی نمی پُرسد کہ بھیا کون ہو حالانکہ آپ میری اردو کی قابلیت کو خود سمجھتے ہونگے ارے بھئی اپنے گھر کی زبان۔ میرے یہاں کی زبان تو سند کا درجہ رکھتی تھی اور ہمارا گھر محاورہ سازی کی فیکٹری کا درجہ رکھتا تھا۔

سراج ۔" یہ محاورہ سازی کی فیکٹری بھی خوب ہے بھائی صاحب۔"

قاضی جی ۔" یہ میں نے غلط نہیں کہا ہے۔ جناب والا زبان کے سلسلہ میں تمام جھگڑے طے ہونے کو ہمارے یہاں آیا کرتے تھے کہ برف مذکر ہے یا مؤنث فیصلہ صادر ہوا کہ منجمد ہے تو مؤنث اور پگھل جائے تو مذکر۔ اور اسی قسم کے مسائل آخر ہم ہی تو طے کرتے تھے۔ اگر اب پھر اردو کو وہی عروج حاصل ہو گیا تو اپنی بات پھر اونچی ہو جائے گی۔"

زبیدہ ۔" مگر اب باتوں سے کام نہیں چلے گا اب اردو زبان چٹخارے کیلئے نہیں بلکہ دنیا کے جواہر اپنے میں جذب کرنے کے کام میں آئیگی۔"

قاضی جی ۔" خیر آپ تو رہنے دیجئے دخل در معقولات کرنے کے لئے مگر سراج میاں میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ آپ اگر سائنس کی کتابوں کے ترجمے کر کے مجھ کو دکھائیں تو میں ان کو ذرا سا وقت لگا کر نظم کر ڈالونگا سب کو۔"

سراج ۔" آپ نظم کو لئے پھر رہے ہیں میں تو یہ کہتا ہوں کہ وہ نثر ہی میں آجائیں تو بہت ہے۔"

قاضی جی ۔" آپ کیا سمجھتے ہیں جناب میں ان بزرگوں کا خورد اور اُس دادا کا پوتا ہوں جس نے پوری تعزیرات ہند کو منظوم کرنے کا بیڑہ اٹھایا تھا مگر عمر ہی نے وفا نہ کی ورنہ آج تمام عدالتوں میں وکلا ترنم سے اُن ہی کا کلام پڑھتے نظر آتے۔"

زبیدہ ۔" آپ کی بھی کیا باتیں ہیں قانون اور طب بھی اگر نظم میں ہونے لگے تو ساری دنیا ہی پاگل خانہ بن کر رہ جائے۔"

قاضی جی ۔" جو منہ میں آیا بک دیا۔ گویا شاعری پاگل پن ہے گویا دادا جان کا یہ
فیصلہ پگلا پن تھا۔ اسی لئے تو تم سے کہتا ہوں کہ ہر بات میں زبان نہ
چلایا کرو۔ آئیے سراج میاں یہ مسئلہ ہے اہم اس پر ہم لوگ باہر بیٹھ
کر گفتگو کریں کہ سائنس کا ترجمہ نثر میں ٹھیک رہے گا یا نظم میں۔
تشریف لائیے اور تم جاؤ باورچی خانہ میں زبیدہ مگر ٹھہرو پہلے مرغی
تو پکڑ دوں تم کو۔ آ۔ آ۔ آ۔ خانے۔ خلنے۔ ڈربے۔ ڈربے۔ ڈربے۔
آ۔ آ۔ آ۔"

(Arabic)

Bakwani / Ali Kashmiri
R/o Wakchi
via ...
Sangam.

(سراج داخل ہوتا ہے)

سراج ۔" آپا ـــــ زبیدہ بہن ۔ کدھر ہیں آپ لوگ ۔ اوہ معاف کیجئے گا ۔"

بیوی ۔" نہیں نہیں واپس لوٹنے کی ضرورت نہیں وہ پردہ نہیں کرتیں ۔ آئیے میں ملاؤں اُن سے ۔ یہ ہیں میری سہیلی نجمہ اور نجمہ یہ ہیں سراج میاں میرے بھائی ۔"

نجمہ ۔" بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر ۔"

سراج ۔" میں شرمندہ ہوں کہ آج ہی بغیر آواز دیئے گھر میں داخل ہُوا اور آج ہی آپ تشریف رکھتی تھیں ۔"

زبیدہ ۔" تو آپ کو کسی نے گھر سے نکال تو نہیں دیا ۔ بیٹھئے نا ۔"

سراج ۔" بھائی صاحب کہاں تشریف لے گئے ہیں نظر نہیں آتے ۔"

بیوی ۔" آپ کے بھائی صاحب اینٹھے ہوئے ہیں پرسوں سے ۔ کسی سے

سیدھے منہ بات ہی نہیں کرتے آدم بیزار بنے کمرے میں پڑے ہیں"

سراج۔ "آخر کیوں؟ کسی نہ کسی بات پر آپ ہی نے ناراض کر دیا ہوگا۔"

زبیدہ۔ "بس ہم لوگوں کی خطا یہ ہے کہ ہفتہ کے دن گرل گائڈ کی ریلی میں چلے گئے تھے۔"

بیوی۔ "یہ آگئی بقیس نجمہ پکڑے گئیں ہم دونوں کو بھی اب جو وہاں سے واپس آئے ہیں تو ایک قیامت مچادی آپ کے بھائی صاحب نے اور اسی وقت سے منہ پھلائے پڑے ہیں"

زبیدہ۔ "اب آپ ہی ان کو منائیے سراج بھائی ہم لوگ تو سب جتن کر کے ہار گئے۔"

سراج۔ "بھائی صاحب کے متعلق کوئی قطعی وعدہ تو کیا نہیں جا سکتا بہرحال کوشش کرتا ہوں۔ آئیے نا آپ سب بھی چلیے۔"

(سب جاتے ہیں قاضی جی کے گنگنانے
کی آواز قریب آتی ہے)

قاضی جی۔ "رفتہ رفتہ —— رفتہ رفتہ۔ چھوڑتے جاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ چھوڑتے جاتے ہیں سب تنہا مجھے۔"

سراج۔ "(آتے ہوئے) آداب عرض کرتا ہوں بھائی صاحب۔"

قاضی جی۔ "آداب عرض جناب والا۔ اب بھی پوچھا تو مہربانی کی۔"

سراج۔ "خیریت تو ہے۔ مزاج کیسا ہے۔"

قاضی جی۔ "شکر ہے اس پاک بے نیاز کا جو موت عطا نہیں کرتا زندگی بڑھائے چلا جا رہا ہے بقول شخصے ؎

ہجوم غم میں دعا کر کے تجھ سے کیا پایا
جو مانگی موت تو کچھ اور زندگی دے دی

بیوی۔ "ذرا سراج میاں ان سے یہ پوچھیے کہ موت مانگنے کی ضرورت

کیا پیش آئی۔"

سراج ۔" بتایئے نا بھائی صاحب آخر قصہ کیا ہے۔"

قاضی جی ۔" جی کچھ نہیں۔ قصہ صرف یہ ہے کہ جس عمر کا میں سمجھا جاتا ہوں اس عمر کے گھوڑوں کو عموماً گولی مار دی جاتی ہے تاکہ دانہ گھاس خواہ مخواہ ضائع نہ ہو مگر بدقسمتی سے چونکہ میں گھوڑا نہیں ہوں لہذا گولی بھی مجھ نامراد کو نہیں ماری جا سکتی البتہ جو زندگی میں بسر کر رہا ہوں اُس کو دیکھنے والا وہی پاک پروردگار ہے۔"

بیوی ۔" دیکھئے سراج میاں میں آپ کو بتائے دیتی ہوں۔ قصہ یہ ہوا کہ خاتونِ پاکستان محترمہ فاطمہ جناح گرل گائڈ کو مخاطب کرنے والی تھیں ان کی تقریر سننے اور ریلی دیکھنے ہم لوگ بھی چلے گئے تھے۔"

قاضی جی ۔" ارے صاحب تو میں کچھ کہہ تھوڑی رہا ہوں اور کہہ ہی کیا سکتا ہوں ؎

جب توقع ہی اُٹھ گئی غالب

کیا کسی کا گلہ کرے کوئی

نجمہ ۔" مگر بھائی صاحب یہ تو کوئی توقع اُٹھنے کی بات نہیں ہے بلکہ توقع بڑھنے کی بات ہے۔"

قاضی جی ۔" محترمہ اب میں آپ سے کیا عرض کروں۔ جو کچھ آپ فرما رہی ہیں درست ہی ہوگا۔ مگر اپنی توقع کو انسان کچھ خود ہی خوب سمجھتا ہے کہ وہ کب ختم ہو سکتی ہے اور کب بڑھ سکتی ہے۔ بہرحال آپ کا بھی شکرگزار ہوں کہ آپ نے تشریف لا کر ایک اور ہوا لگا دی ان لوگوں کو یوں ہی کیا کمی تھی۔ رہی سہی کسر آپ نے پوری کر دی۔"

بیوی ۔" خواہ مخواہ بھی اُن بیچاری کا آخر کیا قصور ہے کیا ان کے آنے سے پہلے ہم لوگ گرل گائڈ کی تحریک سے واقف نہیں تھے۔"

سراج ۔ "مگر اتنی مفید تحریک کا تو کوئی بھی مخالف نہیں ہو سکتا۔"

قاضی جی ۔ "بھائی جان یہاں مخالفت اور موافقت کا سوال نہیں ہے۔ سوال ہے صرف اپنی خاندانی وضع کا۔ جس خاندان سے یہ وابستہ ہیں۔ اُس میں عورتیں تو درکنار، مردوں کا بھی یہ حال رہا ہے کہ اب دیکھ لیجئے مجھ کو یہ عمر ہونے کو آئی مگر میں تو آج تک گرل گائڈ نہیں بنا۔"

زبیدہ ۔ (ہنس کر) "آپ گرل گائڈ" (ہنستی ہے)

قاضی جی ۔ "جی گویا میرے لئے یہ ہنسی کی بات ہے اور خود آپ لوگ بن جائیں تو کچھ نہیں۔ حالانکہ اگر یہ میرے لئے ہنسی کی بات ہے تو آپ لوگوں کے لئے بدرجۂ اولیٰ یعنی اور بھی ہنسی کی بات ہے۔"

بیوی ۔ "تم ان ہی باتوں سے تو اپنا مذاق اُڑواتے ہو۔ بھلا کوئی پوچھے کہ تم مرد ہو کر گرل گائڈ کیسے بن سکتے ہو۔ جانتے بھی ہو گرل کے معنی ہیں لڑکی ۔۔"

قاضی جی ۔ "ہوں گے گرل معنی لڑکی مگر میرا تو قول وہی ہے۔ جو نانی صاحبہ مرحومہ کا قول تھا کہ لڑکی وہ جو لڑکیوں میں کھیلے۔ اور اب وہ زمانہ آ لگا ہے کہ لڑکیاں فوجی سپاہیوں کی طرح ڈبل مارچ کرتی پھرتی ہیں۔ بھلا لڑکی ذات کو دیکھئے اور کندھے پر بندوق رکھے لفٹ رائٹ کرنا ملاحظہ فرمائیے۔"

زبیدہ ۔ "بھائی جان اب وقت کا ہم سے یہی مطالبہ ہے۔"

قاضی جی ۔ "کیا۔ کیا فرمایا جناب ٹائم پیس صاحبہ نے۔ وقت کا مطالبہ وہ کیا چیز ہوتی ہے۔ صاحب اس لڑکی نے تو اور بھی کمال کر رکھا ہے۔ یعنی میرے سامنے آپ بنتی ہیں۔ میری نگاہوں کے سامنے آج بھی ان صاحبزادی کی وہ تصویر ہے جب آنکھوں میں آنسو بھرے جھٹرے جھٹرے بال لئے جلیبی ہاتھ میں لئے مکھیاں بھنکاتی پھرا کرتی تھی روتی

ہوئی دوسری جلیبی کے لئے اور اب بڑھ بڑھ کر مجھ ہی سے باتیں
بناتی ہے۔

سراج ۔" مگر بھائی صاحب زبیدہ بہن کہہ تو ٹھیک ہی رہی ہیں۔ اس وقت
اس کی شدید ضرورت ہے کہ ہماری لڑکیاں گرل گائڈ کی تحریک میں
زیادہ سے زیادہ حصّہ لیں۔ محترمہ فاطمہ جناح نے بھی یہی فرمایا
ہے۔ کہ گرل گائڈ کی تحریک کو زیادہ سے زیادہ فروغ دینے کی
ضرورت ہے

قاضی جی ۔" ارے بھئی تم نے خوب یاد دلایا۔ یہ میاں فروغ آجکل ہیں کہاں؟ صاحب
عجیب مرنجاں مرنج انسان ہے دو گھڑی جس کے پاس بیٹھ جائے اس
کو ہنساتے ہنساتے لٹا دے، مجھ کو بہت ہنسایا کرتا تھا۔ سنا تھا
کہ آج کل راولپنڈی یا شاید ڈھاکہ میں ہے۔"

نجمہ ۔" کہاں راولپنڈی کہاں ڈھاکہ

بیوی ۔" ارے نجمہ بہن ان کی نہ پوچھو راولپنڈی اور ڈھاکہ کو تو جانے دو
اب بھلا گرل گائڈ تحریک کے فروغ پر فروغ صاحب کا یاد آنا کوئی
معمولی بات ہے۔"

قاضی جی ۔" اب وہ بیچارہ فروغ یاد آگیا ہے تو آپ اس کو بھلانے کی کوشش
فرما رہی ہیں۔ سراج میاں اس قدر چہ غم قسم کا آدمی آپ نے دیکھا
ہی نہ ہوگا کہ ہر وقت چہ خوش نظر آتا تھا۔

سراج ۔" چہ غم سے آپ نے چہ خوش بھی خوب بنایا بھائی صاحب۔"

قاضی جی ۔" خیر اس گفتگو کے سجاؤ اور بات سے بات پیدا ہونے کے فن
کا تعلق تو اس تربیت سے ہے جو مجھ کو دادا جان کے زیر سایہ حاصل
ہو چکی ہے مگر میں بات کر رہا تھا۔ میاں فروغ کی، صاحب ایک دن
یہ حضرت جیب سے کچھ پیسے نکال رہے تھے کہ مصنوعی دانت جیب

سے نکل آئے۔ میں نے پوچھا میاں یہ کیا تو کہنے لگے کہ بھئی یہ تمہاری بھابی کے دانت ہیں میں گھر سے نکلتے وقت جیب میں رکھ لیا کرتا ہوں۔ پوچھا کیوں ۔ کہنے لگے کہ میری عدم موجودگی میں خواہ مخواہ فضول خرچی کرتی ہیں۔ اور نہ جانے کیا کیا کھایا کرتی ہیں۔"

بیوی ۔" خیر سے آپ کے دوست بھی ایسے ہی ہیں۔"

قاضی جی ۔" ایسے ہی ہیں کیا مطلب ۔ میں نے کب تم کو کھانے پینے سے روکا۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ جو چاہو کھاؤ جو چاہو پیو البتہ یہ باتیں ۔ مجھے ناگوار ہیں مثلاً یہ گرل گائڈ کا قصہ ۔"

نجمہ ۔" سراج صاحب آپ سمجھائیے نا کہ یہ ناگوار ہونے کی بات نہیں ہے۔"

سراج ۔" قصہ دراصل یہی ہے کہ بھائی صاحب آپ کو معلوم نہیں ہے کہ یہ کتنی مفید تحریک ہے۔"

زبیدہ ۔" ابھی پچھلے فسادات میں عورتوں کو جو مصیبتیں اٹھانا پڑی ہیں۔ ان کے بعد بھی اگر آنکھ نہ کھلے تو تعجب ہے۔"

قاضی جی ۔" تم نہیں مانوگی۔ تمہارا بولنا نہایت ضروری ہے۔"

بیوی ۔" کیوں نہ بولیں وہ۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے۔ ٹھیک تو کہہ رہی ہیں آخر کب تک عورتوں کو چھوئی موئی بنا کر رکھا جائے گا۔"

سراج ۔" چھوئی موئی کا سوال نہیں بلکہ غور تو یہ کرنا ہے۔ کہ ان ہی عورتوں کی آغوش میں ہماری وہ نسل پرورش پائے گی جس کو پاکستان کی ذمہ داریاں سنبھالنا ہیں۔ اور جس کو اس آزاد مملکت کی آزادی کو برقرار رکھنا ہے۔"

قاضی جی ۔" صاحب یہ نہایت غلط بات ہے کہ جہاں ہم نے کسی بات پر کوئی اعتراض کیا آپ لوگ پاکستان کا نام لے کر گویا زبان پر قفل لگانے کی کوشش شروع کر دیتے ہیں۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ چونکہ

عورتوں کی گود میں اُن بچوں کو پلنا ہے جو آئندہ چل کر پاکستان کے محافظ ہونگے لہذا عورتوں کو چاہیئے کہ وہ کندھے پر بندوق رکھے ڈبل مارچ کرتی پھریں۔ نہ گھر داری سے مطلب رکھیں نہ چولھے ہانڈی سے نہ سینے پرونے سے بلکہ وہ تو بن جائیں سپاہی اور مرد بیٹھ کر چولھا پھونکیں اور روٹیاں ٹھونکیں۔"

سراج "۔ یہ آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ بھائی صاحب۔ گرل گائڈ بننے کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ عورتیں اپنا عورت ہونا بھول جائیں برعکس اس کے ان کو یہ یاد دلایا جاتا ہے کہ وہ عورت ہیں اور ان کے فرائض کیا ہیں۔"

قاضی جی "۔ صاحب میں نے تو کبھی سُنا نہیں کہ عورتوں کا یہ فرض بھی ہے" کہ وہ بندوق اُٹھائے قواعد کرتی پھریں سیلوٹ جھاڑیں اور اٹینشن کریں۔"

بیوی "۔ اپنی کہے جاؤ گے یا دوسرے کی سنوگے بھی۔ خاتون پاکستان نے اپنی تقریر میں صاف طور پر کہا ہے کہ گرل گائڈ کے مقاصد میں کیریکٹر کو نکھارنا اور سنوارنا۔ ضبط و نظم پیدا کرنا۔ احساس فرض پیدا کرانا خوش دلی کی صلاحیت پیدا کرنا اور قیادت کی روح پھونکنا ہے۔ گرل گائڈ کو کھانا پکانا سینا پرونا۔ گھر داری اور نرسنگ کی تعلیم بھی دی جاتی ہے تاکہ وہ قوم کے لئے مفید ثابت ہوسکیں۔"

قاضی جی "۔ ختم ہوگیا آپ کا لکچر۔ بہر حال آپ کے ان ارشادات میں سے جو کچھ میں سمجھ سکا ہوں۔ اس کے محض اس حصّہ سے مجھ کو اتفاق ہے۔ کہ عورتوں کو کھانا پکانا۔ سینا پرونا اور گھر داری ضرور سیکھنا چاہیئے مگر بابا جب تم قواعد کرنے نکل جاؤ گی تو یہ کیسے سیکھ سکو گی۔"

زبیدہ "۔ وقت کو مناسب طریقہ پر تقسیم کر دیا جائے تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔"

قاضی جی "۔ کیجیے تقسیم۔ مثلاً صبح جو چائے کا وقت ہے وہی وقت آپ کی

پر پڑ رہا ہے۔ اب آپ تو وہاں کوئک مارچ فرما رہی ہونگی اور یہاں ہماری آنتیں ایک دوسرے کو کھا رہی ہوں گی۔ زیادہ آپ لوگوں سے کچھ نہ سکیں گے اس لئے کہ آپ کے ہاتھ میں ہوگی بندوق میری تو سمجھ میں آتا نہیں کہ جن عورتوں سے گھر ہی بمشکل سنبھل رہا ہو وہ یہ سپہ گری کیونکر کرسکیں گی۔"

بیوی:۔" تم مجھ کو گرل گائڈ کی تحریک میں حصہ لینے کی اجازت دے کر دیکھو کہ میں کیسا ہر کام کا ایک وقت مقرر کرتی ہوں۔"

قاضی جی:۔" یہ تو خیر ناممکن ہے کہ میں اپنے جیتے جی آپ کو اس قسم کی آزادی دے دوں کہ جاؤ بیوی سنتریوں کی طرح بندوق اٹھائے دندناتی پھرو۔ بھلا غضب خدا کا تم اس ساس کی بہو ہو کہ ایک مرتبہ ہوا کے زور میں تانگے کا پردہ ذرا سا اڑ گیا تھا۔ والدہ صاحبہ غش کھا کر تانگے سے گر پڑیں۔ گھر کے اندر تو خیر وہ چل پھر لیتی تھیں مگر گھر کے باہر تو من من بھر کا ایک ایک پیر ہو جاتا تھا ان کا۔ اسٹیشن تک پر چوپہلا اور ڈولی آتی تھی ان کے لئے۔"

زبیدہ:۔" اسی کا نتیجہ تو پچھلے فسادات میں عورتوں نے بھگتا ہے۔"

قاضی جی:۔" یہ کیا بات ہوئی۔ یہ آپ کیا فرما گئیں۔ والدہ صاحبہ سے اور پچھلے فسادات سے کیا تعلق۔"

سراج:۔" مقصد یہ کہ ایسی ہی بے زبان عورتیں جن کو خود اپنے بچاؤ کا بھی سلیقہ نہ تھا ظلم وستم کا شکار ہوئیں۔ عورتوں کو کم سے کم اپنے تحفظ کی تعلیم تو دینا ہی چاہیئے اور یہ نہ ہو کہ وہ مردوں کے لئے پاؤں کی بیڑی بنکر عذاب بن کر رہ جائیں۔ ضرورت تو اس کی ہے کہ وہ خود اپنے بچاؤ کے علاوہ مردوں کے لئے بھی معاون ثابت ہوں۔"

قاضی جی:۔ بنا دیئے صاحب مردوں کا معاون۔ دے دیجئے ان کے ہاتھ

میں بندوق۔ نہ جانے کونسا زمانہ آلگا ہے۔ یا وہ زمانہ تھا کہ ترکاری کاٹنے کا چاقو تک ہاتھ میں لیتے ہوئے عورتوں کے ہاتھ کانپ جایا کرتے تھے۔ یا اب وہ بندوق کی طرف لپک رہی ہیں۔ اور اگر سچ پوچھو تو یہ بندوقیں تو میں بھی نہیں چلا سکتا۔ اخلاقی آدمی توپ نما بندوقیں نہ بابا میں تو باز آیا۔ یعنی مرد ہو کر کانوں پر ہاتھ رکھ رہا ہوں اور عبرت سے دیکھ رہا ہوں ان عورتوں کے حوصلے۔ اور تم کو تو اگر بندوق مل گئی تو سب سے پہلے غالباً شوہر ہی کا شکار کھیلو گی۔"

بیوی:۔ "سُن رہی ہیں آپ نجمہ بہن اب بتایئے آپ جو مجھ سے کہہ رہی تھیں کہ سمجھایا جائے تو سمجھ جائیں گے۔ ان کو بھلا کون سمجھا سکتا ہے"۔

قاضی جی:۔ "تف ہے مجھ پر اگر میں آپ کے سمجھانے سے سمجھوں۔ گویا اب میں ایسا گیا گزرا ہو گیا۔ کہ آپ سمجھائیں گی مجھ کو اب میں ایسا بھی اولادِ آدم نہیں ہوں کہ بنتِ حوا کی پٹی پڑھانے میں آکر زندگی ہی عذاب کر بیٹھوں۔ یوں ہی کونسا میرا رعب ہے آپ پر جو اب بندوق لیکر مجھ کو دھمکایا جائے گا۔"

سراج:۔ "آپ کے ایسے لوگوں کے روکے اب ترقی اور بیداری کی اس رفتار میں کوئی فرق نہیں آسکتا خدا کے فضل سے ہماری خواتین بیدار ہو چکی ہیں۔ اور وہ اپنے فرائض کو سمجھ چکی ہیں۔"

قاضی جی:۔ "یہ تو مجھ کو خود معلوم ہے اور اسی لئے میں اب اس دنیا کو جینے کے قابل ہی نہیں سمجھتا بخدا دن رات دست بدعا ہوں کہ کسی کی آئی ہوئی مجھ کو آجائے۔ کسی طرح کچھ کھا کر ہی سو رہوں۔ ارے بھئی پکا کیا ہے آج؟"

(سب ہنس دیتے ہیں)

(قاضی جی کے گنگنانے کی آواز آتی ہے)

قاضی جی :۔ "آنکھ - آنکھیں - اوں ہنھ - آنکھ جو کچھ ——— دیکھ چکی ہے۔"

بیوی :۔ "(قریب آتے ہوئے) تو سراج میاں وہ یہاں چھپے ہوئے بیٹھے ہیں۔ سارا گھر چھان مارا۔ اے میں پوچھتی ہوں آناج کی کوٹھڑی بھی کوئی بیٹھنے کی جگہ ہے۔ اور یہ کیا کر رہے ہو یہاں بیٹھے ہوئے؟"

قاضی جی :۔ "جس گھر میں امن و سکون کا کوئی گوشہ نہ ہو اس گھر میں ایک شاعرانہ طبیعت رکھنے والا آدمی آخر کہاں بیٹھ کر فکر سخن کر سکتا ہے صبح بستر پر بیٹھ کر شعر کہنے کی کوشش کی تم آگئیں اپنا پاندان لے کر پھر اٹھ کر کوٹھے پر گیا تو کوؤں کی ایک برات کو بھی اسی وقت آنا تھا۔ مجبوراً یہ جگہ تلاش کی ہے۔"

سراج :۔ "تو کیا کچھ شعر ہو رہے ہیں کسی مشاعرے کے لئے۔"

قاضی جی :۔ "مشاعرے کے لئے نہیں بلکہ یوں ہی ارادہ کیا کہ شہنشاہ ایران

کی آمد کے سلسلہ میں جو کچھ دیکھا ہے اس کو نظم کر ڈالوں ایک عجیب مضمون ذہن میں آگیا تھا اسی سے ابتدا کرنا چاہتا تھا اس نظم کی مگر وہ کمبخت نظم ہی نہیں ہو رہا ہے کسی طرح۔ مضمون یہ ہے کہ آنکھ جو کچھ دیکھ چکی ہے۔ وہ لب پر نہیں آسکتا اور میں حیران ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو گئی ہے نہایت اچھوتا خیال ہے اگر نظم ہو گیا تو دیکھئے گا کہ کیسا بانکا شعر بنتا ہے۔"

بیوی :- "لو اور سنو یہ اچھوتا خیال ہے۔ سراج میاں وہ شعر آپ کو یاد ہے۔؟

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پر آسکتا نہیں

سراج :- جی ہاں۔؟

محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی

قاضی جی :- "بالکل۔ بالکل یہی کہنا چاہتا تھا میں۔ تو کیا یہ مضمون کوئی اور صاحب پہلے سے باندھے بیٹھے ہیں۔ صاحب یہ بڑی مصیبت ہے۔ جب کبھی شعر کہنے کا ارادہ کیا۔ دماغ نے کوئی مضمون پیدا کیا۔ اور معلوم ہوا کہ مضمون پہلے سے کوئی صاحب باندھ کر رکھ گئے ہیں۔ نفرت ہو گئی جاتی ہے۔ مجھ کو تو شاعری سے ارے میاں کوئی گنجائش ہی کہنے والوں کے لئے یاروں نے نہیں چھوڑی۔ اب بتائیے کہ جو نظم میں کہنا چاہتا تھا۔ وہ غارت ہو کر رہ گئی یا نہیں۔ تو یہ میرا تخیل کون صاحب پہلے سے لے اڑے ہیں۔ یہ شعر ہے کس کا۔ ذرا معلوم تو ہو۔"

زبیدہ :- "بڑا مشہور شعر ہے۔ علامہ اقبال کا شعر ہے اور کسی کا بھی نہیں۔"

قاضی جی :- "غالباً میں نے جناب سے نہیں پوچھا تھا کہ اپنی قابلیت کا سکہ جمانے کے لئے اتنے بڑے شاعر کا نام لے دیا کہ میں

چپ ہو جاؤنگا آپ بتایئے سراج میاں یہ شعر کس کا ہے۔"
سراج۔" زبیدہ بہن نے ٹھیک ہی کہا ہے واقعی علامہ اقبال کا شعر ہے"
قاضی جی۔" تب تو میں نے کہا سنتی ہو۔ تم کو چاہیئے کہ اس وقت میرے
اوپر سے صدقہ اتارو۔ یہ تو صاحب کمال ہو گیا کہ اتنے بڑے شاعر
کا اور مجھ ہیچمدان کا تخیل اس قدر یکساں ثابت ہوا ہے۔ ارے
بھئی کہاں علامہ اقبال اور کہاں میں ذرۂ ناچیز۔ مگر واقعی۔ ؎

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیئے احوال

احوال۔ اقبال ——"

سراج "یہ بات نہیں ہے بھائی صاحب بلکہ ——"
قاضی جی۔ ارے میاں ٹھہرو تو یہاں تو باتوں ہی باتوں میں شعر نازل ہوتا
معلوم ہوتا ہے۔ احوال۔ اقبال۔ (گنگناتے ہیں) ہاں ٹھیک ہے
تم کو میری قسم ذرا سراج میاں۔ اور میں نے کہا سنتی ہو آج تو تم بھی
مجھ کو گھر کی مرغی۔ یعنی گھر کا مرغانہ سمجھ کر داد دینا بھئی کیا شعر ہو گیا
ہے۔ عرض کرتا ہوں۔ ؎

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیئے احوال
وہی ہیں کہنے چلا تھا جو کہہ گئے اقبال

سراج۔" کیا کہنا ہے واقعی خوب مصرع لگایا ہے۔
بیوی۔" سچ مچ اس وقت تو موزوں مصرع کہہ گئے۔"
قاضی جی:۔" میں کس قابل ہوں۔ بندہ نوازی ہے آپ کی۔ مگر اس یہ کیا
کہا آپ نے کہ اس وقت موزوں مصرع کہہ گئے گویا میں ناموزوں
مصرعے کہا کرتا ہوں، بیگم صاحبہ کان پکڑ کر عرض کرتا ہوں کہ اگر خواب میں
بھی کچھ کہہ جاؤنگا۔ تو کم سے کم ناموزوں تو نہ ہوگا۔ یہ ممکن ہے کہ
مہمل ہو۔ بکواس ہو مگر ناموزوں ہرگز نہیں ہو سکتا۔ میری بیاض میں سے

ایک ناموزوں مصرع بھی اگر آپ نکال دیں تو خطِ غلامی لکھدوں لانا زبیدہ ذرا میری بیاض۔"

بیوی:۔" خدا کے لئے اب بخش بھی دو۔ ایک بات منہ سے نکل گئی تھی تو اب بیاض کی دھمکی دی جا رہی ہے۔"

قاضی جی :۔ دھمکی نہیں بلکہ واقعہ ہے سراج میاں میں آپ سے عرض کروں کہ اس وقت اگر آپ لوگ نہ آجاتے تو طبیعت اس قدر موزوں تھی کہ اب تک نظم کہہ بھی چکا ہوتا اور صاحب نظم کہنے کی بات بھی ہے۔ میں نے تو صاحب اپنی عمر میں ایسے جشن۔ ایسا خیر مقدم۔ ایسی پارٹیاں اور ایسی فوجی پریڈ کبھی دیکھی ہی نہیں۔ ذرا غور تو کیجیئے کہ یہ پریڈ تھی۔ اللہ اکبر۔ صاحب میرے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ پاکستان کے سپاہی ایسے ہوں گے بھئی چشم بددور کیا سجیلے جوان ہیں۔ کیوں سراج میاں کیا خیال ہے آپ کا کتنے ہوں گے یہ سپاہی جن کی ہم نے قواعد دیکھی ہے۔"

سراج :۔" یہ سمجھ لیجئے کہ دو گھنٹے سے زیادہ ہی مارچ پاسٹ ہوا ہے۔"

قاضی جی :۔" میاں مارچ پاسٹ اور اپریل پاسٹ تو میں جانتا نہیں۔ البتہ یہ واقعہ ہے کہ پریڈ دیکھتے دیکھتے میں تو اونگھ تک گیا تھا اور ایک نیند سو بھی لیا کہ یکایک کسی نے کہا "آئیز رائٹ" اور میں چونک پڑا تو اب بھی فوج گزر رہی تھی۔ اپنے سپاہیوں کو دیکھ کر واقعی جس قدر بھی ناز کیا جائے کم ہے بھرپور جوانیاں۔ جوانی میں اُمنگ اُمنگ میں باقاعدگی اور پھر ان کا ساز و سامان۔ معلوم ہوتا تھا کہ انسانوں کا ایک دریا ہے جو لہریں مارتا ہوا رواں ہے۔ جس ملک کی محافظ یہ فوج ہو اور جس فوج میں ایسے سپاہی ہوں اس کی طرف کون نظر اٹھا سکتا ہے۔"

زبیدہ۔" خدا کا شکر ہے کہ آج تو آپ بھی ہماری فوج کے قائل ہوئے۔"
قاضی جی۔" میں آپ سے عرض کروں سراج میاں کہ ہمارے خاندان میں سپہ گری
نسلوں سے چلی آرہی ہے۔"
بیوی۔" تو اب سپہ گری بھی ان کے خاندان میں نسلوں سے چلی آرہی ہے
کبھی ریاست نسلوں سے چلی آتی ہے کبھی طبابت۔ کبھی شاعری۔"
قاضی جی۔" جناب والا ؎

سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری
کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہیں مجھے

نانا صاحب مرحوم و مغفور کے یہ الفاظ آج تک کان میں گونج رہے
ہیں کہ زندگی بھر گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر گولیاں چلائیں اور مر رہے
ہیں چارپائی پر لیٹ کر۔ بلکہ میں تو اسی وقت اصطبل کی طرف دوڑا
تھا کہ گھوڑا لے آؤں تاکہ اسی پر بیٹھ کر جاں بحق ہوں مگر ان کا اس
عرصہ میں انتقال ہو چکا تھا۔"
زبیدہ۔" مگر میں نے تو سُنا ہے کہ نانا جان کا انتقال کوٹھے پر سے گر کر
ہوا تھا۔"
قاضی جی۔" وہ آپ کے نانا جان کا ہوا ہوگا۔ مگر تمہارے اور میرے تو ایک ہی
نانا ہوئے۔ بہر حال مطلب یہ ہے کہ کوٹھے پر سے گر کر سہی گھوڑے
پر سے گولی کھا کر تو نہیں گر سکے تھے۔ اور یہی ان کو ارمان تھا۔ تو
مطلب کہنے کا یہ کہ ہمارے یہاں خود سپہ گری قدرت سے چلی آرہی ہے
ارے بھئی خود مجھ کو بچپن میں فوجی تعلیم دی گئی ہے۔"
بیوی۔" کس کو تمہیں۔ اے میں نے کہا تمہیں فوجی تعلیم دی گئی تھی؟۔"
قاضی جی۔" کیوں اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ میرے لئے دادا جان
خود ایک بندوق لائے تھے جس سے میں اکثر چڑیاں مارا کرتا تھا سلیوٹ

کرنا میں اس سے بھی پہلے سیکھ چکا تھا۔ مگر صاحب ان فوجیوں کو دیکھ کر تو میں حیران رہ گیا کہ اللہ اکبر فوجی سپاہی ان کو کہتے ہیں۔"

سراج :- "بھائی صاحب یہ تو آپ نے ہماری فوج کے چند سپاہی دیکھے ہیں۔"

قاضی جی :- "کمال ہے صاحب اگر یہ چند سپاہی تھے تو فوج نہ جانے کیا ہو گی۔ میاں کھڑے کھڑے تھک گئے۔ بیٹھے بیٹھے اونگھ گئے۔ اونگھتے اونگھتے سو گئے۔ سوتے سوتے چونک پڑے مگر فوج ہے کہ لفٹ رائٹ لفٹ رائٹ کرتی ہی چلی جا رہی ہے۔ اور صاحب جس وقت توپیں گزری ہیں اس وقت تو میرا دل بلیوں اچھل رہا تھا صاحب عجیب عجیب قسم کی توپیں دیکھی ہیں۔ میں نے تو یہ دیکھا ہے کہ جو چیز شروع ہو جاتی تھی وہ ختم ہونے کا نام نہ لیتی تھی ٹرک شروع ہوئے تو بیشمار ٹینک شروع ہوئے تو لاتعداد اے بھائی عجیب عجیب مشینیں نظر آئیں۔

بیوی :- "اور نہیں تو کیا۔ ہماری فوج ہر قسم کے جدید سامان سے آراستہ ہے۔ اور بہترین افواج میں اس کا شمار ہے۔"

قاضی جی :- اب دیکھو میں تم سے ایک دوستانہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ مثلاً یہ فوج کا معاملہ تمہارے دخل دینے کا نہ تھا۔ حالانکہ مجھ کو معلوم ہے کہ تم یہی کہدو گی کہ تم کو فوج کی معلومات بھی ہے اور مجھ کو یقین ہے کہ تم اپنے کو بڑا میجر جنرل اور فیلڈ مارشل ثابت کرنا شروع کردو گی مگر میں پھر یہی کہونگا۔ کہ تم خوبصورت پتنگوں کا ذکر کرو۔ چراغاں کا ذکر کرو۔ آتشبازی کا ذکر کرو۔ ارے بھئی سراج میاں یہ آتشبازی بھی صاحب کمال کی تھی آتشباز نے اپنے فن کا کمال دکھا دیا۔ یہ میں ضرور کہوں گا۔"

زبیدہ :- "وہ ہوائیاں آپ نے دیکھی تھیں جن سے بیلون نکل رہے تھے"

قاضی جی: "آتشبازی تو صاحب میری پہلی شادی کے موقع پر دیکھنے والوں نے دیکھی ہے سراج میاں یقین جانیئے گا کہ اُس آتشباز نے ایک ہوائی بنائی تھی، فلیتہ میں آگ لگی اور وہ شوں کر کے ساری محفل میں چکر کاٹ گئی اب جو دیکھتے ہیں تو ساری محفل کے گلوں میں ہار پڑے ہوئے ہیں: تازہ تازہ پھولوں کے۔"

بیوی: "ہائے میرے اللہ۔ اب بتایئے بھلا کیسے یقین آسکتا ہے کم سے کم سو دو سو آدمی تو ہوں گے محفل میں سب کے ہار اس ایک ہوائی میں بند تھے۔ اور ہار بھی اصلی پھولوں کے۔"

قاضی جی: "بالکل اصلی پھول چنبیلی کے۔ اچھا صاحب ایک آتشبازی تو کمال کی تھی کہ ایک چرخی میں آگ جو لگائی تو دیکھتے کیا ہیں کہ میرے خسر صاحب محترم کھڑے ہوئے ہیں۔ دوسرا پٹاخہ چھوٹا تو والد صاحب کی تصویر اور تیسری دھماکے پر میری یعنی دولھا کی اور دلہن کی تصویر ہو بہو بلکہ والد صاحب نے تو داد بھی دی تھی کہ ہو بہو نقل مطابق اصل اور ایک صاحب نے اس داد کی داد دی کہ بہو کی تصویر دیکھ کر آپ نے ہو بہو بھی خوب کہا۔"

زبیدہ: "مگر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ بڑی بھابی کی تصویر اُس آتشباز کو کہاں سے مل گئی وہ تو سخت پردہ کرتی تھیں۔"

قاضی جی: "بس تمہارا تو ایک کام ہے نکتہ چینی۔ اعتراض۔ بال کی کھال نکالنا ارے بھئی میں نے کہا وہ کھال تو سراج میاں کو دکھاؤ جو میں نے ٹوپی کے لئے خریدی ہے۔"

بیوی: "لو بال کی کھال پر ٹوپی کی کھال یاد آگئی۔ مگر میں ہرگز اس کی ٹوپی نہ بننے دوں گی معلوم نہیں کس خارشی زدہ جانور کی لاش سے کھال اُدھیڑ لائے ہیں اور ضد ہے کہ ٹوپی بنے اس کی۔"

قاضی جی :۔ "کمال کرتی ہیں آپ، اتنی قیمتی کھال ہر کس و ناکس کو مل بھی نہیں سکتی۔ وہ تو کہئیے اتفاق سے میرے ایک دوست کے پاس ایک پہاڑی لومڑی تھی اور میں نے ان سے کہہ رکھا تھا کہ جب یہ مرے تو اس کی کھال مجھ کو دے دینا۔ ان بیچارے نے دے دی تو اس کی ہمارے یہاں یہ قدر ہو رہی ہے۔"

زبیدہ :۔ "سچ مچ اس قدر گھناؤنی ہے وہ کھال کہ متلی آتی ہے اُسے دیکھ کر۔"

قاضی جی :۔ "تو کون آپ سے کہہ رہا ہے کہ للّٰہ آپ اس کو پسند فرما کر اپنے جیسٹر کے گلے میں لگالیں۔ میں اپنے سر کے علاوہ اور کسی کے سر اس کو منڈھنا ہرگز نہیں چاہتا۔"

بیوی :۔ "خیر ان کی تو ایسی ہی باتیں ہوتی ہیں۔ یہ بتائیے سراج بھائی کہ جس محبت اور یگانگت کا پاکستان نے شہنشاہِ ایران کی تشریف آوری کے موقع پر اظہار کیا ہے کیا ویسی ہی محبت ایران کو بھی پاکستان سے ہے۔"

سراج :۔ "اس کا ثبوت تو خود شہنشاہ ایران کا تشریف لانا تھا اور یہاں تشریف لا کر خود شہنشاہ نے دیکھ لیا کہ پاکستان ایران سے کس قدر متصل ہے۔ سچ پوچھئے تو پاکستان برادری اور اخوت کے یہی جذبات تمام اسلامی ممالک کے لئے رکھتا ہے۔ اور دیکھ لیجئے کہ علامہ اقبال کی یہ پیشگوئی پوری ہو کر رہے گی۔ ؏

آملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک

قاضی جی :۔ "سینہ چاکانِ چمن پر یاد آیا کہ کل میں نے گھبرا کر سوئیٹر ایکدم سے اتار دیا تھا غالباً ہوا لگ گئی ہے اور سینہ میں کچھ ہلکا ہلکا سا درد ہے۔"

زبیدہ :۔ "آپ نے بھی تو غضب کیا کہ سوئیٹر اتار دیا۔ یہ موسم بڑی احتیاط کا

ہوتا ہے۔"

قاضی جی :۔"آپ کے اس طبّی مشورے کا شکریہ۔ مگر اب تو میں سوئیٹر بھی اُتار چکا ہوا تھی لگالی۔ درد بھی پیدا کر لیا۔ اب تو کچھ درد دُور کرنے کی تدابیر ہونا چاہئیں۔ ڈرتا ہیں اس لئے ہوں۔ کہ میرے خاندان کے اکثر بزرگ اسی طرح ہوا لگنے سے مرے ہیں۔"

بیوی :۔" دُور پار۔ کیا موئی کالی زبان ہے۔ سینے میں درد تھا جب ہی تو دو گلاس بھر کر لسّی کے پئے ہیں۔ چھورپن سے بھی تو باز نہیں آتے۔"

زبیدہ۔" ذرا دیکھئے تو بھابی خدا نہ کرے حرارت تو نہیں ہے۔"

قاضی جی۔" کچھ آنکھیں بھی صبح سے جل رہی ہیں۔ اعضا شکنی بھی ہے۔"

بیوی۔" کہیں بھی نہیں پیشانی تو ٹھنڈی پڑی ہے۔ نبض بھی ٹھیک ہے ذرا سراج میاں آپ تو دیکھئے۔"

قاضی جی :۔" کیا خوب یہ ٹھہرے گھوڑوں کے ڈاکٹر ہاتھ کی نبض سے کیا پہچان پائیں گے پیر کی نبض دیکھیں۔"

سراج۔" میں یہ سوچ رہا تھا کہ میرے ایک دوست کے یہاں سے اس وقت آنے والی ہے رساول اور آپ سینہ میں درد لئے بیٹھے۔"

قاضی جی :۔" درد؟ ۔ یہ درد آپ نے کہاں سے تصنیف کر لیا اور وہ بھی سینہ میں؟ لاحول ولا قوۃ۔ میں تو یوں ہی ذرا آپ لوگوں کی محبت پر کہہ رہا تھا ویسے بخدا بالکل اچھا ہوں۔"

زبیدہ :۔" خیر خدا کرے آپ اچھے ہوں مگر رساول تو ملے گی نہیں۔"

قاضی جی۔" کیا خوب۔ غالباً جناب کو میرے اس مقولے کی اطلاع نہیں ہے کہ بغیر رساول کھائے زندہ رہنے سے رساول کھا کر مرنا بہتر ہے۔"

بیوی۔" بہرحال میاں مرنے اور جینے کا سوال نہیں ہے میں تم کو رساول اس لئے نہ کھانے دوں گی کہ تمہاری زندگی کی تم سے زیادہ مجھ کو ضرورت ہے

قاضی جی۔" ایں؟ یہ تو۔ یہ تو گویا تم کچھ بڑی جذباتی بات کہہ گئی ہو یعنی واقعی میری زندگی کی تم کو ضرورت ہے۔ کاش تمہاری یہ تمنا میں پوری کر سکوں اور تمہاری زندگی بھی مجھ کو لگ جائے میری ہر بیوی نے اپنی اپنی زندگی مجھ کو لگائی ہے۔ مگر ایک بات سُنو تم نے سُنا نہیں ہے کہ جسے خدا رکھے اُسے کون چکھے ذرا سی رساول چکھ لینے سے آج تک تو کوئی مرا نہیں۔

(دروازے پر دستک)

لینا بھئی سراج میاں۔ رساول۔ بلکہ ٹھہرو میں لایا۔ آرہا ہوں بھئی۔"

(قاضی جی سراج کے ساتھ گھر میں داخل ہوتے ہیں)

قاضی جی:۔ "ارے بھئی میں نے کہا سُنتی ہو۔ زبیدہ تم ہی اُٹھو ذرا ہم دونوں کے لئے ایک ایک لوٹا مُنہ دھونے کے لئے پانی دو اور ایک ایک گلاس پینے کے لئے پانی فوراً لاؤ۔"

بیوی:۔ "دیکھ آئے کھیل کود۔"

قاضی جی:۔ "ابھی بتاتا ہوں ذرا ہاتھ مُنہ دھو کر آدمی بن جاؤں تو بتاؤں میں تو سمجھا تھا کہ سراج میاں نہ جانے کیا دکھانے لے جا رہے ہیں مگر وہی مثل کہ

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا

جو چیرا تو بس خون کا ایک آدھ قطرہ نکل کر رہ گیا۔"

سراج:۔ "کیا مطلب؟ یعنی آپ کو اولمپک گیمس سے دلچسپی نہیں ہوئی"

قاضی جی:۔ "صاحب اب نہ میری یہ عمر ہے کہ اس اچھل کود اور دوڑ دھوپ

ہیں دلچسپی لے سکوں۔ اور نہ اب یہ باتیں مجھ کو زیب دے سکتی ہیں کہ سینگ کٹا کر بچھڑوں میں شامل ہو جاؤں۔ البتہ جب میرا زمانہ تھا تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ میں نے بھی ایک زمانہ سے اپنا لوہا منوا لیا تھا۔ اول تو صاحب صحت ایسی تھی۔ کہ پرگنے کا پرگنہ معلوم ہوتا تھا سینہ۔ میں نے تو آج کسی کھلاڑی کا ایسا جسم ہی نہیں دیکھا جیسا خود میرا تھا۔"

سراج :۔ "وہ ترکی نوجوان آپ نے دیکھا تھا کس قدر خوبصورت جسم تھا اس کا۔"

قاضی جی :۔ "آپ اس ترکی نوجوان کو کہہ رہے ہیں حقیقت میرا شباب دیکھتے تو آپ حیران رہ جاتے کہ یہ انسان ہے یا قسطنطنیہ۔ میاں ایسی ایسی پھلانگیں تو میں یوں ہی سرسری طور پر مار لیا کرتا تھا۔ اب میں آپ سے عرض کروں سراج میاں کہ ایک مرتبہ گھوم پھر کر گھر جو آیا تو معلوم ہوا کہ ملازم صاحب کمرہ مقفل کر کے کہیں چلے گئے ہیں بس جناب دس قدم پیچھے ہٹ کر جو جست کرتا ہوں تو روشندان سے ہوتا ہوا کمرے کے اندر اور یقین جانیے گا وہ روشندان کسی طرح پندرہ سولہ فٹ سے کم اونچائی پر نہ تھا۔"

سراج :۔ "کمال ہے صاحب میں نے تو آج یہ دیکھا ہے کہ صابر حسین جو ہائی جمپ میں جیتا ہے وہ پانچ فٹ سوا نو انچ کی بلندی کو پھاند سکا۔"

قاضی جی :۔ "اب اسی سے آپ اندازہ کر لیجئے کہ میں اس بلندی کو بھلا کیا خاطر میں لا سکتا ہوں۔"

بیوی :۔ "ہاں اور کیا۔ جو چاہے کہہ لو اپنی جوانی کے متعلق نہ کوئی جھٹلا سکتا ہے نہ گواہی دے سکتا ہے مگر میری سمجھ میں تو یہ بات آتی نہیں

قاضی جی۔ "خیر آپ اپنی سمجھ کو نہ کہیے آپ کی سمجھ میں تو یہی بات نہیں آسکتی کہ اس گئی گذری حالت میں بھی آپ کا یہ خاکسار شوہر کان پکڑ کر عرض کرتا ہے کہ اتنی بلندی تو شاید اب بھی میں یوں ہی ذرا سا اچک کر پھاند جاؤں جس کو پھاند کر وہ حضرت جیتتے ہوئے سمجھے گئے ہیں اور میں نے کہا سراج میاں یہ گولا جو پھینکا گیا ہے اس میں کون سا کمال تھا بھلا۔"

سراج۔ "جناب اُس نے پینتالیس فٹ کے فاصلہ پر وہ گولا پھینکا ہے۔"

قاضی جی۔ "ہنہہ۔ اب آپ سے میں عرض کرونگا تو آپ کو یقین نہ آئیگا کہ اس گولا پھینکنے میں دادا جان مرحوم کو کمال حاصل تھا۔ آپ نے سنا ہوگا کہ لکھنؤ میں ایک محلہ کا نام ہے گولا گنج۔ "دراصل نام تھا گولا گم۔ واقعہ اس کا یہ ہے کہ اس جگہ پہلے صرف میدان تھا۔ اب تو خیر وہاں گنجان آبادی ہے۔ مگر پہلے بس میدان ہی میدان تھا۔ وہاں ایک مرتبہ اسی قسم کا وزنی گولا کوئی صاحب لے آئے اور اس کو اچھالنے کی مشق ہو رہی تھی۔ کہ دادا جان کی سواری ادھر سے گذری آپ اس کو دیکھ کر مسکرائے اور سواری سے اُتر کر اس گولے کو اٹھا لیا اور جو اچھالتے ہیں تو آج تک پتہ نہیں چلا کہ گولا گیا کہاں۔"

زبیدہ۔ "یعنی کیا مطلب اس کو گرتے ہوئے ہی کسی نے نہیں دیکھا۔"

بیوٹی۔ "جی اور کیا گولا نہ ہوا غبارہ ہو گیا۔"

قاضی جی۔ "صاحب یہ ایک تاریخی واقعہ ہے اس کی ہنسی نہ اڑائیے۔ تو ہاں سراج میاں اس واقعہ سے تمام شہر میں ایک ہلچل سی مچ گئی، لوگ ٹوٹ پڑے اس میدان کی طرف گولا ڈھونڈھنے کے لئے مگر وہ ہوتا تو ملتا اب خدا جانے جھوٹ یا سچ بہرحال ایک روایت

ہے کہ لکھنؤ سے اسی میل کے فاصلہ پر کوئی صاحب تھے گوکون ناتھ
ان کو ون گولا ملا تھا چنانچہ اس آبادی کا نام ہی اب گولا گوکرن ناتھ
ہے اور یہ جگہ پہلے گولا گنج کہلائی اور اب بگڑتے بگڑتے اس کا نام
گولا گنج پڑ گیا ہے۔"
بیوی۔"میں کہتی ہوں بھلا یہ یقین آنے والی بات بھی ہے وہ تو خیر لوہے
کا گولا تھا میں کہتی ہوں کہ اسی میل کا فاصلہ تو درکنار کوئی سورما
مجھ کو ایک ہی میل پر کوئی چیز پھینک کر دکھا دے۔"
زبیدہ۔"توبہ کیجئے بعض تو میں تو ضرور سنتی تھیں جو چھتر اور اسی میل
گولے پھینکتی تھیں۔"
قاضی جی۔"خیر آپ رہنے دیجئے آئیں وہاں سے بڑی فیلڈ مارشل بن کر
تم کو کیا معلوم کہ دادا جان کیا چیز تھے۔سراج میاں وہ ہاتھ پیر تھے
مردم کے کہ واقعی توپ کے توپ نظر آتے تھے صاحب میں ان کے
سامنے جرکو اعلوم ہوتا تھا۔جیسے پربت کے دامن میں رائی کا دانہ
پڑا ہو عجیب کلے ٹھلے کے بزرگ تھے صاحب عالم یہ تھا باورچی خانہ
میں چلے گئے چولھے پر سے دس بارہ سیر دودھ کی دیگچی اٹھا کر منہ
سے لگائی اور غٹ، غٹا گئے۔"
سراج۔"داد نہیں دی جا سکتی اس غٹ غٹا جانے کی گویا غٹ غٹ کر کے
پی جانے کے لئے یہ اصطلاح وضع کی آپ نے۔"
قاضی جی۔"پھر یہ تو جناب زبان دانی کے معجزات ہیں۔بہر حال میں یہ عرض
کر رہا تھا کہ جن آنکھوں نے ایسے ایسے صاحبانِ کمال دیکھے ہوں
ان کو آپ یہ کھیل دکھانے لے گئے تھے اور یہ دوڑ بھی کوئی دوڑ
تھی۔"
سراج۔"لیجئے کمال کرتے ہیں آپ بھی دس ہزار میٹر کی دوڑ میں ترکی کے

کھلاڑی عثمان کا سنگل نے پاکستانی ریکارڈ توڑا ہے۔"

قاضی جی:" صاحب میں ریکارڈ اور گراموفون تو جانتا نہیں البتہ اتنا جانتا ہوں کہ جس زمانہ میں میرا قیام راولپنڈی میں تھا اکثر دوڑتا ہوا پشاور پہنچ جایا کرتا تھا یوں ہی تفریحاً۔"

بیوی:" کون تم۔ اے میں کہتی ہوں اوپر آسمان ہے یہ کوئی ضروری بات تو نہیں ہے کہ جو جی میں آئے انسان کہتا چلا جائے۔

قاضی جی:" اچھا صاحب میں جھوٹا سہی ؎

میں بھی جھوٹا سہی مرے وعدے بھی اگر جھوٹے
تم ہی سچے سہی اس بات کا جھگڑا کیا ہے

زبیدہ ذرا تم کوئی رسی یا سُتلی تو لاؤ ڈھونڈ کر۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ ارے بھئی میں نے کہا سُنتی ہو اسلم نے اپنی بیوی کے کنگن تک بیچ ڈالے سخت نالائق نکلا ہے یہ لڑکا۔ ایک ایک کر کے تمام زیور بیوی کے بیچ کھائے

سراج:" کون اسلم۔ وہ خالو اکرم کے صاحبزادے تو نہیں۔"

قاضی جی:" جی ہاں وہی برخوردار۔ ایک روز جناب میرے پاس آئے تھے کچھ قرض مانگنے میں ان کو پکڑ کرلے گیا بازار وہاں ایک پنساری کی دکان پر ایک شعر لٹک رہا تھا وہ دکھایا کہ ؎

قرض احباب کو دینے سے محبت ٹوٹے
گانٹھ سے جائے رقم ہاتھ سے گاہک چھوٹے

بیوی:" سُن لیجیے وہ گویا گاہک تھا اور یہ شعر دکھانے آپ بازار لے گئے تھے خود کیوں نہ سُنا دیا گھر بیٹھے اسے۔"

قاضی جی:" پہلا اعتراض آپ کا یہ ہے کہ وہ گاہک نہیں تھا اس کا جواب سُن لیجیے۔ کہ یہ قرض مانگنے والے سب جان کے گاہک ہوتے ہیں۔"

سراج ۔"کیا بات کہی ہے بھائی جان اب تو آپا بھی لاجواب ہو جائینگی ۔"
قاضی جی ۔"ابھی ذرا سنیئے دوسرے اعتراض کا جواب ۔ دوسرا اعتراض ہماری بیگم صاحبہ کا یہ ہے کہ بازار کیوں لے گیا تھا ان صاحبزادے کو شعر دکھلانے اگر میں گھر ہی پر ان کو یہ شعر سُنا دیتا تو وہ اس کو بھی بات سمجھتے ۔ میرا مطلب تو ان کو یہ سمجھانا تھا کہ ۔ ع

تو ہے گھر میں تو ترا ذکر ہے بازاروں میں

اور گویا جو بات میں ان سے کہنا چاہتا ہوں وہ صرف میں ہی نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ ـــــ

زبیدہ ۔"یہ لیجیئے سُتلی ۔ بس اتنی ہی ملی ہے ۔"
قاضی جی ۔"لاحول ولاقوۃ اتنی سی سُتلی سے کیا ہوگا ۔ اچھا خیر اپنی بھابی کا دوپٹہ لے لو ۔ ایک طرف سے تم پکڑو اور ایک طرف سے سراج میاں آپ پکڑیئے دیکھیئے میں پھاند کر آپ کو دکھاتا ہوں ۔"
بیوی ۔"اب منہ تڑ‌نے کو جی چاہا ہے کیا اچھے معلوم ہوں گے بیچارے اس عمر میں یہ چھلانگیں مارتے ۔"
قاضی جی ۔"مجبوراً یعنی بدرجۂ مجبوری پھاندنا ہی پڑے گا ۔ یقین جو نہیں آتا تم کو ۔ سراج میاں اونچی چھلانگ تو میں ابھی آپ کو دکھاتا ہوں اور لمبی چھلانگ کو کیا کہتے ہیں آپ ۔"
سراج ۔"لانگ جمپ نا ۔"
قاضی جی ۔"جی ہاں اس کا اندازہ آپ اس سے ~~کیجیئے~~ کہ عبدالصمد ماموں کے اور ہمارے گھر کے درمیان پانچ گز چوڑی سڑک تھی ۔ اور میں اپنے مکان کے کوٹھے سے پتنگ اڑاتے اڑاتے ان کے کوٹھے پر پھاند جایا کرتا تھا یعنی پانچ گز چوڑا فاصلہ ۔"
بیوی ۔"ہوگا بھئی اب کون تم سے اُلجھے تم ٹھیک کہہ رہے ہوگے ۔"

قاضی جی:۔"یہ۔ یہ بھی گویا یقین نہ آنے کی ایک بات ہے۔ جی چاہتا ہے کہ کسی طرح عمر رفتہ کو آواز دے کر واپس بلاؤں اور ابھی اپنی یہ تمام اچھل کود تم کو دکھا دوں۔ مگر سراج میاں ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ اس اچھل پھاند سے اور پاکستان سے کیا تعلق ہے۔ یہ جو بڑا فخر کیا جا رہا تھا کہ پاکستان میں ایسے دوڑنے والے ایسے پھاندنے والے اور ایسے اچکنے اور اچھلنے والے موجود ہیں تو میں پوچھتا ہوں کہ یہ کون سی ایسی فخر کی بات ہے۔"

زبیدہ۔" بھائی جان یہ تو بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ ہم کو اپنے ایسے ہی توانا اور تندرست ———"

قاضی جی:۔" بھئی زبیدہ خدا کے لئے کبھی چپ بھی بیٹھا کرو جو بات تمہاری سمجھ سے دور ہو اس میں کوئی ضروری بات نہیں کہ ٹانگ ضرور اڑائی جائے۔"

بیوی۔" ٹھیک تو کہہ رہی ہیں وہ۔ واہ یہ بھی کوئی بات ہے کہ جہاں وہ بولیں اور تم نے ڈانٹنا شروع کر دیا ہم کو بیشک اپنی قوم میں ایسے ہی تندرست نوجوانوں کی ضرورت ہے۔"

قاضی جی:۔" معاف کیجئے گا بیگم صاحبہ۔ قوم کو ضرورت ہے ایسے جہاندیدہ بزرگوں کی بھی ہے بلکہ ان اچھل کود کرنے والے نوجوانوں سے زیادہ ضرورت ایسے سمجھدار لوگوں کی ہے جن کے دماغ چلتے ہوں۔"

بیوی۔" ہاں دماغ چلتے ہوں مگر چل نہ گئے ہوں۔"

قاضی جی:۔" بھئی کیا کہنا ہے اس کو کہتے ہیں زباندانی۔ یہ ہے فیض ہمارا آخر بیوی کس کی ہو۔ ہر چند کہ یہ تم نے چوٹ کی ہے غالباً مجھ پر مگر واہ کیا خوبصورت بات کہی ہے دماغ چلنا اور دماغ چل جانا دونوں میں کتنا فرق ہے۔ بہر حال تو میں یہ کہہ رہا تھا سراج میاں کہ یہ ہے تو اچھی

بات ضرور کہ جسمانی صحت ترقی کرے مگر اس کو اتنا بڑا پاکستانی مسئلہ بنانا
کہ بھی بس اچھلا کودا کرو۔ میری سمجھ میں تو آیا نہیں۔"

سراج :۔ "آپ نے سُنا نہیں کہ ان اولمپک کھیلوں کا افتتاح کرتے ہوئے
ہمارے وزیر خزانہ آنریبل مسٹر غلام محمد نے فرمایا تھا کہ پاکستان کو
حاصل کرنا جس ہمت کا کام تھا اس سے زیادہ ہمت ہم کو اس کے استقلال
اور استحکام کے لئے چاہیئے اور اس مقصد کے لیئے تنومند اور
صحت مند نوجوان مردوں اور عورتوں کی ضرورت ہے۔"

قاضی جی :۔ "یہ تو درست ہے مگر صاحب حیرت ہوگئی کہ عورتیں بھی دوڑ رہی ہیں۔
چھلانگیں مار رہی ہیں۔ کیا زمانہ آنگا ہے العجب! ثم العجب!"

سراج :۔ "آپ نے سُنا نہیں کہ ہمارے وزیر خزانہ نے یہ بھی تو فرمایا تھا۔
کہ تاریخ نے ہیں جو سبق دیا ہے۔ اُسے ہم فراموش نہیں کر سکتے عورتوں
کو بھی مردوں کے شانہ بشانہ پاکستان کی آزادی کے استقلال کے
لیئے اپنے کو منظم کرنا ہوگا۔"

قاضی جی :۔ "بہتر صاحب ہوں منظم عورتیں بھی مگر مجھے تو وہ زمانہ یاد آتا ہے
جب ہماری خواتین ارے بھئی میرا مطلب ہے عورتوں سے ذرا اونچا
نیچا پیر پڑ جانے کی وجہ سے موچ کھا جایا کرتی تھیں میں آپ سے عرض کردوں
سراج میاں کہ ہم لوگ لنگڑی بیگم کے نواسے کہلاتے تھے اپنے ننھیال
میں اور وجہ اس کی یہ تھی کہ ایک دن نانی صاحبہ بجائے ایک کے دو
سیڑھیاں اُتر گئی تھیں بس ہڈی ٹوٹ گئی پیر کی۔ مگر صاحب ان کھیلوں میں
تو لڑکیاں وہ وہ پھاندی ہیں کہ دو ایک مرتبہ تو میں بھی زندہ باد کہہ اُٹھا۔"

بیوی :۔ "جب تک عورتیں اپنی جسمانی صحت کے لئے خود یہ قدم نہ اُٹھائینگی،
اس وقت تک وہ اپنے تحفظ کی طرف سے مطمئن نہیں ہو سکتیں۔"

قاضی جی :۔ "گویا اب جناب کا بھی یہ ارادہ ہو رہا ہے کہ اس اچھل کود میں

حقہ لیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ زبیدہ بھی ان کارناموں کو سُن سُن کر کچھ خوش ہو رہی ہیں۔ مگر جناب کان کھول کر سُن لیجیئے کہ میں اپنے یہاں کی عورتوں کو اس اُچھل کُود اور اس دَوڑ دھوپ کی اجازت قیامت تک نہیں دے سکتا۔"

زبیدہ ۔" ارے اب کیا ہم لوگ دوڑیں گے اور اب کیا اُچھلیں گے۔ مگر میرے نزدیک اس میں کوئی ہرج تو نہیں ہے۔

قاضی جی ۔" آپ کے نزدیک تو کسی بات میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ مگر سراج میاں دیکھئے خدا لگتی کہیئے گا کہ خاندانی وضع بھی کوئی چیز ہوتی ہے ہمارے یہاں کی مستورات کی وضع ہمیشہ یہ رہی ہے کہ پھونک پھونک کر قدم اٹھاتی تھیں۔ اور ذرا اگر کوئی لڑکی تیز چلی تو بڑی بوڑھیاں ٹوک دیا کرتی تھیں۔ کہ یہ بھی کوئی ڈھنگ ہے۔ لڑکیوں کا کہ ہرنیوں کی طرح کلیلیں مارتی پھریں اور ہڑونگے مارتی پھریں تو جناب میں اپنے جیتے جی یہ ہوا لگنے نہ دونگا۔"

بیوی ۔" خیر یہاں تو اب یہ ہوا لگنے سے رہی مگر اتنا میں ضرور کہوں گی۔ کہ واقعی اب ان ورزشی کھیلوں اور چستی پیدا کرنے والی ورزشوں کی عورتوں کو بھی ضرورت ہے۔"

قاضی جی ۔" کیجیئے صاحب ورزش بھی کیجیئے۔ یوں ہی آپ کب ہار مانتی ہیں۔ اب بس یہی کسر رہ گئی ہے کہ ورزش کر کے اور بھی اٹھا اٹھا کر پٹخنیاں دیا کرینگی۔ میں کہہ رہا ہوں۔ درخواست کر رہا ہوں۔ خاندانی وضع کے نام پر بھیک مانگ رہا ہوں کہ آپ اپنی حدود میں رہیئے مگر وہ ہیں کہ اپنی ہی کہے چلی جاتی ہیں۔ گویا میں بکواس کر رہا ہوں گویا ایک دُھن ہے کہ بھونک

رہا ہے: یہ رہ گئی ہے اب اُس گھر میں ہماری عزّت اور یہ
ہے ہماری بات کا اثر۔ لعنت ہے۔ اس زندگی پر۔ اور تھو
ہے اس جینے پر ——"

(سراج باہر سے آواز دیتا ہے)

سراج۔" میں آسکتا ہوں ــــ"

قاضی جی۔" کون سراج میاں ہیں۔ ارے بھئی آتے کیوں نہیں۔ تم سے کون پردہ کرتا ہے۔ تشریف لائیے۔ خوش آمدید۔ بلکہ۔ ع

اے آمدنت باعثِ آبادیٔ ما"

سراج۔" آج تو فارسی میں خیر مقدم ہو رہا ہے یہ اعلیٰحضرت شہنشاہِ ایران کی تشریف آوری کا اثر معلوم ہوتا ہے۔"

قاضی جی۔" نہیں خیر فارسی تو میں عموماً بولا کرتا ہوں بلکہ ایک زمانے میں تو ہماری گھریلو زبان ہی فارسی تھی۔ دادا جان مرحوم و مغفور بڑے مستند فارسی دان سمجھے جاتے تھے اور ہم لوگوں سے اکثر فارسی زبان ہی میں گفتگو فرماتے تھے مگر۔ ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

ان کا انتقال ہوگیا تو ہم لوگوں کی زبان بھی اُردو ہو کر رہ گئی۔"

بیوی ۔" سراج بھائی شہنشاہ کی تشریف آوری کے سلسلہ میں بڑے انتظامات ہو رہے ہیں ۔"

سراج یہ ہونا ہی چاہئیں انتظامات۔ اس طرح گویا خوشگوار تعلقات اور اس برادرانہ اخوت کا مظاہرہ ہو رہا ہے جو ایران اور پاکستان کے درمیان ہے اور اب سے نہیں مدتوں سے ہے ۔"

زبیدہ ۔" اور پاکستان کے قائم ہونے کے بعد سے ہم کو اس کا موقع ملا ہے کہ ہم اس اخوت کا اظہار کھل کر سکیں ۔"

قاضی جی ۔" تم ضرور بولو ۔ کیا مجال ہے کہ دُنیا کا کوئی مسئلہ چھڑے اور ہماری بہن صاحبہ اپنی قابلیت نہ جتائیں ۔ بھلا کوئی پوچھے کہ آپ ایران کے متعلق کیا جانتی ہیں ۔ جو دخل در معقولات شروع کر دی ۔ آمدنامہ تک تو آپ نے پڑھا نہیں جب آپ نے ہوش سنبھالا ہے خود ہمارے گھرانے میں فارسی ختم ہو چکی تھی ۔ ورنہ جناب ایک زمانہ تو وہ تھا کہ میں خود فارسی میں شعر کہتا تھا ۔"

سراج ۔" اچھا یعنی آپ نے فارسی میں بھی طبع آزمائی فرمائی ہے ۔"

قاضی جی ۔" میرا شروع کا تمام کلام فارسی میں ہے ۔ ارے بھئی کہہ تو رہا ہوں کہ ہماری گھریلو بول چال کی زبان ہی فارسی تھی ۔ دیکھئے سراج میاں کچھ شعر یاد آ گئے اپنے عرض کرتا ہوں ؂

جبکہ بدستِ شوقِ ما جامِ شرابِ ناب بود

سراج ۔" جی کیا فرمایا آپ نے جبکہ ؟"

قاضی جی ۔" جی ہاں عرض کرتا ہوں ؂

جبکہ بدستِ شوقِ ما جامِ شرابِ ناب بود
رقص کناں بکفِ پرتِ ما دور میں آفتاب بود

بیوی۔" لو اور سُنو یہ فارسی ہے" جبکہ "تخلّص" اور ہیں یہ سب فارسی ہی کے الفاظ تو ہیں۔"

قاضی جی۔ "بھئی استغفر اللہ۔ میں تم کو کب سُنا رہا ہوں۔ کوئی پوچھے کہ جناب کو فارسی زبان کی کیا خبر ہے۔ جو تنقید کرنے چلی ہیں تنقید کرنے کے لئے صرف اتنا ہی جاننا ضروری نہیں ہوتا کہ کون سے الفاظ فارسی کے ہیں۔ اور کون سے نہیں ہیں۔ بہر حال اب کون تم سے سر کھپائے۔ تو سراج میاں سُنئے شعر ہوا تھا شائد کسی قابل ہو۔ عرض کیا ہے ؎

بہر مرا حقیقتاً بود عذاب مستقل

سراج۔" بہر مرا حقیقتاً بود عذاب مستقل

قاضی جی۔" جی ہاں ؎

بہر مرا حقیقتاً بود عذاب مستقل
جسکے لئے شباب بود اُس کے لئے شباب بود

(سب ہنستے ہیں)

سراج۔" داد نہیں دی جاسکتی بھائی صاحب اس ع
"جس کیلئے شباب بود اس کیلئے شباب بود" کی

قاضی جی۔ "کیوں صاحب میں پوچھ سکتا ہوں اس ہنسی کی وجہ وہ جو ایک مثل سُنی تھی کہ بھینس کے آگے بین بجانا بھینس کھڑی پگھرائے۔ اس کو اب گویا یوں کہنا پڑے گا۔ کہ بیوی کے آگے فارسی گائے بیوی کھڑی مُسکائے!"

بیوی۔ اے میں پوچھتی ہوں یہ جس کے لئے اور اُس کے لئے کہاں کی فارسی ہے۔"

قاضی جی۔" اب ذرا غور کیجئے سراج میاں یہ اُس شخص کے کلام میں عیب نکالے جارہے ہیں جس کے یہاں مدّتوں اُردو بولی ہی نہیں گئی گھر کا

بچّہ بچّہ بجائے پانی کے آب ہی کہتا تھا اور جس کے گھرانے کے بیمار تک فارسی میں لکھے ہوئے نسخے استعمال کرتے تھے۔"

سراج۔" فارسی میں لکھے ہوئے نسخوں سے کیا مطلب۔"

قاضی جی۔" مطلب یہ کہ وہ نسخے جن کی ابتدا ہوتی تھی معجون خانہ ساز اوّل بخورند اور انتہا ہوتی تھی مسائیدہ۔ جوشانیدہ۔ صاف نمودہ حل کردہ بنوشند۔"

بیوی۔" وہ حکیموں کے نسخوں کو کہہ رہے ہیں۔ تو ان نسخوں سے فارسی آجاتی تھی۔"

قاضی جی۔" آتی تو اس کو جو جانتا نہ ہوتا۔ حال تو یہ تھا کہ ہمارے یہاں کے در و دیوار فارسی بولتے تھے مثلاً والد صاحب ہمیشہ میری ہر بات پر کہا کرتے تھے چہ خوش۔ کوئی دوست ملنے آیا تو آخاہ یا اماں خوب آئے کبھی نہیں کہا جاتا تھا۔ ہمیشہ خوش آمدید یا۔ ع

کرم نما و فرود آکہ خانہ خانۂ تست

کہا جاتا تھا۔ صاحب حد یہ ہے کہ مرغیوں تک کو بند کرنے کے سلسلہ میں ہنکانے وقت ڈربے ڈربے جس طرح آپ لوگ کہتے ہیں ہمارے یہاں کہا جاتا تھا خانے خانے۔"

زبیدہ۔" لیجئے یہ فارسی ہوگئی۔"

قاضی جی۔" اور فارسی نہیں تو کیا انگریزی ہے۔ اب یہ ہمیں آپ کو ہمشیرہ کہتا ہوں یا آپ مجھ کو برادرِ محترم لکھتی ہیں یہ سب فارسی ہی تو ہے۔"

بیوی۔" ایسی فارسی کون نہیں بول لیتا یوں تو اردو ہی کو تم فارسی کہہ سکتے ہو۔"

سراج۔" بات یہ ہے کہ ایران اور پاکستان کے درمیان نہایت دیرینہ اور قریبی ثقافتی رشتہ ہے۔ ہمارے ادب۔ آرٹ۔ طرزِ معاشرت اور

انداز فکر میں ایران کا تاثر موجود ہے۔ اُردو تو اُردو میں تو کہتا ہوں
کہ ہندی تک پر فارسی کا اثر ہے اور یہ اثر متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں
نے ہندی پر ڈالا تھا۔"

بیوی۔ "وہ تو ٹھیک ہے مگر سوال تو یہ ہے کہ جس کو یہ فارسی کہہ رہے
ہیں وہ بھلا فارسی ہے۔"

قاضی جی۔ "فارسی نہیں تو اور کیا ہے کمال ہے صاحب یعنی میں کہہ رہا
ہوں کہ میں فارسی زبان بولنا سیکھا تھا بچپن میں اسی زبان میں
تتلایا اور ہوش سنبھالنے پر یہی زبان بولا۔ اب بھی اگر کہیے تو بے تحاشہ
فارسی بولتا چلا جاؤں اور شرط رہی جو ایک لفظ بھی آپ سمجھ پائیں
مثلاً برائے خاوندِ خود یک برگ تنبول بیار و بگو کہ برگ سبز است
تحفۂ زوجہ۔ بتائیے میں نے کیا کہا۔"

زبیدہ۔ "پان مانگا ہے آپ نے۔"

قاضی جی۔ "تم نہ بولو جی۔ ہاں بتائیے بیگم صاحبہ کیا سمجھیں آپ، ارے بھئی
برگ۔ یعنی پتا۔ تنبول۔ تنبولی اسی سے بنا ہے اور تنبولی کیا بناتا
ہے پان۔"

بیوی۔ "اے تو میں نے کب دعویٰ کیا ہے اپنی فارسی دانی کا۔"

قاضی جی۔ "اب اسی میں فارسی دانی جو آپ نے کہا ہے یہ فارسی ہے مثلاً مچھر دانی
بیسن دانی، سرمہ دانی۔ نادانی یہ سب فارسی ہی تو ہے۔"

بیوی۔ "یہ تو جو کچھ بھی ہے اس کو تم جانو مگر اُردو کے جملوں میں شُد اور بود
لگا دینے سے فارسی نہیں بن جاتی۔"

سراج۔ "آپا آپ نے تو زباندانی کی بحث چھیڑ دی۔ میں تو اس وقت اس
بات پر غور کر کر کے خوش ہو رہا تھا۔ کہ اگر پاکستان اور افغانستان
کے تعلقات افسوسناک صورت اختیار کیے ہوئے ہیں تو دوسری طرف

پاکستان کے تعلقات بقیۂ دنیائے اسلام سے جس حد تک خوشگوار
ہیں۔ اس کا ایک نمونہ شہنشاہِ ایران کی تشریف آوری اور اس
تشریف آوری کے موقع پر اہلِ پاکستان کا جوشِ اخوت پیش کر رہا
ہے کہ پاکستان کے گوشہ گوشہ میں کجکلاہِ ایران کی تشریف آوری
ایک جشن کی صورت اختیار کئے ہوئے ہے۔"

زبیدہ۔ "دیکھئے نا سراج بھائی تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے خود
شہنشاہِ ایران نے کیا فرمایا ہے۔ کہ جب سے پاکستان وجود میں آیا ہے
میں اُس کو خود آکر دیکھنا چاہتا تھا۔"

سراج۔ "اس کے برعکس ہمارا دوسرا پڑوسی ہم مذہب مُلک ہے افغانستان
وہاں کے بعض مطلب پرست اور ۔ ع

نیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر پائیں

قسم کے اربابِ حکومت نے ہمسائیگی اور یک جہتی کا حق ادا کرنے کے
بجائے دونوں ممالک کے بیچ میں کانٹے بونے کی کوشش کی۔"

قاضی جی۔ "میں جناب اس کو نہیں مان سکتا۔ لاٹھی مارے پانی جُدا نہیں ہوتا
افغانستان کے عوام کے متعلق مجھ کو متعدد افغانیوں سے معلوم ہو چکا
ہے۔ کہ ان کے دِل میں اپنے پاکستانی بھائیوں کے لئے برادرانہ محبت
موجود ہے اور ان کے دل پاکستان کے ساتھ ہیں۔"

بیوی۔ "بات تو سمجھا کرو۔ عوام تو بیشک ہمارے ساتھ ہیں۔ ہماری آزادی
پر خوش ہیں ہماری ترقیوں پر پھولے نہیں سماتے مگر بعض برسرِ اقتدار
لوگ فساد پھیلانے اور جھگڑے کھڑے کرنے کی کوشش میں جو
مصروف ہیں۔"

قاضی جی۔ "بزبانِ فارسی آں صاحبانِ اقتدار را خس وخاشاک می گویند
مگر تم کیا سمجھی ہو گی اس فارسی کو میرا مطلب یہ ہے کہ ہم کو تو عوام سے

مطلب ہے جن کے دل ہمارے ساتھ ہیں اور جو خون کے رشتہ سے مجبور ہیں ہم کو اپنا سمجھنے پر اور ہم سے محبت کرنے پر۔ اب بیٹا آپ سے عرض کروں سراج میاں کہ فضلو چچا کے اور ہمارے درمیان خاندانی بیر چلا آرہا تھا۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے جان کے دشمن معاملہ چلا تھا ایک بکری پر جو چچا فضلو کی تھی۔ اور جو ہمارے یہاں آکر ایک چنبیلی کا بوٹا کھا گئی تھی۔ ارے بھئی میں نے کہا سنتی ہو چنبیلی غریب کا بھی انتقال ہو گیا۔"

بیوی۔ "کون چنبیلی اصغری آپا کی آپا؟"

قاضی جی۔ "آپا اور گیا تو میں جانتا نہیں تمہاری اصغری آپا کی کھلائی کا ذکر کر رہا ہوں۔ عجیب عورت تھی صاحب یہ بھی لگتری۔ ادھر کی اُدھر کرنے میں تو کمال حاصل تھا۔ اس کو اور صاحب کھاتی بے تحاشہ تھی۔"

بیوی۔ "ذرا دیکھو بیٹے سراج بھائی۔ افغانستان کے ذکر پر یاد آئے فضلو چچا۔ فضلو چچا کا ذکر ہو رہا تھا کہ چنبیلی کا بوٹا کھانے پر یاد آگئی چنبیلی۔ اے میں کہتی ہوں کہ کسی بات کا سر پیر بھی ہے۔"

قاضی جی۔ "گویا میں بے سروپا باتیں کر رہا ہوں حالانکہ افسانہ از افسانہ می خیزد۔"

سراج۔ "آج تو آپ بس فارسی ہی فارسی بول رہے ہیں۔"

قاضی جی۔ "چہ کنم برادر۔ یعنی کیا کروں بھائی۔ بھولی بسری باتیں یاد آگئیں۔ کہ کیا زمانہ تھا جب دن رات بس فارسی ہی بولا کرتے تھے۔ اور وہ مشق ہو گئی تھی فارسی بولنے کی کہ سوائے کبھی کبھی اپنا مطلب سمجھانے کے اردو بولنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی تھی۔ ہاں تو صاحب میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آخر افغانستان کے یہ صاحبانِ اقتدار جن کو آپ کہتے ہیں وہ آخر کیوں پاکستان کے خلاف ہیں۔"

بیوی۔ "وہ تو کھلی ہوئی بات ہے۔ کہ جو آزادی اور جمہوریت۔"

قاضی جی۔ "میں ہاتھ جوڑتا ہوں۔ میں التجا کرتا ہوں کہ للّٰہ آپ ان سیاسی
مسائل میں یوں نہ ٹیک پڑا کیجئے۔ بات ہو رہی ہے ملکی سیاست کی،
مسئلہ ہے دو حکومتوں کا اور دخل دے رہا ہے کون اہل خانہ قاضی جی
کوئی تک بھی ہو بھلا آپ فرمائیے سراج میاں۔"
سراج۔ "بھائی صاحب آپا بالکل ٹھیک کہہ رہی تھیں کہ اہل پاکستان کو
جو جمہوری حقوق اور آزادی حاصل ہے افغانستان کے برسر اقتدار
افراد یہ نہیں چاہتے کہ اس کی ہوا افغانستان کے عوام کو لگے ورنہ
اُن کا اقتدار ختم ہو جائے گا۔ اسی لئے وہ اس خود غرضی سے کام لے
رہے ہیں۔ کہ اپنا اثر اور اقتدار قائم رکھنے کو پاکستان سے اپنے
عوام کو دور رکھنا چاہتے ہیں اور ان کے اور ان کے پاکستانی بھائیوں
کے درمیان کانٹے بو رہے ہیں۔"
قاضی جی۔ "یہ تو کاغذ کی ناؤ ہوئی جو زیادہ دنوں تک نہیں تیرائی جا سکتی
عوام کی عقل پر یہ لوگ پردہ بن کر کب تک لٹکے رہیں گے۔"
زبیدہ۔ "آج نہیں تو کل ان خود غرضیوں کا پول افغانستان کے عوام
پر کھل جائے گا۔"
قاضی جی۔ "پھر بولیں تم۔ مگر یہ تو شاید تم نے میری ہی تائید کی ہے وہی
تو میں بھی کہہ رہا ہوں۔"
بیوی۔ "سراج بھائی کوئی صورت ایسی نہیں ہو سکتی کہ شہنشاہ ایران کو ہم لوگ
بھی دیکھ سکیں۔"
سراج۔ "ہو تو سکتی ہے صورت مگر آپ نے کہا بہت دیر میں اب دعوت نامے
مہیا کرنا ذرا دشوار ہو گا۔"
بیوی۔ "خیر ہم ریڈیو ہی پر ہر تقریب کا حال سن لیں گے۔"
قاضی جی۔ "اس کو فارسی میں کہتے ہیں۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ یہ خاکسار

تو ضرور دیکھے گا جلوس وغیرہ۔"

سراج ۔" آپ تو میرے ساتھ چلیئے گا۔ میں نے آپ کے لئے پہلے سے پاسنر کا انتظام کر رکھا ہے مگر کالی شیروانی ہے کوئی آپ کے پاس ۔"

قاضی جی ۔"یہ کالا تو بس اوور کوٹ ہے اور ہاں یہ کیوں نہ کریں کہ سفید اچکن کو کالا رنگ لیں ۔"

بیوی ۔" میری مانئے سراج میاں ان کو کہیں نہ لیجائیے گا نہ جانے یہ کیا کر بیٹھیں ۔"

قاضی جی ۔" کیا مطلب یعنی اب میں ایسا گیا گذرا ہو گیا کہ بچوں کی طرح مجھ پر بھی یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ جانے کیا بدتمیزی کر بیٹھوں ، حضور بیگم صاحبہ عمر گذری ہے اسی قسم کی محفلیں دیکھتے اور ہزاروں محفلوں سے نکلے ہوئے ہیں ہم بھی ۔"

بیوی ۔" یہی تو مجھے بھی ڈر ہے کہ کہیں اس محفل سے بھی نہ نکالے جاؤ ۔"

قاضی جی ۔" لینا سراج میاں پتنگ ۔ اماں کنکوا ۔ ارے بھئی ڈور پکڑ لو نا ۔ بانس سے کھینچو ۔ ٹھہرو ۔ ٹھہرو

(دوڑ جاتے ہیں)

(دروازے پر کوئی مسلسل دستک دیتا ہے)

قاضی جی۔ "(آہستہ سے) دیکھنا بھئی سراج میاں کون ہے۔ اگر کوئی تصویر کھینچنے والا ہو تو کہہ دینا کہ قاضی جی موجود نہیں ہیں۔"

سراج۔ "بہت اچھا ابھی کہے دیتا ہوں۔"

بیوی۔ "توبہ ہے فوٹوگرافروں سے تو ایسا منہ چھپاتے ہیں کہ جیسے وہ ان ہی کو تو کھینچ لے جائیں گے۔"

قاضی جی۔ "گھر گھیر رکھا ہے ان لوگوں نے۔ ہزار مرتبہ کہہ دیا کہ صاحب ہم نے نہیں کھنچواتے تصویر۔ کوئی ہزار روپیہ دے تو بھی میں نہ کھنچواؤں تصویر مگر یہ لوگ تو جیسے جان کو آ لگے ہیں۔ گھر سے نکلنا دشوار کر دیا ہے۔ خدا نے کل بال بال بچایا ورنہ ایک صاحب کھینچ لے گئے تھے تصویر درخت کی آڑ میں نشانہ باندھے کھڑے تھے وہ تو کہیے نظر پڑ گئی میری اور بھاگا منہ چھپا کر ورنہ اپنا سا منہ لے کر رہ جاتا۔"

زبیدہ ۔" تو بھائی جان آخر آپ کا نقصان کیا ہے کھنچ لینے دیجئے تصویر"
قاضی جی ۔" بھئی تم لوگ نہ سمجھو نہ بوجھو رائے دے دیتی ہو ۔ بس اس بات کا قیامت تک قائل نہیں ہو سکتا کہ کوئی غیر میری تصویر اسی توجہ اور دلچسپی سے کھینچ سکتا ہے جو تصویر کا حق ہے ۔ ہزار دوست ہزار دشمن ۔ خدا جانے کیسی صورت بنا کر یہ لوگ دنیا کے سامنے پیش کر دیں کہ یہ ہیں قاضی جی پھر میں کس کس کو یقین دلاتا پھروں گا ۔ کہ تصویر جھوٹی ہے اور میں اصلی ہوں ۔"
سراج ۔" (آتے ہوئے) جی ہاں آپ کا خیال ٹھیک تھا ایک فوٹو گرافر صاحب کیمرے لئے ہوئے آئے تھے اور بے حد خوشامد کر رہے تھے آپ کی تصویر کے لئے ۔"
قاضی جی ۔" جی ہاں ان لوگوں کی خوشامد میں اگر کوئی آ جائے اور تصویر کھنچوا بیٹھے تو پھر کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں رہ سکتا یہ جو ریڈیو کے ہیں اخلاق صاحب ۔ اری بھئی وہی جوابی پوسٹ کارڈ قسم کے آدمی ۔ عجیب چیز واقع ہوئے ہیں وہ بھی ۔ اسم مبارک ہے اخلاق اور واقع ہوئے ہیں ایسے بد اخلاق کہ اب میرے سر ہیں کہ تصویر ضرور کھنچوا لیجئے ۔ کوئی پوچھے کہ میں بھی کوئی فلم اسٹار ہوں کہ تصویریں کھنچواتا پھروں اور فرض کر لیجئے کہ میں نے تصویر کھنچوالی ۔ اور مشہور ہو گیا بدصورت سارے زمانے میں تو اس سے ان حضرت کو کیا فائدہ پہنچے گا ۔ اب آپ سارے زمانے سے عجیب عجیب بھری تصویریں بنواتے پھرتے ہیں اور دھمکی یہ ہے کہ اگر اصل تصویر نہ کھنچوائی تو یہی نقلی تصویریں چھاپ دی جائیں گی ۔"
بیوی ۔" کل دن بھر آئینہ سامنے رکھے تم بھی تو کچھ مصوری کر رہے ہو میرے دوپٹے رنگنے کے سارے رنگ غارت کر کے رکھ دیئے ۔"

قاضی جی۔" مگر جناب بنائی ہے وہ چیز کہ ہاتھ قلم کروا ڈالوں۔ اگر تم میں سے
کوئی بھی پہچان سکے کہ یہ میری تصویر ہے۔ مصیبت تو یہ ہے کہ یہ
آئینہ بھی کمبخت عجیب بیہودہ ہے اس قدر میرے چہرے پر جھرّیاں
دکھاتا ہے کہ میں تو خود اپنی صورت اس آئینہ میں دیکھ کر ڈر گیا۔ آخر حافظہ
پر زور ڈال کر اپنی صورت یاد کی اور اسی کو اس طرح پیش کیا ہے۔ کہ
سراج میاں آپ دنگ رہ جائیں گے۔"

سراج۔" یعنی آپ نے اپنی تصویر خود بنا ڈالی۔ آپ کی مصوری کا تو مجھے
علم ہی نہ تھا۔"

قاضی جی۔" بھئی بات یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں امرائ اور روسائ کے بچوں
کو سب ہی کچھ سکھایا جاتا تھا۔ مصوری، نقاشی، پیراکی، ران سواری،
تیر اندازی، شمشیر زنی۔ مختصر یہ کہ موسیقی تک چنانچہ میرے لئے بھی ہر قسم
کے اُستاد رکھے گئے۔ مصوری کا فن میں نے اُستاد رحیم سے سیکھا تھا
یہ اپنے وقت کے بڑے مشہور مصور تھے داستانِ امیر حمزہ میں اُن
ہی کے ہاتھ کی بنی ہوئی تصویریں ہیں۔"

بیوی۔" ذرا دکھاؤ تو سہی بنایا کیا ہے۔ مجھے تو یہ دیکھنا ہے کہ میرے
دوپٹہ کے رنگ کس کام میں آئے ہیں۔"

قاضی جی۔" ذرا زبیدہ بنات احتیاط کے ساتھ میرا لبستہ اُٹھا لاؤ۔ کھولنا
نہیں اور میرا چشمہ بھی لیتی آنا دیکھیے سراج میاں مصوری کا سب سے
پہلا اصول یہ ہے کہ تصویر ایسی بنائی جائے کہ اُس پر تصویر کا دھوکہ
بھی نہ ہو۔ دادا جان اللہ جنت نصیب کرے بڑے پہنچے ہوئے مصور
تھے۔ ایک مرتبہ جناب انہوں نے ایک گلاب کا پھول بنا کر دھوپ
میں رکھا خشک ہونے کیلئے۔ اے جناب تھوڑی ہی دیر میں دو
تین تتلیاں اُس پر آکر بیٹھ گئیں۔"

سراج ۔" واہ وا۔ گویا وہ اس کو اصل گلاب سمجھ کر دھوکہ کھا گئیں۔"
قاضی جی ۔" اے جناب تتلی تو خیر پھر بھی جانور ہے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے
کہ دادا جان نے دادی جان مرحومہ کی تصویر بنائی قد آدم، اور اس کو کمرے
میں رکھ دیا۔ میں جو باہر سے کھیلتا ہوا آیا تو سمجھا کہ دادی جان بیٹھی ہیں۔
بیٹھ کر ان سے باتیں کرنے لگا۔ مگر نہ وہ ہوں کہتی ہیں نہ ہاں آخر
میں نے غور سے ان کو دیکھا کہ یہ چپ کیوں ہیں اور جب ہاتھ سے
منہ چھوا تو پتہ چلا کہ یہ تو کاغذ ہے۔"
بیوی ۔" بھلا بتائیے سراج میاں عقل میں آنے والی بات ہے یہ۔"
قاضی جی ۔" صاحب عقل بھی تو ایک ہی قسم کی نہیں ہوتی۔ لاؤ بھئی زبیدہ
بستہ۔ اب ذرا آپ لوگ توجہ سے دیکھئے گا تصویر کی نوک پلک اور
تصویر کے خدوخال۔ اے یہ رہی۔"
بیوی ۔" ہائے میرے اللہ یہ تم ہو۔"
زبیدہ ۔" اہنہ کرے اللہ نہ کرے یہ آپ ہوں۔"
بیوی ۔" اے میں پوچھتی ہوں یہ بنایا کیا ہے آخر۔"
قاضی جی ۔" خیر آپ لوگ تو سمجھ ہی نہیں سکتے اس فن کو مجھ کو تو سراج میاں
کی رائے کا انتظار ہے۔ کہیے حضرت کیا فرماتے ہیں آپ۔"
سراج ۔" ذرا مجھ کو سمجھ لینے دیجئے کہ یہ سیدھی کدھر سے ہے۔"
قاضی جی ۔" یہ میں کیوں بتاؤں کہ سیدھی کدھر سے ہے۔ ؎
پہچان پر ہے ناز تو پہچان جائیے
بیوی ۔" زبیدہ بہن ذرا دیکھو تو سہی یہ ہے کیا چیز۔ میں نے تو اس شکل کی
آج تک کوئی چیز نہیں دیکھی۔ اور یہ کیا بنائی ہوں پہاڑیاں۔"
قاضی جی ۔" جناب اور مطلب اس کا یہ رکھا ہے کہ۔ ؎
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

سراج :۔ "اب آرہی ہے صاحب سمجھ میں کچھ کچھ۔ یہ غالباً کان ہیں"

قاضی جی:۔ "نہ غلط۔ یہ تو شیروانی کی جیبیں ہیں کان تو وہ رہے گال کے کنارے پر۔ پہلے ایک ایک چیز دیکھئے۔ نیلا رنگ اوپر ہے جس کا مطلب نیلا آسمان بھورے رنگ کی پہاڑیاں ہیں نیچے سبز رنگ دیا ہوا ہے۔ تاکہ سبزہ زار کا اندازہ ہو سکے آسمان پر ایک طرف سے چاند نکل رہا ہے اور دوسری طرف سے سورج اور بیچ میں چھٹکے ہوئے ہیں تارے۔"

بیوی :۔ "تمہاری دنیا میں نکلتے ہوں گے ایک ہی وقت میں چاند سورج ستارے سب اور یہ کیا ہیں شیروانی کے بٹن۔"

قاضی جی:۔ "بٹن نہیں ہیں جناب آنکھیں کھول کر دیکھئے یہ آنکھیں ہیں دیکھتی نہیں ہو ان پر چشمہ بھی لگا ہوا ہے۔ خیر میں تم دونوں کو ایک ایک چیز خود سمجھائے دیتا ہوں تم دخل در معقولات نہ کرو۔ ہاں تو سراج میاں یہ ہوا منظر۔"

سراج :۔ "اور یہ کیا چیز ہے حقّہ۔"

قاضی جی:۔ "حقّہ نہیں صاحب کھجور کا درخت ہے اور اسی کے نیچے یہ گلاب کی کیاریاں ہیں اب آئیے اصل تصویر کی طرف یہ دیکھئے یہ کرسی ہے۔"

زبیدہ :۔ "اچھا یہ کرسی ہے۔ میں سمجھتی تھی شیروانی کا دامن وامن کچھ ہوگا۔"

قاضی جی:۔ "خیر آپ خاموشی سے تصویر سمجھئے قابلیت بگھارنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں صاحب تو یہ کرسی ہے اور اس پر میں نے اپنے کو اس طرح بٹھایا ہے گویا میں تصویر کھنچوانے بیٹھا ہوں۔ یہ دیکھئے ٹوپی ہے اور چونکہ ٹوپی قراقلی ہے لہذا اس کے گل میں نے بھورے بنائے ہیں۔"

بیوی :۔ "اگر یہ ٹوپی ہے تو اللہ جانے دیگچی کس طرح بناتے۔ میں تو یہی سمجھی تھی کہ چولھے پر دیگچی رکھی ہے اور پانی ابلتا ہوا دکھایا ہے۔"

قاضی جی۔ "بھئی سراج میاں خوب یاد آیا۔ کہ آج ایک خاں صاحب کچھ
کھالیں بیچتے ہوئے آگئے تھے دیر تک بیٹھ ان سے افغانستان
کی باتیں کرتا رہا وہ تو یہ کہتے ہیں کہ افغانستان کے عوام سب کے سب
اپنے پاکستانی بھائیوں سے دلی محبت رکھتے ہیں۔ البتہ وہاں کی
حکومت کے کچھ لوگ من مانی کر رہے ہیں۔"

سراج :۔ "جی ہاں وہ تو معلوم ہی ہے۔ اور سمجھ میں آنے والی بات بھی ہے۔
کہ عوام اپنے ہم مذہب بھائیوں اور اپنے ہم مشرب پڑوسیوں کی طرف
کیسے نہ کھنچیں گے۔ یہ تو برسرِ اقتدار طبقہ کی دھاندلی ہے ساری۔"

قاضی جی :۔ "صاحب وہ کابلی خان کہہ رہا تھا کہ وہ تباہی پھیلی ہوئی ہے وہاں
کہ توبہ بھلی نہ کھانے کو غلہ۔ نہ تجارت کرنے کے امکانات۔ وہ تو
کہتا تھا کہ عوام اس قدر بددل ہو رہے ہیں۔ کہ کوئی تعجب نہیں کہ
اندرونی پھوٹ پڑ جائے۔"

بیوی :۔ "اچھا سنو۔ اگر تم میری بات مانو تو اس تصویر کو لاؤ میں چولھے میں
رکھ دوں۔ جو کوئی دیکھے گا وہ اور بھی مذاق بنائے گا۔ میں دیکھتی ہوں
کہ تمہیں اپنے اوپر ہنسوانے کا کچھ شوق بھی ہے۔"

قاضی جی :۔ "ذرا سن لیجئے سراج میاں۔ اب میں ان کو کیونکر سمجھاؤں کہ جو بات
بھئی تمہاری عقل کی رسائی سے پرے ہو اس میں ٹانگ اڑانے
کی کوشش نہ کرو یعنی مصوری ایک مستقل فن ہے تھوڑا بہت میں نے
بھی جھک مارا ہے اس فن میں۔"

بیوی :۔ "وہ تو اس تصویر ہی سے ظاہر ہے۔ جیسے مکتبوں کے بچے چیل بلوٹے
بنایا کرتے ہیں۔ ویسی ہی ایک چیز یہ بھی ہے۔ خدا کے لئے ذرا ناک تو
دیکھئے سراج میاں۔"

قاضی جی :۔ "کونسی ناک۔ ارے بھئی کس کو ناک کہہ رہی ہو۔ کہاں ہے ناک اس

میں۔ ذرا دینا مجھے تصویر۔ کہاں بنائی تھی میں نے ناک۔"
بیوی۔"لو اور سنو اب خود پتہ نہیں چل رہا ہے کہ ناک کہاں بنائی تھی۔"
قاضی جی۔" اے صاحب آخر انسان ہوں اگر بھول گیا ہوں تو یہ کوئی ایسی غلطی تو ہے نہیں کہ آپ مذاق اڑائیں غالباً یہ ہے۔ مگر نہیں یہ تو سگریٹ ہے۔ اسی کے آس پاس ہونا چاہیئے ناک بھی۔ ارے بھئی یوں سمجھو کہ ایک آنکھ یہ رہی اور دوسری یہ رہی اسی کے بیچ کا علاقہ تو ناک کہلائے گا۔ ہاں ٹھیک ہے یہ بنی تو ہے ناک۔ صاف بنی ہوئی ہے بالکل ناک۔"
زبیدہ۔"سچ مچ معلوم ہوتا ہے جیسے بوتل بنائی ہو۔"
قاضی جی۔"جی اور کیا ایسی ہی تو ہوتی ہے بوتل۔ آئیں وہاں سے بڑی نقاد بن کر۔ تمہیں ندارد کمند ہوا۔ یہ سو سمجھو یہ ناک ہے اور یہ دونوں اس کے نتھنے اور یہیں سے مونچھوں کے آثار شروع ہو گئے ہیں۔"
سراج۔"اچھا آپ یہ بتایئے کہ آپ کو خود یہ تصویر پسند ہے۔ یعنی آپ یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ اس کو کوئی آپ کی تصویر کہے۔"
بیوی۔"ارے ذرا دیکھئے تو سراج میاں یہ کیا ہے چڑیا جھونجھ میں بیٹھی ہے۔"
قاضی جی۔"جھونجھ نہیں ہے سرکار یہ ہاتھ ہے یہ پانچوں انگلیاں ہیں اور انگوٹھے پر بیٹھا ہوا ہے باز۔ آپ نے غالباً مغل بادشاہوں کی تصویریں نہیں دیکھیں سب کے انگوٹھوں پر باز بیٹھا رہتا ہے۔ اکبر بادشاہ کی تصویر تک میں باز بیٹھا ہے۔ اس کی وجہ سے اس تصویر میں ذرا شاہانہ بات پیدا ہو گئی ہے۔ اور ایک خاص قسم کا دبدبہ معلوم ہوتا ہے۔"
سراج۔"آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ کہ کیا آپ اس کو مناسب سمجھتے ہیں کہ یہ تصویر چھاپ کر نیچے آپ کا نام لکھ دیا جائے۔"
قاضی جی۔"کیا خوب اور نہیں تو کیا میں نے محفل اخلاق بنائی ہے یہ تصویر بھی سراج میاں یہ بات میں بالکل اتفاق سے کہہ گیا ہوں۔ اخلاق صاحب

کی رعایت سے اخلاقاً بھی خوب رہا اور یہ واقعہ ہے کہ ان ہی حضرت کے اصرار سے مجھ کو یہ تصویر بنانا پڑی. میاں سمجھی تو اس بیساختگی کی داد بھی دے دیا کرو۔"

سراج ۔" میں دل ہی دل میں جھوم رہا تھا. مگر بھائی جان میں آپ سے دست لبستہ التجا کرتا ہوں کہ اس تصویر کو تو آپ تلف ہی کر دیں جو دیکھے گا ہنسے گا"

قاضی جی ۔" ماشاءاللہ آپ تو مجھے کچھ اور بھی ناقدر شناس معلوم ہوتے ہیں. میں گویا آپ کے مشورے سے اس شاہکار کو تلف کر دوں کیا خوب. یہ نتیجہ ہوتا ہے اناڑیوں کو کوئی نئی چیز دکھانے کا۔ اگر یہی تصویر کوئی سمجھدار فنکار دیکھتا تو میرے ہاتھ چوم کر آنکھوں سے لگا لیتا جناب والا یہ قلمی تصویر کشی سمجھنا بھی ایک فن ہے اب مثلاً آپ ہی نہ سمجھے ہونگے کہ یہ سُرخ خطوط کیا ہیں۔"

سراج ۔" میں تو ان کو بس یوں ہی سمجھا تھا کہ جیسے اور خطوط کا کوئی مقصد نہیں ہے اسی طرح ان کا بھی کوئی مقصد نہ ہوگا۔"

قاضی جی ۔" بے مقصد تو اس مرقع میں کوئی چیز نہیں ہے۔ جناب والا یہ جسم کے اندر خون کی رگیں ہیں جن میں خون دوڑتا ہوا دکھایا گیا ہے. اور یہ دیکھیے ایک قطرہ اسی خون کا آنکھ سے ٹپکایا ہے تاکہ یہ کہا جا سکے کہ

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

بیوی ۔" مطلب یہ کہ تصویر کیا معمہ بنایا ہے اچھا خاصا۔ میں اس سُرخ دھبہ کو یہ سمجھ رہی تھی کہ پھول سنگھانے کی کوشش کی ہے تصویر کو۔"

قاضی جی ۔" قصہ مختصر یہ کہ آپ لوگوں کو تصویر دکھا کر مجھ کو آپ سب کے اُس جہل کا اندازہ ہو گیا جو فنونِ لطیفہ سے آپ کو ہے یوں تو بڑے دعوے

ہیں سمجھداری کے بلکہ سمجھ ناکی کے مگر اس سلسلہ میں صفر نکلے سب کے سب
اب دیکھئے گا جب اس تصویر کے چھپنے کے بعد اس کی شہرت
ہو گی. اور لوگ دُور دُور سے آئیں گے مجھ کو دیکھنے"
بیوی - "دیکھنے تو آنا ہی چاہیئے لوگوں کو اس لئے کہ یہ تو عجیب الخلقت
تصویر ہو گی۔"
قاضی جی - "کیا مطلب عجیب الخلقت سے - جناب بیگم صاحبہ میں آپ سے
عرض کروں کہ اس معاملہ میں آپ کا یہ خاکسار شوہر جو اپنے کو محض کسر نفسی
کی وجہ سے چغد بنائے بیٹھا ہے کسی سے ختم کھانے والا نہیں ہے. ذرا
دیکھیئے گا اس تصویر کے چھپنے کے بعد کیا عالم ہوتا ہے تم ذرا دُور سے
اس تصویر کو دیکھو قلمی تصویر ہمیشہ دُور سے دیکھنا چاہیئے - ہاں بس
اب بتاؤ کیا نظر آتا ہے۔"
بیوی - "سچ مچ اب تو بالکل یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے گھڑونچی پر کسی نے لوٹا
رکھ دیا ہو۔"
قاضی جی - "لاحول ولا قوۃ وہی مثل کہ بھینس کے آگے بین معلوم ہو گیا کہ
آپ لوگ کتنے پانی میں ہیں. ارے بھئی زبیدہ ذرا سا پانی ہی پلا دو
مجھ کو حلق خشک ہو رہا ہے. بڑی دیر سے سوچ رہا تھا کہ یہ تکلیف
کیا ہے. آخر اب پانی کے ذکر پر یاد آیا کہ یہ تو پیاس معلوم ہوتی ہے
اب یہ عالم ہے اپنی گمشدگی کا۔"
سراج - "آرٹسٹ اسی قسم کے گمشدہ ہوتے ہیں یہ بات البتہ ہے آپ
میں نہایت فنکارانہ۔"
قاضی جی - "اور باقی باتیں کونسی مکارانہ ہیں. فنکار تو خیر میں ہمیشہ کا ہوں مجھ کو ہمیشہ
جو شوق رہے ہیں. وہ سب اسی قسم کے مثلاً شاعری. مصوری. موسیقی
مگر واہ ری قسمت کہ قدر شناس نہ ملا مجھ کو کوئی، مصوری، کی جو قدر

ہوئی ہے وہ دیکھ لی ہیں نے شاعری کا عالم یہ ہے کہ جب کبھی ہیں
نے اپنا کوئی شعر پڑھ دیا ہے بیوی صاحبہ نے اس کو لطیفہ سمجھ
کر مذاق ہی اڑایا ہے ایک مرتبہ یوں ہی ذرا پیلو کی ایک ٹھمری گنگنا رہا
تھا۔ اتفاق سے باہر کتا بھونکنے لگا۔ تو آپ فرماتی ہیں۔ کہ للہ
گانا بند کرو کتے تک بھونک رہے ہیں۔ یہ ہے جناب اس گھر
میں فن کی قدر۔"

زبیدہ ـــــ " مگر بھائی جان یہ اتنی بہت سی چیزیں سمجھ میں نہیں آتا آپ نے
سیکھیں کہاں سے۔"

قاضی جی۔" صاحبزادی یہ آپ کی پیدائش سے قبل کا ذکر ہے جب اللہ
کے فضل وکرم سے ایسی حالت تھی اس خاندان کی کہ ڈیوڈھی پر ہر
فن کے ماہر پڑے رہتے تھے آپ نے تو اس گھر کا فقط پن ہی
دیکھا ہے۔ عروج کا زمانہ گذر رہا ہے ہم پر۔ سراج میاں میں آپ سے
عرض کروں کہ دادا جان کا جب انتقال ہوا ہے جنازے کے جلوس
میں مختلف ٹولیاں تھیں۔ مصوّروں اور نقاشوں کی ٹولی۔ شاعروں کی
ٹولی۔ موسیقی کے استادوں اور ساز نوازوں کی ٹولی۔ رکابداروں اور
باورچیوں کی ٹولی۔ تین میل لمبا جلوس تھا۔ جنازے کے آگے آگے
شہنائی بجتی تھی۔"

بیوی۔" لو اور سنو جنازے میں شہنائی۔"

قاضی جی۔" میں جنازے کا ذکر کر رہا تھا یا اپنی پہلی برات کا جنازے کا کیا
تعلق شہنائی سے۔"

زبیدہ۔" آپ تو دادا جان کا ذکر کر رہے تھے۔"

قاضی جی۔" تو میں گویا دونوں ذکر ساتھ ساتھ کر گیا۔ اصل میں دماغ میں تو رچی
ہوئی ہے یہ تصویر۔ بھئی یہ مجھے اٹھا دو کہیں گرد میں خراب نہ ہو جائے ہیں

آج ہی اس کو پہنچائے دیتا ہوں۔"

بیوی۔ "میں پھر کہتی ہوں کہ خدا کے لئے اس تصویر کو کسی کو نہ دکھانا۔"

قاضی جی۔ "آپ کے اس مشورے کا شکریہ مگر میں اپنی بُرائی بھلائی آپ سے زیادہ سمجھ سکتا ہوں۔ وہی مثل کہ تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔ میں جانوں میری تصویر جانے۔ لائیے ادھر تصویر (دروازے پر دستک) میاں سراج دیکھنا شاید پھر کوئی تصویر کھینچنے والا ہو کہہ دینا کہ قاضی جی باہر گئے ہوئے ہیں۔ اماں اب جا چکو نہیں وہ جھانک نہ لے باہر سے"

(قاضی جی گھبرائے ہوئے پھر رہے ہیں)

قاضی جی۔ ” لاحول ولا قوۃ۔ نہ جانے کہاں غائب ہو گئے۔ ابھی یہاں رکھے تھے میں نے خود رکھا ہے ان کو اپنے ہاتھ سے مگر اس گھر کا حال تو یہ ہو گیا ہے کہ چیز رکھی اور غائب۔ اب کوئی پوچھے کہ بھلا میرے دانتوں کی کسی کو کیا ضرورت ہو سکتی تھی۔ ذرا تم اپنے پاندان کی کسی ڈبیا میں تو دیکھو۔ میری آج تک جتنی چیزیں کھوئی ہیں۔ سب آپ کے پاندان سے برآمد ہوئی ہیں۔“

بیوی۔ ” پاندان میں دانتوں کا کیا کام ہو سکتا ہے۔ تم خود یاد کرو کہ کہاں رکھ آئے ہو۔ اور میں تو کہتی ہوں اللہ کرے کھو ہی جائیں۔“

قاضی جی۔ ” بس تمہارا مطلب تو یہ ہے کہ میں پوپلا منہ لئے پھروں تاکہ تمہاری اس تہمت کا سب کو یقین آجائے کہ میں بڈھا ہوں۔ اب کوئی پوچھے کہ اگر میرے دانت کھو گئے تو جناب کو کیا حاصل ہو جائے گا۔ عقل سے

اگر ذرا کام لو تو یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے۔ کہ اگر میں بڈھا کہلایا تو تم بھی میری بیوی کی حیثیت سے بڑی بی کہلاؤگی۔"

بیوی۔" ہاں تو کیا ہرج ہے تم کو جس قدر بڑھاپے سے شرم آتی ہے۔ مجھ کو اتنی شرم نہیں آتی۔"

قاضی جی۔" ہزار مرتبہ کہا کہ صاحب یہ بوڑھاپا نہیں ہے یہ سب نزلے کمبخت کی کرامت ہے کہ پہلے تو نزلہ گرا بالوں پر اور بگلہ بنا کر رکھ دیا مجھ کو پھر نزلہ گرا دانتوں پر اور دانت گرے زمین پر۔ پھر نزلہ گرا آنکھوں پر اور عینک لگوا دی۔ ورنہ میرے اکثر ہم عمر ابھی تک ملاٹھے ہیں۔ میر فضل علی مجھ سے عمر میں ایک آدھ سال بڑے ہونگے مگر جوں کے توں نظر آتے ہیں۔ ارے بھئی میر فضل علی کو تم سے بڑی شکایت ہے۔ کہ تم ان کی لڑکی کے عقد میں نہیں گئیں۔"

بیوی۔" تو کیا میر صاحب یہاں ہیں مجھے تو خبر ہی نہیں تھی ان کے یہاں آنے کی۔"

قاضی جی۔" کیا خوب۔ یعنی پرسوں دن بھر وہ یہاں بیٹھے رہے۔ آپ نے ان کو سلام کہلوایا انہوں نے آپ کا مزاج پوچھوایا۔"

زبیدہ۔" وہ تو مرزا صاحب تھے بھائی جان"

قاضی جی۔" ہاں ہاں ان ہی کا ذکر کر رہا ہوں کہ اب تک جوان بنے ہوئے ہیں بس ذرا بال کھچڑی ہو گئے ہیں۔ بھئی سنو آج اگر سچ پوچھو تو کھچڑی کا موسم ہے یہ ابر۔ یہ ٹھنڈی ہوائیں۔ یہ پھوار۔"

بیوی۔" چلو چھٹی ہوئی کھچڑی بالوں پر کھچڑی یاد آ گئی۔ میں پوچھتی ہوں میر فضل علی کیا یہاں آگئے ہیں۔"

قاضی جی۔" کمال کرتی ہیں آپ۔ وہ غریب کیسے آسکتا ہے۔ لاکھوں روپے کی جائداد چھوڑے۔ بیوی کو طلاق دے۔ لڑکوں کو عاق کرے تب

کہیں جا کر آ سکتا ہے۔"

مسراج۔" مگر ابھی تو آپ فرما رہے تھے کہ ان کو آپا سے شکایت ہے کہ ان کی لڑکی کی شادی میں نہیں گئیں۔"

قاضی جی۔" نہیں صاحب ان کا بھلا کیا ذکر ان سے تو دیکھئے اب ملاقات بھی ہوتی ہے یا نہیں اور دانت بھی دیکھئے۔ اب ملتے ہیں یا نہیں۔"

بیوی۔" کوئی پوچھے کہ اس وقت میر فضل علی کا کیا ذکر تھا۔ مرزا صاحب کو میر فضل علی کہہ گئے میں بھی کہوں کہ وہ یہاں کہاں۔"

قاضی جی۔" ارے صاحب آپ کو میر فضل علی اور مرزا صاحب کی پڑی ہوئی ہے۔ میں کہتا ہوں ذرا اِدھر اُدھر میرے دانتوں کو تلاش کیجئے پاندان میں نہیں ملے تو ذرا باورچی خانہ میں دیکھ آئیے۔ زبیدہ تم اٹھو مجھ کو اچھی طرح یاد ہے کہ صبح اٹھ کر میں نے دانت خود الماری پر سے اٹھا کر لگائے پھر میں نے کیا کیا۔ ہاں ٹھیک ہے پھر میں کھٹمل مارنے بیٹھ گیا۔ صاحب رات بھر ان کمبخت کھٹملوں کی وجہ سے نیند نہیں آئی۔ مگر صبح ایک بھی دستیاب نہ ہوا کمبختوں نے چھلنی کر کے رکھ دیا مجھ کو۔"

زبیدہ۔" کھٹمل تو کہیں بھی نہیں ہیں بھائی جان۔"

بیوی۔" نہائے ہوئے پورا مہینہ ہونے کو آرہا ہے۔ دوسری جنوری کو نہائے تھے اور آج تیس تاریخ ہے۔ میل اور خشکی کاٹ رہی ہوگی۔"

سراج۔" واقعی بھائی صاحب کمال کرتے ہیں اتنے دنوں تک بغیر نہائے معلوم نہیں چین کیسے آجاتا ہے۔"

قاضی جی۔" حضرت آپ بھی ان ہی کی سی کہتے ہیں۔ ذرا اس موسم کو دیکھ لیجئے۔ ایک تو سردی۔ اس پر سے بارش۔ ٹھنڈی ہوائیں یوں ہی جان نکالے لیتی ہیں اب اس وقت میں جان پر کھیل کر لحاف سے

دوسری جنوری تا ساتھی

نکلا ہوں اور دانت بھی اس لئے ڈھونڈھ رہا ہوں کہ اس سردی میں آخر بجاؤں کیا آپ لوگ چلے ہیں نہانے کا قصہ لے کر بھئی میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں نہ جانے کیا کیا چیزیں ایجاد ہوئیں مگر لحاف اوڑھ کر نہانے کی کوئی ترکیب ایجاد نہیں ہوئی۔"

بیوی۔" میں انگیٹھی سلگا کر رکھدوں گی غسل خانے میں۔"

قاضی جی۔" پھر وہی غسل خانہ۔ کیوں آپ میری جان کے پیچھے پڑی ہوئی ہیں ہزار مرتبہ عرض کیا کہ غسل خانہ اس منحوس مقام کو کہتے ہیں جہاں میت کو غسل دیا جاتا ہے یعنی مُردے نہاتے ہیں اور حمام اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں زندہ انسان نہاتا ہے آپ مجھ کو جیتے جاگتے غسل خانہ میں نہلانے پر تیار ہیں اور مجھ کو آتا ہے وہم ان باتوں سے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اگر اس موسم میں مجھ نہلا دیا گیا۔ تو بیشک غسل خانہ کی ضرورت بھی پیش آجائے گی۔"

زبیدہ۔" توبہ ہے دور پار۔ آپ یہ بدشگونی نہ کیجئے۔"

بیوی۔" میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ میں حمام میں انگیٹھی سلگا کر رکھدوں گی۔ اور تیز گرم پانی ہوگا۔"

قاضی جی۔" صاحب گرم پانی نہ سہی جائے سہی مگر میں نہا نہیں سکتا، صاف بات کہتا ہوں میں تو۔ اب آپ دیکھ لیجئے کہ سارے جسم سے کانپ رہا ہوں۔ محض یہ نہانے کا ذکر سن کر۔ سراج میاں۔ معلوم نہیں میرے پر دادا کا ذکر ہے یا ان کے والد محترم کا کہ ان کے ساتھ بھی ایک مرتبہ اسی قسم کی زبردستی کی گئی تھی کہ وہ عرصہ سے نہائے نہیں تھے لہذا ان کو پکڑ کر نہلا دیا گیا۔ مگر پہلا ہی لوٹا ان کے جسم مبارک پر پڑا تھا کہ واصل بحق ہو گئے۔ قلب کی حرکت بند ہوگئی ہوگی۔ تو صاحب میں تو ان بزرگوں کا خورد ہوں اور روح نکلتی ہے میری اس نہانے کے قصہ سے۔"

بیوی۔ " پیروں پر دیکھئے تو ایک تہہ جمی ہوئی ہے میل کی۔ گردن پر معلوم ہوتا ہے کسی نے کالی پالش تھوپ دی ہے۔ اور یہی حال ہے سارے جسم کا۔ دانت تھے نگوڑ مارے تو ان کو کبھی دھونے ہی کی توفیق نہیں ہوئی۔"

قاضی جی۔ " چہ خوش۔ ارے بھئی وہ کوئی میرے ذاتی دانت تھوڑی ہیں۔ کہ ان کو مانجھتا پھروں۔ مصنوعی دانت۔ جب چاہا ان کو لگا لیا جب جی چاہا نکال لیا مُنہ سے۔ مگر نہ جانے وہ کمبخت گئے کدھر۔ بھئی تم اپنی لغچی کھولو یقیناً اس میں ہوں گے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ تم کچھ سلائی کا کام کر رہی تھیں جب میں نے دانت نکالے ہیں۔"

سراج۔ " مگر بھائی جان آپ نے یہ عجیب بات کہی ہے کہ مصنوعی دانتوں کو گویا صاف ہی نہ کرنا چاہیئے۔"

قاضی جی۔ " اجی چاہیئے تو بہت کچھ مگر انسان آخر کیا کیا کرتا ہے۔ بہر حال اب میں منت مانتا ہوں کہ اگر دانت مل گئے تو میں ان کو صاف بھی کر لوں گا۔ مگر ان کو تو معلوم ہوتا ہے کوئی صاف کر لے گیا اور مجھے شک ہے مہترانی پر اسی نامراد کے منہ میں دانت نہیں ہیں لے گئی ہوگی میرے دانت اور اب دانت لگائے اُن پر مسی ملے بیٹھی ہوئی اٹھلا رہی ہوگی اپنے شوہر نامدار کے سامنے اور کس کے کام کے تو تھے نہیں وہ دانت"

بیوی۔ " سراج بھائی آپ کل ہی تو ذکر کر رہے تھے کہ یہاں کوئی دانتوں کا ہفتہ منایا جا رہا ہے۔"

سراج۔ " منایا نہیں جا رہا ہے بلکہ عنقریب منایا جائے گا اور مقصد اس کا یہ ہے کہ عوام پر یہ حقیقت روشن ہو سکے کہ دانتوں کی صفائی صحت کیلئے کیا اہمیت رکھتی ہے۔"

زبیدہ۔ " میرے خیال میں تو زیادہ تر بیماریاں دانتوں ہی کی خرابی سے پیدا

ہو تی ہیں۔"

قاضی جی ۔" جو بات کہو گی ایسی ہی عقل سے دُور اور حماقت سے قریب کہو گی۔ بولنے کا شوق جو ٹھہرا۔ خواہ وہ طب ہی کا مسئلہ کیوں نہ ہو مگر تمہاری بہن صاحبہ کیا مجال ہے کہ چُپ رہ جائیں ۔ بیماریاں دانتوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ تو وہ بچے کیوں بیمار ہوتے ہیں۔ جن کے دانت نہ نکلے ہوں یا میں کیوں اکثر علیل رہتا ہوں جبکہ میرے دانت نہیں ہیں ارے بھئی مصنوعی دانت ہیں۔ تو بیماریاں بھی زیادہ سے زیادہ مصنوعی ہوں ۔"

بیوی ۔" جتنا زہر لوگوں کے اصلی دانتوں سے پیٹ میں نہ جاتا ہو گا اتنا تمہارے نقلی دانتوں سے جاتا ہے ۔"

قاضی جی ۔" دانتوں کا زہر کیا مطلب ۔ میں نے تو اب تک صرف سانپ کے ایک دانت میں زہر سُنا تھا ۔ جناب کا مقصد یہ ہے کہ انسان کے مُنہ میں بھی وہی سانپ والے دانت لگے ہوئے ہیں۔"

سراج ۔" بھائی جان بات یہ ہے کہ دانتوں سے جو کھانا چبا کر کھایا جاتا ہے اگر وہ ان ہی دانتوں میں پھنسا یا لگا رہ جائے تو وہ سڑتا ہے اور سڑ کر زہر کی صورت اختیار کر لیتا ہے جو معدہ میں جاتا ہے۔"

زبیدہ ۔" اس کے علاوہ مسوڑھوں کے امراض سے پیپ اور مواد وغیرہ کھانے کے ساتھ پیٹ میں جاتا ہے ۔"

قاضی جی ۔" صاحب آپ کی دندان سازی کے مارے ناک میں دم ہے اس وثوق اور سنجیدگی سے رائے دیں گی گویا عمر صرف کر دی ہے دانتوں کی تحقیق اور تجسس میں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہوتے ہیں۔ اور دکھانے کے اور ۔ ایک مرتبہ ایک شعر ہو گیا تھا۔ سراج میاں اسی ضرب المثل کو نظم کر دیا تھا عرض کیا ہے کہ ؎

دانت ہاتھی کے کھانے کے کچھ اور
اور ہوتے ہیں کچھ دکھانے کے

سراج۔ "کیا کہنا ہے بھائی صاحب آپ نے تو اپنالیا اس کہاوت کو۔"

قاضی جی۔ "جی ہاں میں نے یہی کوشش کی تھی۔ کہ تمام کہاوتوں کو نظم کرڈالوں مثلاً عرض کرتا ہوں کہ ڈگمگاتے ہیں اگر دیکھیے دانتوں کا پتہ نہیں چل رہا ہے اب دماغ تو لگا ہوا ہے دانتوں میں شعر کیا خاک یاد آئیں مجھے بہر حال عرض کرتا ہوں کہ ڈگمگاتے ہیں، یقیناً مہترانی لے گئی میرے دانت۔"

بیوی۔ "تھے بھی اسی کے قابل۔"

قاضی جی۔ "کمال کرتی ہیں صاحب آپ۔ یعنی سراج میاں یہ اُن دانتوں کو کہہ رہی ہیں جو میں پیپل والی کوٹھی کے انگریز کے یہاں سے نیلام کے موقع پر خرید کر لایا تھا۔ صاحب وہ اتنا بڑا کرنل۔ بڑے بڑے افسر اُس کو سیلوٹ کرتے تھے جب اس کا انتقال ہوا ہے تو اس کا سامان نیلام کیا گیا۔ اور یہ دانت مجھ کو مل گئے اتنے بڑے انگریز کے دانت ظاہر ہے کہ کتنے قیمتی ہوں گے اور مجھے مل گئے تھے صرف سات آنے میں۔"

سراج۔ "مگر صاحب پرائے دانت نیلام سے خریدتے آپ ہی کو دیکھا ہے۔"

بیوی۔ "متلی آتی تھی مجھے اُن دانتوں سے مگر ان کی سمجھ میں تو کوئی بات آتی ہی نہیں۔"

قاضی جی۔ "میرا خیال ہے کہ آپ کی سمجھ میں بات نہیں آئی۔ ارے صاحب میں ان انگریز مرحوم کی لاش کے تو دانت نہیں نکال لایا تھا وہ دانت تو مصنوعی تھے۔ میرے چونکہ ٹھیک آ گئے لہذا میں لے آیا۔"

سراج۔ "پھر بھی کمال ہے صاحب۔ آپ کے اس کارنامہ کی مثال ملنا مشکل ہے۔"

بیوی۔ "اب خدا کے لئے دوسری پلیٹ بنواؤ دانتوں کی اور پھر ان کو روز

صاف کیا کرو۔"

قاضی جی۔" خیر یہ تو آپ مجھ سے اُمید نہ رکھیں۔ یہ تو کمبخت مصنوعی دانت ہوں گے۔ میں نے تو اپنے اُن دانتوں کی کبھی ایسی ناز برداری نہیں کی جو موتیوں کی لڑی معلوم ہوتے تھے۔ سراج میاں وہ دانت تھے میرے کہ جب میں ہنس دیتا تھا۔ لوگ دیکھتے رہ جاتے تھے۔ پان کھانے کی وجہ سے ریخیں پڑ گئی تھیں ان کی وجہ سے اور بھی حسین معلوم ہوتے تھے میری پہلی بیوی خوش نصیب تھیں کہ صرف انہوں نے ان دانتوں کی بہار دیکھی ہے ان کے انتقال کے بعد ان ہی کے غم میں دل بھی ہل گیا اور دانت بھی ہل گئے۔ اب تو دانت بھی مصنوعی رہ گئے اور جتنی بیویاں آئیں وہ بھی مصنوعی آئیں۔

بیوی۔ "کیا کہا۔ بیویاں مصنوعی۔"

قاضی جی۔" مصنوعی کا مطلب یہ کہ بھئی سگی بیوی تو ایک ہی ہوتی ہے نا۔ اس کے بعد کی تو سوتیلی ہی کہلائینگی اور وہی مثل کہ۔ ماں سے زیادہ جو چاہے وہ پھاپھا کٹنی۔"

بیوی۔" ہائیں۔ ہائیں۔ ہائیں۔ جو جی چاہتا ہے کہتے چلے جاتے ہو۔ بیوی کا ذکر ہے اور ماں کی باتیں کر رہے ہو۔"

قاضی جی۔" نہیں اس وقت مجھ کو کچھ والدہ مرحومہ یاد آ گئیں کہ ان کے انتقال کے بعد والد صاحب نے متعدد شادیاں کیں مگر ہر ماں سوتیلی ہی رہی وہ اپنی ماں والی بات بھلا کسی میں کیوں کر ممکن تھی۔ مجھے اپنا تو خیر خیال نہیں مگر زبیدہ ننھی سی تھی اور سوتیلی ماؤں کے پنجے میں اسی کے لئے ہر سوتیلی ماں سے لڑائی مول لیتا رہا وہی مثل کہ۔

میں نے لاکھوں کے بول سہے ستمگر تیرے لئے

زبیدہ۔" بھئی اللہ آپ تو نہ جانے کیا کہتے چلے جاتے ہیں اب ستمگر کہدیا

مجھ کو۔"

قاضی جی۔" بھئی یہ تو ایک مثل تھی ورنہ کیا مجھے معلوم نہیں ہے کہ بہن کو ستمگر نہیں کہا جاتا۔"

بیوی۔" تو تمہاری سب بیویاں مصنوعی ہیں۔"

قاضی جی۔" لیجئے بُرا مان گئیں اس کا مطلب یہ تم نے کیسے نکال لیا کہ میں تم کو خدانخواستہ بناسپتی بیوی کہہ رہا ہوں میرا مطلب تو سگی اور سوتیلی سے ہے

بیوی۔" تمہارے یہاں ہوتی ہوں گی بیویاں بھی سگی اور سوتیلی۔"

سراج۔" واقعی بھائی جان یہ تو آپ نے کچھ عجیب ہی بات پیدا کی ہے۔ میں نے بھی سگی اور سوتیلی بیوی کم سے کم نہیں سنی۔"

قاضی جی۔" اچھا صاحب نہ سہی آپ میری حقیقی بیوی سہی۔ مگر للّٰہ میرے دانت تلاش کرا دیجئے۔ آپ ہی لوگ کہہ رہے ہیں کہ عنقریب دانتوں کا ہفتہ منایا جائیگا۔ اب آپ ہی بتائیے کہ میرے دانت نہ ملے تو کیا میں مسوڑھوں کا ہفتہ مناؤں گا۔"

بیوی۔" اچھا سُنو۔ میں تم کو نئے دانت اپنے جیب خرچ سے بنوائے دیتی ہوں"

قاضی جی۔" اپنے جیب خرچ سے تو تم صرف شیروانی بنوا دو مجھے۔ دانت تو وہی رہنے دو نہایت قیمتی ہیں۔ اور بہت اچھا کام دے رہے ہیں۔"

سراج۔" مگر وہ اب کافی میلے اور خراب ہو چکے ہیں بھائی صاحب چھوڑیئے انہیں۔"

قاضی جی۔" کون۔ مہترانی۔ ادھر تو آؤ تم۔ ادھر آؤ قریب آؤ میرے۔ اور۔ اور۔ اور۔ ذرا منہ تو کھولو اپنا۔ ہائیں۔ میں کہہ رہا ہوں منہ کھولو اپنا سانس نہ لینا ورنہ بدبو آئے گی۔ کھولو منہ ارے۔"

زبیدہ۔" توبہ ہے۔ کھول دو جمعدارنی منہ۔"

بیوی۔" اس کے منہ میں کچھ نہیں ہے"

قاضی جی۔" خیر خیر۔ تم منہ کھولو۔ ہاں یہ۔ یہ کیا دانت تو یہاں بھی نہیں ہیں بھئی مہترانی بات یہ ہے کہ میرے دانت صبح سے غائب ہیں۔ صبح اُٹھ کر میں بس دُودھ لینے گیا تھا۔ ارے صاحب ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ یاد آ گئے دانت۔ ذرا میری شیروانی دینا۔ میں دانت بھول آیا ہوں۔ مرزا صاحب کے یہاں ان کے یہاں چائے پی تھی تو دانت نکال کر باہر رکھ دیئے تھے۔ خدا کرے مل جائیں صبح سلامت کہیں۔ بچوں نے توڑ پھوڑ نہ ڈالے ہوں۔ ارے صاحب شیروانی دیجئے میری۔ میں ابھی آیا سر آج میاں بس دو منٹ میں۔"

Sher-Kashmir
Zenda Bade.

(بیگم صاحبہ قاضی جی کو گھر میں داخل ہوتا ہوا دیکھ کر کہتی ہیں)

بیوی:۔ "ارے یہ کیا لئے ہوئے آرہے ہو۔ پتنگیں، کنکوے۔ ڈور کے گولے چرخیاں۔ یہ اخور کہاں سے بٹور لائے۔"

قاضی جی:۔ "سُن لیجیے سراج میاں۔ یہ اخور ہے۔ یعنی خود بدولت کو تو جیسے بسنت کی خبر ہی نہیں۔ حضور والا آج بسنت کا دن ہے اور جناب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میرے خاندان میں یہ تہوار ہمیشہ اس شان سے منایا گیا ہے کہ لوگ عش عش کیا کرتے تھے۔"

بیوی:۔ "اے تو میں نے کہا۔ کیا اس عمر میں اب پتنگ بازی بھی کرو گے کنکوے لڑاؤ گے۔"

قاضی جی:۔ "عمر کا طعنہ تو تم اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ہر وقت دیا کرتی ہو اور عمر ہے کہ کمبخت وفا ہی کرتی چلی جاتی ہے۔ کوئی پوچھے جناب سے کہ پتنگ کا کیا تعلق ہے عمر سے یہ کوئی دودھ کی شیشی تو ہے نہیں

جو میں خرید کر لایا ہوں اور جو اس عمر میں از روئے قاعدہ مجھ کو گویا نہ پہننا چاہیئے۔ نہ یہ جھنجھنا ہے نہ یہ پالنا ہے۔ ارے بھئی بزرگوں سے یہ رسم چلی آرہی ہے کہ بسنت کے دن ذرا پتنگ اُڑا لیتے ہیں اور اب ہم کیا اُڑائیں گے پتنگ۔ پتنگ اُڑائی ہے دادا جان کے زمانے میں جس کو کہتے ہیں پتنگ اُڑانا۔"

زبیدہ:۔ "توبہ ہے ان کے زمانے میں تو سُنا ہے کہ ہزاروں کے وارے نیارے ہو جاتے تھے اسی شوق کے پیچھے۔"

قاضی جی:۔ "میں عرض کروں سراج میاں کہ بسنت کے دن یہ عالم ہوتا تھا کہ دیگیں چڑھی ہوئی ہیں انواع و اقسام کے کھانوں کی اور جمع ہیں ایک سے ایک ماہر پتنگ باز۔ حضرت مہینوں پہلے سے تو کنکوئے بنتے تھے۔ اور ڈور تیار کی جاتی تھی۔ اسی بسنت کے دن کے لئے اور بسنت کا دن آیا اور میدان بدل گیا کسی اور رئیس سے اب دونوں طرف ایک جشن سا نظر آتا ہے روشن چوکی رکھی ہوتی ہے اس کے ترانے گونجے ہوئے ہیں فضا میں اور ایک خلقت جمع ہے۔ پتنگ لوٹنے والے گروہ کو انتظار ہے دادا جان کے پینچ کا۔"

سراج:۔ "اچھا تو کیا قبلہ دادا جان بھی پتنگ اُڑاتے تھے۔"

قاضی جی:۔ "دور دور جواب تھوڑی تھا ان کی ٹھمکی کا۔ جٹکی کی جنبش پر بڑے سے بڑا پینچ لڑاتے تھے صاحب ہم نے تو کبھی ان کو گھسیٹ کرتے دیکھا نہیں مگر لوٹنے والوں کو انتظار اس لئے رہتا تھا کہ ہر کنکوئے میں وہ دس روپے کا نوٹ باندھ کر اُڑاتے تھے۔ صاحب ایک مرتبہ ایک دوسرے رئیس دلارے مرزا نے دادا جان کی چوٹ پر دس دس کے دو نوٹ باندھ دیئے۔ اسی وقت ادھر پچاس کا نوٹ بندھ گیا۔"

بیوی۔ "یا اللہ اب نہ آئے وہ زمانہ کبھی لوٹ کر۔"
قاضی جی۔ "ذرا ملاحظہ کیجئے اس بد دعا کو۔ یہاں یہ حال ہے کہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان اگلی بہاروں کو دیکھتے ہیں کہ کیا ہوئیں اور بیگم صاحبہ فرما رہی ہیں کہ اب وہ زمانہ نہ آئے۔ حقیقت یہ امارت اسی لئے تو پہچانی جاتی تھی کہ بھئی امیر تھے۔ روپیہ پیسہ ہاتھ کا میل تھا۔ اسی طرح ریاست اور امارت کا اظہار ہوتا تھا۔"
زبیدہ۔ "اور اسی طرح تباہ بھی تو ہو گئے۔"
قاضی جی۔ "تم کیا جانو جی۔ آئیں وہاں سے تباہ ہو گئے۔ سراج میاں حال یہ تھا کہ ادھر کوئی پیچ کٹا اور اُدھر ہندو فیں دغنا شروع ہو گئیں۔ روشن چوکی نے مبارک سلامت بجائی اور دیکھنے والوں نے قسمت آزمائی شروع کر دی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک مرتبہ بسنت کے موقعہ پر ایک پہلوان نے جو پتنگیں لوٹ رہا تھا۔ دو ہزار سات سو روپے کے نوٹ لوٹے تھے۔"
بیوی۔ "بس سب اسی طرح لٹا کر بیٹھ رہے اب خود ہماری یہ حالت ہو گئی کہ پیسہ پیسہ کو محتاج بنے بیٹھے ہیں۔ رسی جل گئی مگر بل نہیں گیا اُس کا دادا جان کے پوتے آج پھر وہی منحوس کنکوے لئے چلے آ رہے ہیں۔"
قاضی جی۔ "ارے بھئی بات تو سمجھا کرو۔ وضعداری بھی کوئی چیز ہوتی ہے یا نہیں۔ ایک نخواہ وہ بُری تھی یا بھلی اپنے گھرانے میں چلی آ رہی ہے تو یہ مجھ سے کیسے ممکن ہے کہ میں اس کو چھوڑ دوں محض بیوی صاحب کی خاطر۔ ان ہی باتوں میں انسان زن مرید مشہور ہو جاتا ہے اور میں آج تک اپنی کسی بیوی کا مرید ہرگز نہیں بنا۔ حالانکہ چاہا سب بیویوں نے یہی کہ میں ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے ان کی غلامی کی کوڑی ناک میں پہن کر بیٹھ رہوں مگر بس یہی بات تھی جو مجھ سے نہ

ہو سکی۔ اور اسی غم میں سب بیویاں اللہ کو پیاری ہوئیں۔"
بیوی۔" خیر میری طرف سے تم اطمینان رکھو میں اس غم میں مرنے والی نہیں ہوں۔"
قاضی جی۔" بھئی مریں تمہارے دشمن۔ تمہیں میری قسم اس قسم کی بدشگونی کی باتیں تو زبان سے نکالا ہی نہ کرو۔ میرا کلیجہ دھک سے ہو جاتا ہے۔ اب تمہارے بعد تو کوئی ایسی موزوں لڑکی بھی میری نگاہ میں نہیں ہے۔ جو مجھ پر ترس کھا کر شادی پر تیار ہو جائے۔"
بیوی۔" ہاں اور کیا۔ اگر کوئی تیار ہو جائے تو بیشک میں مر سکتی ہوں۔"
قاضی جی۔" پھر وہی منحوس کلمہ زبان سے نکالا۔ کاش تم کو معلوم ہوتا کہ تمہارے لئے میرے جذبات کیا ہیں۔ بس راج میاں کل رات ہی کا واقعہ ہے کہ بلی نے دودھ کی پتیلی کھڑ بڑائی تو آنکھ کھل گئی۔ ہُو کا عالم۔ سونا سنسار جاگتا پروردگار۔ نہ جانے کیا میرے جی میں آئی کہ میں نے ان کی عمر میں برکت کے لئے دعائیں مانگنا شروع کر دیں کہ پروردگار تو میرا سہاگ بنائے رکھنا۔"
زبیدہ۔" (ہنس کر) آپ کا سہاگ۔ میں نے مرد کا سہاگ آج ہی سنا ہے"
قاضی جی۔" بھئی میرا مطلب یہ ہے کہ میرا گھر آباد رکھنا۔ مدعا یہ کہ ان کے لئے ہر وقت دل سے دعا نکلتی ہے۔ یہ جلاتی ہیں کڑھاتی ہیں۔ اکثر ان کے الفاظ تیر اور نشتر بنکر دل میں پیوست ہو جاتے ہیں مگر میں کیا کروں اپنے دل سے مجبور ہوں۔ رات کو میں دعائیں مانگ رہا تھا اور تصور میں یہ بیٹھی چلغوزے کھا رہی تھیں۔ دعا کے لئے وہ وقت کتنا مناسب تھا۔"
بیوی۔" وہ تو ٹھیک ہے مگر یہ جو تم کنکوئے اور ڈور وغیرہ لائے ہو بھلا اس کے دام کیا ہوں گے۔"

قاضی جی۔ "حیرت کروگی بخدا دام سُنکر۔ سراج میاں آپ کا کیا تخمینہ ہے۔"

سراج۔ "میرا خیال ہے کہ یہ بیس روپے سے کم کا سامان نہیں ہے۔"

قاضی جی۔ "تم بولو زبیدہ۔"

زبیدہ۔ "جی ہاں یہی بیس کا اندازہ میرا بھی ہے۔"

قاضی جی۔ "اب میں عرض کروں۔ جناب والا یہ کل سامان معہ ان چرخیوں کے اُنیس روپے چودہ آنے نو پائی کا ہے اور کنکوے والے نے میری جان کی قسم کھا کر کہا ہے کہ اس کو اس میں نقصان ہو رہا ہے مگر خوشی اس بات کی ہے کہ اعلیٰ درجہ کے پیچ دیکھنے میں آجائیں گے۔ اب جناب آج ایک طرف سے بڑھیں گے کنکوے چھٹن خاں کے۔ یہاں سے۔"

بیوی۔ "پھر وہی چھٹن خاں آگ لگے اسکی صورت کو۔ آوارہ گرد لنگوڑ مارا۔"

قاضی جی۔ "نہیں بھائی آج تو خدا کرے اس کی صورت کو آگ وغیرہ نہ لگے ورنہ لطف ہی کرکرا ہو جائے گا۔ ہوا کا رُخ ہے اسی کے گھر کی طرف اور مانا ہوا استاد ہے وہ اس فن کا مگر آج میں بھی اس کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دونگا۔ بات یہ ہے کہ اُس کے سوا اور کوئی مجھ کو ایسا نہ مل سکا جس سے میں میدان بد سکتا۔"

بیوی۔ "بھلا غضب خدا کا دُنیا کا کیا حال ہو رہا ہے۔ موت اور زندگی کی کشمکش سے دُنیا گذر رہی ہے۔ اور یہاں کنکوے لڑ رہے ہیں۔"

قاضی جی۔ "کبھی تو میری بھی کسی خوشی میں ہنسی خوشی شریک ہو جایا کرو۔ کون میں روز روز پتنگ بازیاں کیا کرتا ہوں یا تو وہ زمانہ تھا کہ دن رات ہم تھے اور یہی شوق۔ یا وہی ہم ہیں کہ آج نہ جانے کتنے دنوں کے بعد کنکیا بڑھانے کی نوبت آئی ہے۔"

سراج۔ "بھائی صاحب آج ہم لوگ یہی رونا بیٹھے ہوئے رو رہے تھے کہ مسلمانوں کی عجیب حالت ہے۔ کہیں یہ بے فکریاں ہیں۔ کہیں یہ حال

کہ ایک کو دوسرا دیکھ ہی نہیں سکتا۔ اب افغانستان کو دیکھ لیجئے۔"

قاضی جی۔ "افغانستان کو دیکھ لوں؟ افغانستان سے کیا مراد ہے آپ کی۔ آپ کا مطلب اسی افغانستان سے ہے نا جہاں کا بچہ سقہ مشہور تھا؟"

سراج۔ "جی ہاں وہی افغانستان ہمارا پڑوسی اسلامی ملک جس کو چاہیئے تھا کہ پاکستان کے وجود میں آنے پر پھولا نہ سماتا۔ جس کے تحفظ کیلئے پاکستان کی صورت میں قدرت کی طرف سے اہتمام ہوا تھا اس کا رویہ سمجھ ہی میں نہیں آتا جن سے کچھ واسطہ نہیں ان کی شہ پر انہوں نے خواہ مخواہ کا بیر خرید رہا ہے۔

قاضی جی۔ "یعنی آپ کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان سے بیر خرید رہا ہے اس تجارت میں اس کو گھاٹا رہے گا۔ بھائی جان۔ فائدہ اس کا اسی میں تھا کہ وہ بجائے بیر خریدنے کے بدستور ہینگ بیچتا رہتا پاکستان سے اگر وہ سرکشی کرے تو خیر پاکستان کا تو کچھ بگڑ نہیں سکتا البتہ اسی کا نقصان ہے۔ وہی مثل کہ ایک بیل کے سینگ پر ایک مکھی بیٹھی غور کر رہی تھی کہ بیچارے بیل کا میرے بوجھ سے کیا حال ہوگا۔ وہی صورت پاکستان کیلئے افغانستان کی ہے۔"

بیوی۔ "اب بھلا تم ہی بتاؤ کیسی اچھی بات کہی ہے تم نے۔ یقین نہیں آتا کہ یہ بات تم کہہ رہے ہو۔ دوسری طرف یہ تنگیں۔"

قاضی جی۔ "اجی چھوڑیئے ان تنگوں کو۔ میں افغانستان کے متعلق نہایت سچی بات کہہ رہا ہوں۔ سراج میاں ایک مرتبہ کا تجربہ ہے کہ میں نے ایک آغا سے کچھ روپیہ قرض لیا تھا۔

بیوی۔ "ہائے میرے اللہ تو کیا تم آغاؤں تک سے سودی قرضے لے چکے ہو۔"

قاضی جی۔ "صاحب ضرورت ہی ایسی پڑ گئی تھی، عید کا موقع تھا اور اتفاق سے جیب میں رمضان شریف تھا۔"

سراج ۔" کیا بات کہی ہے بھائی جان ۔"

قاضی جی ۔" غالباً میں کوئی عمدہ بات کہہ گیا ہوں روانی میں ۔ بہر حال تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ زندگی دشوار کردی ان حضرت نے جب دیکھئے ڈنڈا لئے کھڑے ہیں اور تقاضہ ہے صرف سود کا اصل کا نہیں ۔ بھائی جان روپیہ کے لئے ان حضرت کی جان جاتی تھی اور روپیہ دے کر جس کی کہیئے وہ خود جان لے کر دکھا دیں ۔"

سراج ۔" صاحب ایسی بھی کیا عاقبت نا اندیشی ۔ چلے ہیں تجارت کرنے اور بند کر رہے ہیں دوکان کے دروازے ۔ جغرافیائی حیثیت یہ ہے کہ وہ دُنیا کے کسی ملک سے تجارت نہیں کر سکتا جب تک کہ درۂ خیبر اور درۂ بولان کی شاہراہیں اختیار نہ کرے اور یہ طے ہے کہ پاکستان سے بیر باندھ کر وہ اپنی روزی کے یہ دونوں دروازے بند کر رہا ہے اپنے اُوپر ۔"

بیوی ۔" سوال یہ ہے کہ اپنے کئے کی سزا بھگتنے دیجئے اُسے ۔ پاکستان آخر کیوں رعایت سے کام لئے جائے ۔"

سراج ۔" دیکھئے نا آپا تقریباً دو ڈھائی سال تک حکومت افغانستان کی غیر ذمہ دارانہ روش کو برداشت کیا گیا کہ شاید اس کو ہوش آ جائے ۔ دُنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت پاکستان کے شایانِ شان یہ بات نہ تھی کہ وہ اپنے اس چھوٹے بھائی ۔"

قاضی جی ۔" بھائی تو ٹھیک کہا آپ نے مگر آپ نے سُنا نہیں ہے شاید کہ ہم زیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر پائیں

ہینگ بیچنے والے بھائی کو بیچنے سے کب باز رہ سکتے ہیں ۔"

سراج ۔" جی ہاں آخر پاکستان نے مجبور ہو کر تمام تجارتی رعائتیں ختم کر دیں اور اب افغانستان کا حال ہے کہ افغانی عوام اپنے غیر ذمہ دار لوگوں کی نا سمجھی

کے بدولت بھوک اور افلاس کے شدید عذاب میں مبتلا ہیں۔"

زبیدہ۔ "اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اگر عوام کا طبقہ اسی طرح پریشان رہا تو افغانستان خود اپنی بغاوت کا شکار ہو جائے گا۔"

قاضی جی۔ "خیر تم نہیں سمجھ سکتیں ان باتوں کو اور نہ تم سے اس قسم کی باتوں میں کسی کو سمجھداری کی اُمید ہونا چاہیئے۔ بچّہ سقّہ کے زمانے میں تمہاری عمر ہوگی مشکل سے تین چار سال کی۔ مجھ سے پوچھو میں اُن حضرت کے ہمعصروں میں سے ہوں اور اس وقت سے حالات کا برابر اندازہ کر رہا ہوں۔ تم تو تھوڑی سی لئی پکا دو پتنگوں کے لئے۔"

بیوی۔ "چولھے میں گئی پتنگیں۔"

قاضی جی۔ "بھئی کیا کہنا ہے کیا رعایت رکھی ہے۔ چولھا اور پتنگ۔ بس بچّہ یہ کھائیں کہ عموماً پتنگ چولھے سے نکلتے ہیں۔ آپ اُلٹے بانس بریلی کو بھیج رہی ہیں۔

بیوی۔ "ڈھنگ کی باتیں کرتے کرتے پھر موئے کنکوؤں کا ذکر لے دوڑے کتنی اہم گفتگو ہو رہی تھی۔"

قاضی جی۔ "آپ بھی عجیب چیز ہیں۔ اس گفتگو کو اہم کون کہتا ہے۔ اب ہم ایسے بھی گئے گذرے نہیں کہ افغانستان کو اہمیت دیتے پھریں۔ میرا تو قول یہ ہے کہ بچّوں کی تعلیم و تربیت کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ سبق یاد نہ کریں تو کھانا نہ دو۔ طبیعت خود بخود ہری ہو جائے گی۔ اب دیکھ لیجئے گا کہ پاکستان نے تجارتی رعائتیں جہاں واپس لیں آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔"

سراج۔ "آپ نے بات کاٹ دی ورنہ زبیدہ بہن بالکل ٹھیک کہہ رہی تھیں کہ وہاں کے عوام اب خود بغاوت کے لئے بھرے بیٹھے ہیں۔ فاقوں پر نوبت ہے۔ فوج کے سپاہیوں کا یہ حال ہے کہ وہاں کے فوجی

سپاہی کو پاکستانی سکّے کے حساب سے چھ روپے ماہوار تنخواہ دی جاتی ہے۔"

قاضی جی۔ "جی کیا فرمایا۔ چھ روپے۔ ارے بھئی وہی چھوٹا کہ نصف جس کے تین ہوتے ہیں۔ بھئی غضب کرتے ہو۔ تین مہینہ سے میں گھر کے کام کاج کے لئے لڑکا ڈھونڈھ رہا ہوں کہ دس روپیہ ماہوار اور کھانے تک پر مل جائے تو رکھ لوں اور جس سے کہتا ہوں وہ بیوقوف بناتا ہے کہ دس روپے میں کہیں نوکر ملتا ہے اور آپ فرما رہے ہیں چھ روپے میں سپاہی۔"

سراج۔ "ہاں صاحب چھ روپے ہے تنخواہ سپاہی کی اور چھ روپے بھی نقد نہیں بلکہ اس کا ایک حصّہ جنس کی صورت میں اور دوسرا النقد کی صورت میں دیا جاتا ہے گذشتہ چند ماہ سے ان کو نہ گیہوں کا آٹا ملا ہے نہ جَو کا۔"

قاضی جی۔ "کیا خوب گویا ان سے کہا یہ جاتا ہے کہ روٹی نہ کھاؤ گولی کھاؤ۔ ارے بھئی میں نے کہا سُنتی ہو۔ وہ میری کھانسی کی گولیاں نکال لینا مگر ذرا دیکھ بھال کر ان ہی گولیوں کی شکل کی مسہل کی گولیاں بھی ہیں کہیں ادل بدل ہوگئی تو بجائے گلے کے معدے کی اصلاح ہو کر رہ جائے گی۔"

زبیدہ۔ "واقعی رات بھر آپ کو کھانسی آتی ہے۔"

بیوی۔ "کھانسی نہ آئے گی تو کیا ہوگا چٹورپن سلامت ہے تو اور دیکھو یہ کیا کیا مصیبتیں خریدتے چلے جاتے ہیں۔ کل چربی کے کباب کھائے گئے تھے اور اوپر سے پیا پانی۔"

قاضی جی۔ "کیا مطلب یعنی کباب کھاتا اور پانی نہ پیتا۔ یا آپ کا مطلب یہ ہے کہ پانی بھلا پیشگی پی لیتا اور کباب بعد میں کھاتا۔"

سراج۔ "ان کا مطلب یہ ہے کہ بازار کے کباب ہی کھانے کی کیا ضرورت تھی"

بیوی۔ "منع کرتی رہی مگر سُنتا کون ہے میری۔"

قاضی جی۔ "صاحب دیکھئے۔ انصاف شرط ہے کہ یہ کام گھر والوں کا ہوتا ہے کہ وہ بازار کی طرف توجہ ہی نہ ہونے دیں۔ اگر مجھ کو گھر میں کباب

مل جاتے تو میں بازار کے کباب کیوں کھاتا۔"

بیوی۔ "گھر میں تو خیر تم کو فاقے کرائے جاتے ہیں۔"

قاضی جی۔ "جی اور کیا گویا میں افغانی سپاہی ہوں کہ گھر میں فاقے کرائے جائیں"

زبیدہ۔ "اگر بعد میں آپ غرغرہ کر لیتے تو کھانسی نہ ہوتی۔"

قاضی جی۔ "شفاءُ الملک جناب۔ ہن صاحبہ شکریہ آپ کے اس طبی مشورے کا مگر میں عرض کر رہا ہوں کہ پتنگوں کے لیے لئی پکا دیجئے۔"

بیوی۔ "پھر یاد آگئیں پتنگیں اللہ ماریاں۔"

قاضی جی۔ "خیر اب میری دلشکنی نہ کرو۔ اڑا لینے دو آج۔ آیئے سراج میاں ذرا آپ کو دکھاؤں میں اپنی پتنگ بازی کے کمالات، دوسرے ذرا نظر بھی چونکہ کمزور ہو گئی ہے لہذا آپ بتاتے رہیے گا۔ کہیں اپنی ہی پتنگ خود نہ کاٹ لوں۔ ہیئے تشریف لایئے۔"

بیوی۔ "ہے میں نے کہا کیا باہر نکل کر سڑک پر اس بوڑھاپے کو خوار کرنے کا ارادہ ہے۔"

قاضی جی۔ "پھر بوڑھاپا۔ خداوندا تو ان پتنگوں کے بجائے مجھے کیوں نہیں اڑاتا۔ اس شوہر کو زندگی کا کیا حق ہے جس کی بیوی اس کو بڑے میاں کہنے لگے مگر اللہ سلامت رکھے بے حیائی کو زندہ ہیں۔ آہاہاہا۔ وہ کاٹا۔ دیکھا آپ نے سراج میاں کسی نے کیا خوبصورت پیچ کاٹا ہے اس وقت۔ بھئی چلئے کوٹھے پر چلیں۔"

سراج۔ "تشریف لے چلئے میں حاضر ہوا ابھی۔"

قاضی جی۔ "یہ غلط ہے مجھے چھوڑ کر کون دے گا۔ یہ چرخیاں لیجئے اور تشریف لایئے بھئی تم کچھ گلوریاں بنا کر کوٹھے پر لے آؤ تو۔ شاباش۔"

(قاضی جی تشریف لاتے ہیں)

قاضی جی :- "منہ اٹھایا اور چلے آئے۔ اپنی ہی طرح کا نکما اور بیکار آدمی ہر ایک کو سمجھ رکھا ہے۔"

بیوی :- "کون تھا آخر۔"

قاضی جی :- "اجی کوئی بھی ہو مگر یہ بھی کوئی تک ہے کہ آدھا خضاب لگایا آدھا بے لگا۔ ہاتھ میں برش لئے جوجو کی طرح کا منہ بنائے چلے جا رہے ہیں۔ باہر اور اب وہ حضرت ہیں کہ کسی طرح اپنی بات ختم ہی نہیں کرتے میرا دھیان خضاب میں ہے۔ اور وہ فرما رہے ہیں۔ نہ جانے کیا کیا۔ کبھی جالندھر کہہ دیتے ہیں کبھی ہندوستان فرما دیتے ہیں۔"

سراج :- "مگر وہ تھے کون صاحب اور کس مقصد سے تشریف لائے تھے۔"

قاضی جی :- "مقصد تھا میرا خضاب غارت کرنا۔ تشریف لائے تھے اس لئے کہ میں ادھورا خضاب لگا کر ابلق ہو جاؤں۔ دھوپ چھاؤں بن جاؤں

چہرے پر گردشِ لیل و نہار کی کیفیت پیدا ہو جائے۔"

بیوی۔" توبہ ہے تمام دنیا کی باتیں کریں گے یہ نہ بتائیں گے کہ وہ کون صاحب تھے۔"

قاضی جی۔" میں کیا خاک بتاؤں جب مجھ کو خود بھی نہیں معلوم کہ وہ کون تھے کہہ رہے تھے کہ میں آپ کا ہم وطن ہوں بلکہ ہم محلہ ہوں پیپل والی کوٹھی کے شاگرد پیشہ میں رہتا تھا۔

زبیدہ۔" بھائی جان کہیں وہ بیچارہ عبداللہ تو نہیں تھا تانگے والا۔"

قاضی جی۔" ہاں یہی تو نام بتایا تھا مگر میں تو پہچانا نہیں ان حضرت کو۔ کچھ عجیب گھبرائے ہوئے سے بزرگ تھے۔ موجود ہیں لاہور میں اور گفتگو کر رہے ہیں جالندھر کی یہ تو حال تھا ان کے دماغ کا۔"

بیوی۔" ان کے دماغ کا یہ حال نہ تھا بلکہ یہ تمہارے دماغ کی خوبی ہے کہ اس بیچارے کی بات ہی نہیں سمجھے اور اس کو پہچانے تک نہیں۔ کیا تم نے غفور کے لڑکے عبداللہ کو کبھی نہیں دیکھا۔"

قاضی جی۔" اچھا۔ یہ وہ صاحبزادے تھے تو بھلا میں بغیر عینک کے ان حضرت کو کیونکر پہچان سکتا تھا۔ لاحول ولا قوۃ۔ وہ بھی کہتا ہو گا کہ عجیب خبط الحواس ہیں یہ حضرت کہ پہچان ہی نہیں رہے ہیں مگر غلطی اس کی بھی تو تھی۔ کہ بجائے باپ کا نام بتانے کے وہ اپنا پتہ سمجھا رہا تھا کہ میں پیپل والی کوٹھی کے شاگرد پیشہ میں کنوئیں کے سامنے والی کوٹھڑی میں رہتا تھا۔

زبیدہ۔" اور اس کے باوجود آپ نہ پہچانے اس کو۔"

بیوی۔" وہ بیچارہ تو کل بھی آیا تھا۔ اس نے کہیں سُنا ہے کہ اس کی بیوی اور بہن دونوں جالندھر کیمپ میں موجود ہیں۔"

قاضی جی۔" اوہو۔ جب ہی وہ بار بار جالندھر۔ جالندھر کہہ رہا تھا اور میں مسلسل

سوچ رہا تھا کہ جتنا خضاب میں لگا چکا ہوں وہ تو اپنا رنگ جما رہا ہوگا۔ اور جو باقی اب لگاؤنگا۔ اس کا رنگ ہلکا رہ جائے گا تو اس دو رنگی کو میں کیا کرونگا۔ تو گویا یہ غفور کا لڑکا عبداللہ تھا بھئی اس نے تو اچھے خاصے ہاتھ پیر نکال لیئے ہیں ورنہ وہ تو نہایت مرجھلا کچھ بھنکتا ہوا سا عجیب نا معقول وضع قطع کا لڑکا تھا میں تو سمجھتا تھا کہ یہ لڑکا کسی کام کا ہو ہی نہیں سکتا یا تو کان کا میل نکالا کریگا یا ایک آدھ تیل کی شیشی لئے "چمپی کریں مالش کریں" کی آوازیں بلند کرتا پھرے گا۔"

بیوی۔ "جی اور کیا۔ اب دیکھ لیجیئے کہ اس کے پاس تین چار اپنے تانگے ہیں اور خود دوسروں کو نوکر رکھ کر تانگے چلواتا ہے۔"

قاضی جی۔ "میں آپ سے عرض کروں سراج میاں کہ یہ تانگے گھوڑے کا کاروبار ہے نہایت منافع کا بشرطیکہ گھوڑے ایسے مل جائیں جن کی عمر وفا کرتی ہو میں نے خود اس کام کا کئی مرتبہ ارادہ کیا ہے۔"

بیوی۔ "پھر تم نے یہ بات یاد دلائی۔ میرے تن بدن میں آگ ہی تو لگ جاتی ہے۔ جب تم یہ ذکر چھیڑتے ہو سراج میاں ان کو لاکھ لاکھ میں نے منع کیا کہ تمہارے بس کا روگ نہیں ہے مگر سُنتا کون ہے۔ خدا جانے کہاں سے دو تین سسکتے ہوئے گھوڑے بٹور لائے۔"

قاضی جی۔ "کیا خوب۔ اب گویا مجھ کو یہ بھی چاہیئے تھا کہ ان گھوڑوں کو خریدنے سے پہلے اُن سے پوچھ لیتا کہ تمہاری زندگی کا بیمہ ہو چکا ہے جس سے یہ پتہ چل سکے کہ یہ گھوڑا کب مرنے والا ہے۔"

زبیدہ۔ "میں نے تو بھائی جان دیکھتے ہی بتا دیا تھا کہ ان گھوڑوں کا بس چل چلاؤ ہے۔"

قاضی جی۔ "جی اور کیا۔ آپ گویا سلوتری ہی تو ہیں اب میں ایسا گیا گذرا

بھی نہیں کہ جناب کی گھوڑا شناسی پر ایمان لاکر یقین کر لیتا کہ ہماری ہمشیرہ عزیزہ جن کو یہ بھی پتہ نہیں کہ گھوڑا دم کی طرف سے شروع ہوتا ہے یا مُنہ کی طرف سے وہ بالکل سچ فرما رہی ہیں۔"

بیوی ۔" دم توڑتے ہوئے گھوڑوں کی لاشیں گھسیٹ لائے اور اب باتیں بنا رہے ہیں۔"

قاضی جی ۔" تم خود ہی انصاف کرو۔ کہ جن داموں وہ گھوڑے مل گئے تھے اُن داموں تو گدھے بھی نہیں مل سکتے۔ یہی سوچا تھا کہ اگر یہ کمبخت صحت یاب ہو گئے۔ اور ان کی عمر میں خُدا نے برکت دے دی تو دوبارہ سمجھو جناب والا جس قیمت میں وہ گھوڑے مل گئے تھے اس قیمت میں اگر آپ گھوڑوں کی تصویریں لادیں کسی کباڑیے کی دوکان سے تو میں خطِ غلامی لکھ دوں۔"

بیوی ۔" ہاں ہاں تو بیچنے والے نے یہی سوچا ہوگا کہ ان لاشوں کی خود اٹھوائی دینا پڑے گی۔ بجائے اس کے ایک ایسا لاش ڈھونے والا مل گیا ہے جو اُلٹے سو دو سو روپے دے رہا ہے۔ نتیجہ یہی ہوا کہ ان کے دوا علاج پر روپیہ صرف ہوا پھر اُن کی ڈھلوائی دینا پڑی۔"

زبیدہ ۔" ذرا سراج بھائی کو تو دیکھیے نہ جانے کس فکر میں گم ہیں۔"

قاضی جی ۔" یہ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ یہ حضرت مد کھیوں کی طرح بیٹھے بیٹھے معلوم نہیں کس پینک میں گم ہو جایا کرتے ہیں۔"

سراج ۔" بھائی جان میں اسی عبداللہ بیچارے کے متعلق غور کر رہا تھا جو آپ کے پاس نہ جانے کیا کیا اُمیدیں لے کر آیا ہوگا۔ اور آپ نے اس کی بات بھی نہ سُنی۔"

قاضی جی ۔" اے بھائی بات کیا خاک سُنتا جب کہ مجھ کو ہی معلوم نہ تھا کہ میں یہاں بیٹھ کر جالندھر کے معاملات میں کیا دخل دے سکتا ہوں وہی مثل کہ

کہ۔ ارے بھئی وہ ہے نا کوئی مثل کہ کشتی کہاں اور ملاح کہاں۔"

سراج ۔" آپ کو چاہیئے تھا کہ آپ مجھ ہی کو بلا لیتے میں تو آج کل اسی قسم کا کام کر رہا ہوں نا۔"

قاضی جی ۔" کس قسم کا کام؟ بھلا مجھے کیا معلوم کہ جناب کس کس قسم کے کام کرتے رہتے ہیں۔ آپ لوگوں کی مصروفیات کی خبر تو وہ رکھے جس کو دنیا میں اور کوئی کام ہی نہ ہو۔ نام تو ہے میرا قاضی جی مگر میں دیکھتا ہوں کہ شہر کے اندیشے میں دبلے آپ لوگ ہوا کرتے ہیں۔"

بیوی ۔" اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھو کہ اگر تمہاری کوئی عزیزہ یا بچہ بچھڑ جاتا تو تمہارا کیا حال ہوتا۔"

قاضی جی ۔" ہزار مرتبہ منع کیا کہ میرے سامنے بچے کا ذکر نہ کیا کرو۔ جب کبھی تم اس قسم کا ذکر کرتی ہو میری جتنی سانسیں ہیں سب ٹھنڈی ہو کر رہ جاتی ہیں ایک عجیب حسرت سے میں در و دیوار کو دیکھتا رہ جاتا ہوں۔ خود تم کو اولاد کا شوق نہیں مگر مجھ کو تو ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ۔ کہ بس اب کچھ نہ کہلواؤ مجھ سے میں اپنے اس ارمان کا اب ذکر کرنا بھی نہیں چاہتا۔"

بیوی ۔" لو انہوں نے ایک دوسرا ہی قصہ شروع کر دیا۔"

قاضی جی ۔" دوسرا قصہ ہے اس کا نام۔ ذرا میرے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھو جس کی ہر دھڑکن زبان حال سے یہی کہہ رہی ہے کہ بچہ۔ بچہ اور میں ہوں کہ اگر کسی بچے کی آواز بھی سن لوں ہوا یا کہہ کر کسی خوش نصیب کو پکار رہا ہو تو شبہ یہی ہوتا ہے کہ شاید میری تمنا مجھ کو آواز دے رہی ہے۔"

سراج ۔" آپ نے بحث کا رخ ہی بدل دیا۔ میں اس وقت نہایت درد و کرب کے ساتھ اس کیفیت کو محسوس کر رہا ہوں کہ ــــ "

قاضی جی ۔" میاں تم اپنے کو کسی دن ہلاک کر کے رہو گے ۔ یہ آئے دن کا درد گردہ ٹھیک نہیں ہے ہزار مرتبہ کہا کہ کسی کا جم کر علاج کر ڈالو مگر ہوتا یہی ہے کہ جب درد اٹھا گرم پانی کی بوتل لے کر پڑ گئے بھلا کب تک اس طرح چل سکو گے ۔ امجد خالو اسی بے پروائی کا شکار ہوئے ۔ پالتے رہے مرض کو ۔ گردے کا درد اور ۔ اور ارے بیگم میں نے کہا سنتی ہو آج تم پوچھ رہی تھیں کہ کیا پکایا جائے ۔ میں کہتا ہوں گردے کیوں نہ بھونے جائیں ۔"

زبیدہ ۔" (ہنس کر) کمال کرتے ہیں بھائی جان آپ بھی ۔"

قاضی جی ۔" نہیں آئی سمجھ میں ۔ بخدا سمجھ میں نہیں آئی یہ ہنسی ۔ گردے کھانے میں تمسخر کا جو پہلو بہن صاحبہ نے نکالا ہے وہ میری عقل کی رسائی سے بہت اونچا ہے کہ معلوم تو ہو کہ ہنس میں اس کمی تھی ۔ یہی کا کونسا موقع تھا ۔۔۔"

بیوی ۔" موقع یہ تھا کہ سراج بھائی نے کہا کہ میں اس وقت نہایت درد اور کرب کے ساتھ موجودہ کیفیت کو محسوس کر رہا ہوں ۔ اس درد کو آپ نے امجد خالو کے درد گردہ سے جا ملایا اور گردوں پر یاد آ گئے بھنے ہوئے گردے ۔"

قاضی جی ۔" اے صاحب تو بات ہی سے بات پیدا ہوتی ہے اب درد و کرب پر مجھ کو دیا سلائی کی ڈبیہ تو یاد آتی نہیں ۔ یا گردوں پر میں سری پائے تو یاد کر نہیں سکتا تھا یوں اگر بولنا ہی میری غلطی ہے تو لیجئے میں چپ ہوا جاتا ہوں ۔"

سراج ۔" بھائی جان بات یہ ہے کہ ہم لوگوں پر چونکہ یہ وقت پڑا نہیں ہے اس لئے ہم اس بات پر غور بھی نہیں کرتے کہ جو بے زبان عورتیں اور معصوم بچے اپنے سرپرستوں سے بچھڑ کر اس طرف رہ گئے ہیں ان کا

وہاں کیا عالم ہو سکتا ہے اور ان سے بچھڑنے والوں کا ان کے بغیر کیا
عالم ہے۔"

قاضی جی۔" ہاں صاحب اکثر ان باتوں پر میں نے بھی غور کیا ہے۔ آپ تو
عورتوں اور بچوں کا ذکر کر رہے ہیں میں آپ سے عرض کروں کہ موتی
نہایت معمولی سا جانور، ارے بھئی بلی کی بھی کوئی حقیقت ہے۔
مگر چونکہ اس کو پالا تھا۔ لہذا جب یاد آجاتی ہے دل مسل کر رہ جاتا
ہے کہ نہ جانے اس کو اب کون دودھ دیتا ہوگا کون اس سردی میں
لحاف میں سلایا کرتا ہوگا اس کو۔"

بیوی۔" اونہہ۔ تم سے تو وہ بات کرے جس کو بات کھٹائی میں ڈلوانا ہو۔
میں پوچھتی ہوں سراج بھائی کہ ہم واقعی اس وقت تک چین سے بیٹھنے
میں کیوں کر حق بجانب ہیں جب تک ایک بیکس عورت یا ایک بے
زبان بچہ بھی اس طرف مصائب کا شکار ہے۔"

سراج۔" اب دیکھئے نا کہ اس کام میں در اصل سب ہی کو ہاتھ بٹانے کی ضرورت
ہے بات یہ ہے کہ جن کے بال بچے بچھڑے ہیں وہ سب ہی تو پڑھے
لکھے اور اتنے سمجھدار نہیں ہیں کہ ان کو وہ صحیح طریقے معلوم ہوں جن سے
ان عورتوں اور بچوں کے ملنے میں آسانی ہو سکے۔"

قاضی جی۔" بھئی سچ پوچھو تو باوجود پڑھا لکھا اور سمجھدار ہونے کے یہ بات
خود مجھ کو نہیں معلوم ورنہ میں غفور کے لڑکے کی ضرور رہنمائی کرتا جس
نے میرا آج کا خضاب غارت کر کے رکھ دیا۔"

سراج۔" دیکھئے نا حکومت اس سلسلہ میں اپنی تدابیر سے نہ کبھی غافل تھی،
نہ آج ہے آپ نے دیکھا ہوگا کہ حال ہی میں ہمارے صوبہ کے آنریبل
مشیر فنانس شیخ صادق حسن صاحب نے عوام سے نہایت دردمندانہ اپیل
کی ہے۔"

زبیدہ۔ "جی ہاں جس میں انہوں نے فرمایا کہ ہزاروں کی تعداد میں ہماری بیکس بہنیں اور بے بس بیٹیاں اُس طرف نہایت مصیبت اور پریشانی کی زندگی بسر کر رہی ہیں اور ہر سچے پاکستانی کا فرض ہے کہ وہ ان مصیبت زدہ عورتوں اور بے یار و مددگار بچوں کا درد اپنے دل میں محسوس کرے اور ان کی بازیابی کے لئے حکومت کا ہاتھ بٹانے کے لئے رضاکارانہ طور پر سامنے آئے۔"

قاضی جی۔ "پھر آپ لوگ کہیں گے کہ میں بول رہا ہوں۔ مگر وہی مثل کہ گویم مشکل وگرنہ گویم اور بھی مشکل۔ بہن صاحبہ اس قدر عالمانہ زبان بول گئی ہیں کہ میرے پلے تو کچھ پڑا نہیں۔ بازیابی، رضاکارانہ۔ خدا کے لئے مجھ کو بھی تو کچھ سمجھنے دیجئے آپ لوگ۔"

بیوی۔ "تو کیا تم بازیابی اور رضاکارانہ قسم کے الفاظ بھی نہیں سمجھ سکتے۔ مطلب یہ ہے کہ ان عورتوں اور بچوں کو پھر سے حاصل کرنے کے لئے حکومت کا ہاتھ بٹایا جائے۔"

قاضی جی۔ "ہوں۔ ہوں۔ اب ہوگئی نا بات صاف۔ مگر بھئی ہمارے امکان میں کیا ہے کہ ہم ہاتھ بٹائیں۔ سوال تو یہ ہے کہ ہم ان کو لینے جائیں تو ہم کو لینے کون جائے گا بعد میں۔"

سراج۔ "آپ سے کوئی یہ نہیں کہہ رہا ہے کہ آپ لینے جائیں۔ ان اغوا شدہ عورتوں اور بچوں کو پھر سے حاصل کرنے کے لئے وزارت مہاجرین و آبادکاری کی طرف سے معلومات حاصل کرنے کا یہ انتظام کیا گیا ہے کہ تحصیلوں، تھانوں اور محکمہ آبادکاری سے مہاجرین ہند اور مہاجرین کشمیر کو مطبوعہ فارم مفت دیئے جاتے ہیں۔"

زبیدہ۔ "جن میں یہ اطلاع طلب کی جاتی ہے کہ مغویہ کا نام کیا تھا۔ ہندوانہ نام اب کیا رکھا گیا ہے اگر معلوم ہو تو یہ بھی لکھا جائے۔ عمر، حلیہ، باپ

اور خاوند کا نام - اغوا سے پہلے اس کا پتہ کیا تھا اور وہ پتہ بھی جس
سے برآمدگی میں آسانی ہو۔ اگر معلوم ہو تو اغوا کرنے والے کا نام اغوا شدہ
کے ان عزیزوں کا نام اور پتہ جو اب پاکستان میں ہیں۔"

قاضی جی۔" ذرا سنیئے تو سہی۔ خدا کے لئے ذرا تالو سے زبان لگا کر میری
بات بھی سن لو۔ فرض کر لیجئے کہ یہ فارم میں لے آؤں تو اس میں کس کا
نام میں بھروں۔"

سراج :" اب مثلاً آپ کے غفور کا لڑکا عبداللہ آیا تھا اگر آپ اس کو یہ فارم
دلوا کر اس فارم کی خانہ پری کرا دیتے تو اس کی بیوی اور بہن کے ملنے
میں کس قدر آسانی ہوتی۔"

قاضی جی۔" اب خدا جانے وہ برخوردار رہتے کہاں ہیں پہلے تو ایک فارم لاؤں
میں ان کی بازیابی کے لئے اس کے بعد ان سے تفصیلات پوچھ کر ان کی
بیوی اور بہن کے لئے فارم بھروں۔ ارے بھئی اس قسم کے تو اکثر لوگ
ملا کرتے ہیں۔ جن کا کوئی نہ کوئی اس طرف بچھڑ گیا ہے۔ اگر ان فارموں
کا مجھ کو علم ہوتا تو میں بتا نہ دیتا سب کو۔ اچھا فرض کریجیئے کہ میں یہ فارم
لاؤں تو کہاں سے لاؤں۔"

سراج :" عرض تو کی کہ یہ فارم تھانوں تحصیلوں یا محکمہ آبادکاری سے مل سکتے
ہیں سکریٹریٹ کے پاس پبلک بلڈنگ میں بازیابی مستورات کا دفتر
ہے وہاں سے یہ فارم مل بھی سکتے ہیں۔ اور بھرنے کے بعد وہیں داخل
بھی کیئے جا سکتے ہیں۔ اگر چھپے ہوئے فارم نہ بھی ہوں تو اسی قسم کے
فارم سادہ کاغذ پر بنا کر بھرے جا سکتے ہیں۔ ایک عورت اور ایک بچہ
کے لیئے ایک ہی فارم پر دونوں کے نام بھرے جا سکتے ہیں۔"

قاضی جی۔" یہ پتہ چلنا تو ذرا مشکل ہے کہ اس وقت جبکہ فارم بھرا جا رہا ہے
بچہ عورت کی گود میں ہے یا قریب ہی کہیں لیٹا ہے یا کھیل رہا ہے"

بیوی۔ "توبہ ہے تم سے بھی۔ مطلب یہ کہ اگر وہ گود کا بچہ ہے تو۔"
قاضی جی۔ "اچھا اچھا سمجھ گیا میں، اب میں بالکل سمجھ گیا۔ بھئی کچھ پتہ ہے
کہ وہ غفور کا لڑکا کہاں رہتا ہے۔"
زبیدہ۔ "کل تو بتا رہا تھا کہ شاید اسٹیشن کے اڈے پر اکثر ملا کرتا ہے۔"
قاضی جی۔ "بس تو میں اس کو ابھی لاتا ہوں ارے بھئی یہ تو ثواب کا کام ہے
بچھڑوں کو ملانا کوئی معمولی بات نہیں۔ میں ابھی لایا۔ اس کو
ڈھونڈ کر۔"
بیوی۔ "اور میں نے کہا۔ یہ ادھورا خضاب لگا کر جو جاؤ گے تو کتے نہ بھونکیں گے
راستے میں۔"
قاضی جی۔ "لاحول ولاقوۃ۔ اب دھونے کا بھی تو وقت نہیں۔ ذرا میرا گلوبند
اٹھا دو اسے لپیٹے لیتا ہوں میں کارِ خیر میں دیر کرنے کا قائل نہیں۔
میں نے کہا سراج میاں آپ ذرا لپک کر وہ فارم لا دیجئے مجھ کو جب
تک میں ڈھونڈتا ہوں اس لڑکے کو۔"
سراج۔ "آپ لائیے اس کو فارم میرے پاس موجود ہے۔"
قاضی جی۔ "بس میں ابھی لایا۔ خدا کرے وہ لڑکا مجھ کو پہچان لے میں تو
شاید ہی اس کو پہچان سکوں۔"
بیوی۔ "ٹھہر جاؤ میں چلتی ہوں تمہارے ساتھ۔"
قاضی جی۔ "لاحول ولاقوۃ۔ میں اس حلیہ میں تم کو ساتھ لے جا کر تالیاں
بجوانا نہیں چاہتا اپنے اوپر۔ میں بس ابھی آیا۔"

(قاضی جی چیختے ہوئے تشریف لاتے ہیں)

قاضی جی۔ "ارے بھئی سراج میاں! زبیدہ! کوئی ہے۔"

زبیدہ۔ "بھائی جان آ گئے۔ آ گئیں بھابی جان؟"

قاضی جی۔ "جی ہاں اتفاق سے آ ہی گئی ہیں۔ اور حیرت ہے مجھ کو کہ کیوں کر آ گئی ہیں۔ ارے بھئی سراج میاں ذرا آپ باہر جا کر سامان اتروا لیں۔ کل نو عدد ہیں مع آپ کی آپا کے۔"

بیوی۔ "(آتے ہوئے) السلام علیکم۔"

زبیدہ۔ "مجھے تو امید تھی نہیں کہ آج آپ واقعی آ جائیں گی۔"

قاضی جی۔ "لیجئے وہ سامان چھوڑ چھاڑ اندر بھی تشریف لے آئیں تاکہ تلنگے والا سب کچھ لے کر نو دو گیارہ ہو جائے۔"

بیوی۔ "سراج میاں سامان اتروا رہے ہیں اب میں کب تک باہر کھڑی رہتی۔"

سراج ۔ " (آتے ہوئے) بھائی جان آپ نے نو عدد بتائے تھے وہاں تو سات ہیں۔"

قاضی جی ۔ سات ۔ سات کیونکر ہو سکتے ہیں۔ ایک عدد تو خیر یہ تھیں جو گھر میں آگئی ہیں پھر بھی آٹھ ہونا چاہئیں تھے۔"

بیوی ۔ " ہینڈ بیگ میں لے آئی ہوں نا۔"

قاضی جی " چہ خوش ۔ یہ آپ کیوں لے آئی ہوں۔ تاکہ وہاں حساب گڑ بڑ ہو۔ چھوڑیئے اسے ۔ لو بھئی سراج میاں اس کو لے جا کر پھر سے گنو گے تو آٹھ عدد پورے نکلیں گے۔ اماں خالی ہاتھ کیوں جا رہے ہو اس کو لیتے جاؤ نا ورنہ پھر سات ہی عدد رہ جائیں گے۔"

بیوی ۔ " توبہ ہے۔ اب اس کو لے جانے کی کیا ضرورت ہے ۔ معلوم ہو گیا۔ کہ سات عدد وہ ہیں ایک یہ ہے۔"

زبیدہ ۔ " سب اچھے تو ہیں وہاں ۔ نجمہ ۔ جمو ۔ مشتری ۔ تاچھی ۔ زرینہ ظفر بھائی ۔"

قاضی جی " ارے صاحب ٹھہریئے تو سہی یہ خیریت کی فہرست بعد میں گنوایئے گا پہلے سامان کی جانچ کر لیجیئے کہ سب چیزیں ٹھیک بھی ہیں یا نہیں تانگے والا یہ بھی تو کر سکتا ہے کہ زیوروں کا بکس خود لے جائے اور گنتی پوری کرنے کو گھوڑے کے دانے کا بکس آپ کو سونپ جائے۔"

سراج ۔ " جی نہیں میں نے سب چیزیں دیکھ بھال کر اتاری ہیں ۔ اس سامان میں گھوڑے کے دانے کا بکس نہیں ہے۔"

بیوی ۔ " ہاں ہاں میں نے دیکھ لیا ہے سب چیزیں ٹھیک ہیں ۔ زبیدہ بہن تم کو خالہ سکینہ نے بہت بہت دعا کہی ہے اور کہا ہے کہ تمہارا خط پہنچ گیا ہے آج ہی کل میں جواب دیں گی ۔"

قاضی جی ۔ " ارے صاحب لاحول ولا قوۃ ۔ یہ پیام سلام تو ہوتے ہی رہیں گے

مجھ کو تو یہ پوچھنا ہے کہ میری چیزیں بھی لائیں اچار وغیرہ۔"

بیوی۔" ہاں ہاں سب لے آئی ہوں مگر اللہ نہ کرے تم جاؤ کسی کو اسٹیشن پر لینے۔ معلوم یہ ہوتا تھا کہ میں ان کو لینے آئی ہوں۔ ہر طرف ڈھونڈتی پھرتی ہوں کہ آئے تو ضرور ہونگے مگر ہیں کہاں۔ دیکھتی کیا ہوں کہ ایک کونے میں دیوار کی طرف منہ کئے کھڑے ہیں۔"

قاضی جی۔" جی اور کیا میں پاگل جو ٹھہرا کہ دیوار کی طرف کونے میں منہ ڈالے کھڑا تھا۔ میں اصل میں دیوار پر لکھی ہوئی ایک عبارت پڑھ رہا تھا۔ سراج میاں وہاں لکھا ہوا کہ مت تھوکو کیوں کہ اس سے بیماری پھیلتی ہے اور ایک بزرگ وہیں پر کھڑے ہوئے تھوکنے کی مشق فرما رہے تھے۔"

بیوی۔" خیر کچھ بھی ہو میں تو ناپئی پھری تم کو۔ آدمی جاتا ہے کسی کو لینے تو ٹرین میں اس کو ڈھونڈھتا ہے یا اس طرح لورڈ پڑھتا پھرتا ہے۔"

قاضی جی۔" بھئی تمہاری طرف سے تو مجھ کو اطمینان ہو چکا تھا کہ تم نہیں آئی ہو۔ سیکنڈ کلاس دیکھا۔ پھر خیال آیا کہ شاید انٹر میں ہو اس کے ڈبے میں جھانکے۔ اب مجھے یہ کیا معلوم تھا کہ جناب گاجر مولی کی طرح تھرڈ کلاس میں ٹھنس کر آئی ہوں گی۔ مجھ کو اگر یہ معلوم ہوتا کہ جناب تھرڈ کلاس میں تشریف لائیں گی۔ تو میں اپنی ذلت کرانے جاتا ہی نہیں اسٹیشن۔"

زبیدہ"۔ تو کیا بھابی جان آپ تھرڈ میں آئی ہیں۔"

بیوی۔" ہاں میں نے یہی سوچا کہ بس بجائے انٹر کے تھرڈ میں سفر کروں۔ تھوڑی بہت تکلیف تو ضرور ہوگی مگر جو دام بچیں گے وہ میں قائد اعظم میموریل فنڈ میں دے دونگی۔"

قاضی جی۔" الامان والحفیظ۔ تیسرے درجے کا جو منظر میں نے دیکھا ہے

اب میں آپ سے کیا عرض کروں سراج میاں معلوم یہ ہوتا تھا۔ کہ ان میں آدمی نہیں بلکہ واقعی ترکاری یا اناج کی بوریاں تلے اوپر بھری ہوئی ہیں نیچے مسافر اُس پر اس کا سامان ۔ سامان پر بیوی بچے اور بیوی بچوں پر پھر کسی اور مسافر کا سامان ۔ میں آپ سے صحیح عرض کرتا ہوں کہ تیسرے درجے میں تو یہ سمجھنا بھی مشکل ہے کہ کونسا ہاتھ کس جسم کا ہے اور کسی کی ٹانگیں کون اپنی سمجھ رہا ہے ۔"

سراج ۔ واقعی بھیڑ تو ایسی ہی ہوتی ہے اور دل ہی جانتا ہے اُن مسافروں کا جو تیسرے درجہ میں سفر کرتے ہیں ۔"

زبیدہ ۔" مگر بھابی جان نے تو جان بوجھ کر ایک نہایت مبارک مقصد کیلئے یہ تکلیف اٹھائی ہے ۔"

قاضی جی ۔" پھر وہی ۔ میں کہتا ہوں پھر وہی ۔ ارے بھئی یہ چار ساڑھے چار روپے جو انہوں نے بچائے ہیں ۔ کیا اتنی رقم یہ یوں ہی بغیر تکلیف اٹھائے نہ دے سکتی تھیں ۔ ابھی تو خدانخواستہ ایسی گئی گذری حالت بھی نہیں ہے کہ اتنی رقم کے لئے اپنی یہ گت بنوائی جائے ۔"

بیوی ۔" تم کو کیا معلوم کہ مجھ کو اس تکلیف میں کتنی راحت ہوتی تھی اس وقت جب میں یہ سوچتی تھی کہ میں نے اتنی سی تکلیف اٹھا کر اس فنڈ میں اضافہ کیا ہے یہ خوشی یوں ہی روپیہ دے کر ہرگز نہیں ہو سکتی ۔"

قاضی جی ۔" میں آپ سے عرض کروں سراج میاں کہ مجھ کو زندگی بھر میں صرف ایک مرتبہ تیسرے درجہ میں سفر کا اتفاق ہوا ہے ۔ اور وہ بھی اس لئے کہ میں آیا تو تھا اسٹیشن پر سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ لینے مگر کسی نامراد نے میری جیب اس صفائی سے کاٹی کہ اگر شیروانی میں دوسری جیب نہ ہوتی تو شاید میں تیسرے درجہ میں بھی سفر نہ کر سکتا بہرحال اب

جناب تیسرے درجے کا یہ عالم کہ تلے اوپر لوگ بھرے ہوئے ہیں۔ میرے پیر میں سخت کھجلی ہو رہی ہے۔ اور میں رہ رہ کر کھجا رہا ہوں۔ مگر چین نہیں آتا۔ بڑی دیر کے بعد ایک مسافر کے بگڑنے پر پتہ چلا کہ جس کو میں کھجا رہا تھا۔ وہ میرا نہیں بلکہ اس کا پیر تھا۔ اور میرے پیر پر تو کوئی صاحب اپنا طوطے کا پنجرہ لئے اس کو سیٹی پڑھا رہے تھے۔"

سراج۔" ہاں صاحب آدمی بُری طرح پھنس کر رہ جاتا ہے۔ اب تو خیر پھر بھی یہ بھیڑ کم ہوگئی ہے ورنہ تیسرے درجے کے مسافر تو پائدانوں اور چھتوں تک پر نظر آتے تھے اور کھڑکیوں سے لٹک لٹک کر سفر کرتے تھے۔"

قاضی جی۔" میں پوچھتا ہوں کہ آپ کے پاکستان میں یوں تو بڑا شور ہے۔ اصلاح اور تعمیر کا۔ ترقی اور بیداری کا۔ مگر ریلوں کے یہ تھرڈ کلاس جوں کے توں ہیں۔ ان کی اصلاح آخر کیوں نہیں ہوتی۔"

زبیدہ۔" لیجیئے اصلاح ہوتے ہی ہوتے تو ہوگی آپ کو معلوم بھی ہے کہ ۱۹۴۷ء میں جو عالم تھا۔"

قاضی جی۔" اے بھائی سُنا کہ نہیں۔ میں تم سے نہیں پوچھ رہا ہوں۔ اب تم ریلوے کی بھی ماہر بن کر قابلیت چھانٹو گی۔ آئیں وہاں سے بڑی اسٹیشن ماسٹر بن کر۔ آپ جواب دیجیئے سراج صاحب میری بات کا۔"

سراج۔" زبیدہ بہن بالکل صحیح بات کہہ رہی تھیں کہ اس وقت کی حالت کا ذرا ۱۹۴۷ء سے مقابلہ کیجیئے۔ جبکہ اس محکمہ میں گویا کوئی قانون ہی باقی نہ رہا تھا۔ ٹکٹ لینا تو درکنار۔ مسافروں کی ریل پیل نے ٹرینوں کی یہ حالت بنا دی تھی۔ کہ خدا کا فضل ہی سمجھنا چاہیئے کہ ٹرینیں چلتی رہیں سیکنڈ اور فرسٹ کلاسوں کے گدوں، شیشوں اور دوسرے سامان کا یہ

عالم تھا کہ سمجھ ہی میں نہ آتا تھا۔ کہ اس کی اصلاح کیوں کر ہو سکے گی:"
بیوی ۔" درجوں کا فرق تو بالکل اٹھ ہی گیا تھا اور اس وقت کسی وجہ
میں سفر کرنا آسان نہ رہا تھا۔"
قاضی جی ۔" میری رائے میں اگر آپ اپنی معلومات کا اظہار فرمائیں تو اچھا
ہو گا۔ ان سب کو کہنے دیجئے تاکہ میرا دماغ ڈانواں ڈول نہ ہو ہاں
صاحب آپ کیا فرما رہے تھے۔
سراج ۔" بہرحال ان حالات میں اس حد تک اصلاح ہوگئی کہ ہمارے
وزیر مواصلات آنریبل سردار بہادر خان نے حال ہی میں ایک سوال کا
جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ ۴۹-۱۹۴۸ء میں ریلوں کے
محکمہ کو ساڑھے تین کروڑ روپیہ کے قریب فائدہ ہوا ہے اور اپریل
۱۹۴۹ء سے ۳۱ اکتوبر ۱۹۴۹ء تک تقریباً ساڑھے چار کروڑ روپیہ
کا فائدہ ہو چکا تھا۔
قاضی جی ۔" ہاں اب آئے میری گرفت میں۔ گویا اب میں نے پھانسا
جناب والا کو اپنے چنگل میں۔ یہی تو میرا داؤں تھا کہ میں خود آپ کی
زبان مبارک سے یہ بات کہلواؤں۔ کہ ریلوے کو کافی فائدہ ہوا ہے
اس کے بعد اب میرے سوال کا آپ کے پاس کیا جواب ہے کہ اس
فائدے کے باوجود یعنی اس فائدے کے باوصف آخر ہمارا تھرڈ کلاس
جوں کا توں کیوں ہے اس کی اصلاح کیوں نہیں کی جاتی۔"
سراج ۔" اس کا جواب دینے کو جی چاہتا ہے کہ ابھی آپ کو کراچی لے کر
جاؤں اور وہاں کی نمائش میں پاکستان ریلویز کا وہ اسٹال دکھاؤں
جہاں ان اصلاحوں اور ترقیوں کے ماڈل پیش کئے گئے ہیں۔"
قاضی جی ۔" مثلاً۔ ارے بھئی مثلاً۔ ظاہر ہے کہ نہ میں اس وقت کراچی جا
سکتا ہوں نہ آپ نمائش دکھا سکتے ہیں مگر ذرا معلوم تو ہوں وہ ترقیاں

اور وہ اصلاحیں کہ جن سے تھرڈ کلاس کو انسانوں کے قابل بنایا جا سکے گا۔"

سراج:۔" اس نمائش میں ایک طرف تو ۱۸۶۴ء کے وہ تھرڈ کلاس دکھائے گئے ہیں جن کو دیکھ کر شبہ ہوتا ہے۔ کہ یہ گھوڑوں کو لیجانے کی گاڑیاں ہیں۔"

قاضی جی:۔" موجودہ تھرڈ کلاسوں کو دیکھ کر کونسا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں اشرف المخلوقات کی انسانیت کا خیال رکھا گیا ہے۔"

سراج:۔" یہ صحیح ہے مگر ان ہی کے ساتھ اُن تیسرے درجے کے ڈبوں کی بھی نمائش کی گئی ہے جو اب پاکستان کی ریلوں میں چلیں گے جو نہایت آرام دہ اور صاف شفاف ہونے کے علاوہ اس اعتبار سے بھی قابل توجہ ہیں کہ ان میں پنکھے بھی لگائے گئے ہیں۔"

قاضی جی:۔" جی پنکھے؟ مار ڈالا۔ یوں ہی ریل کے سفر میں ہوا کے فراٹوں کے مارے انسان جم کر برف کا تودہ بن جاتا ہے اب رہی سہی کسر پوری کرنے کو پنکھے بھی لگا دیئے گئے ہیں۔"

بیوی:۔" توبہ ہے۔ سمجھا تو کرو۔ یہ کون کہتا ہے کہ تم جاڑوں میں بھی پنکھا چلانے پر مجبور ہوگے۔ یہ پنکھے تو گرمیوں کے لئے ہیں جب گرمی کی شدت سے تیسرے درجہ کے مسافروں کا عرق کشید ہونے لگتا ہے۔"

قاضی جی:۔" تو یہ کہیے نا کہ گرمیوں کے لئے پنکھوں کا اور جاڑوں کے لئے انگیٹھیوں کا انتظام کیا گیا ہے۔ آپ نے صرف پنکھوں کا ذکر کیا تھا جن کے نام سے اس موسم میں تھرتھری پیدا ہو جائے۔"

سراج:۔" انگیٹھیوں کا میں نے اس لئے ذکر نہیں کیا تھا کہ ان کی مجھے خود بھی خبر نہیں ہے۔"

قاضی جی۔" ہاں تو وہی بات آئی نا کہ صرف پنکھوں کا انتظام کیا گیا ہے۔
گویا مسافروں کو صرف گرمی ہی لگتی ہے سردی نہیں لگتی۔ جناب والا
طبیعت صاف ہو جاتی ہے اس موسم میں سفر کر کے۔ ارے بھئی آرام
اور آسائش کا خیال ہے تو ہر موسم میں ہونا چاہیئے۔ پنکھے لگانے
بہت اچھا کیا گرمیوں میں بڑا لطف آئے گا۔ خس کی ٹٹیاں بھی
لگ جائیں تو اور لطف آجائے۔ مگر برادرم جاڑوں کو کیوں نظر انداز
کر رہے ہو۔ اگر جاڑوں کے لئے انگیٹھیوں یا کم سے کم مسافروں
کے لئے لحافوں اور کمبلوں کا انتظام بھی کر دیا جائے تو میں کہوں گا
کہ ہاں ایک کام بھی ہوا۔

زبیدہ۔" (ہنسکر) لیجیئے۔ لحاف اور کمبل۔"
قاضی جی۔" کیا خوب۔ اس میں ہنسی کی کون سی بات ہے۔"
بیوی۔" ہنسی کی بات یہ ہے کہ اب تم کہوگے کہ چارپائی بھی ہو۔
مچھر دانی بھی ہو۔ یہ بستر اور لحاف کمبل وغیرہ تو جاڑے میں مسافر
خود ہی لے کر چلتے ہیں۔ تک کی باتوں میں ایک ایسی بےتکی بات
کہہ دیں گے جس کا نہ سر ہو نہ پیر۔"

سراج۔" اب دیکھیئے آیا کہ تیسرے درجہ کی ٹورسٹ کار کا بھی ایک
نمونہ پیش کیا گیا ہے۔"

قاضی جی۔" میاں یہ کیا واہیات ہے کہ ریلوں کا ذکر کرتے کرتے آپ کاروں
کا ذکر لے دوڑے۔ کونسی کار فرمائی ہے آپ نے۔"

سراج۔" کار کا ذکر نہیں ہے بھائی جان۔ ریل ہی کے ذکر میں ٹورسٹ کار
کا ذکر آگیا یہ ڈبے خاص طور پر سیاحت کرنے والوں یا شادی
بیاہ کی براتیں لے جانے۔ یا اعراس وغیرہ میں جانے یا کھلاڑیوں
کی ٹیمیں لے جانے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ تیسرے ہی درجہ کے

ڈبے ہیں نگران میں سامان اور رسد وغیرہ رکھنے کی گنجائش علیحدہ ہے اور باورچی خانہ بھی ہے۔"

زبیدہ۔" یہ تو ڈھائی سال کی ترقیوں کے منصوبے ہیں آگے آگے اور بھی اصلاحیں ضرور ہوں گی۔"

قاضی جی۔" خدا کرے صاحب ہم زندہ رہیں یہ اصلاحیں اور ترقیاں دیکھنے کے لئے کہ تھرڈ کلاس کو دولت خانہ بنائے ہوئے سفر کر رہے ہیں فی الحال تو ہم نے صرف یہ دیکھا ہے کہ بیگم صاحبہ تھرڈ کلاس میں سفر کر کے آرہی ہیں۔ وہ تو کہیے کہ انہوں نے خود مجھ کو تلاش کر کے پہچان لیا ورنہ میں تو اس حلیہ میں قیامت تک ان کو نہ پہچان سکتا۔ ذرا ملاحظہ ہو رُخِ روشن معلوم ہوتا ہے بھوبل سے شکر قند نکالی گئی ہے بھون کر۔"

بیوی۔" سچ مچ وہ گرد تھی راستہ میں کہ توبہ واقعی شکر قند کی مثال انہوں نے ٹھیک دی۔"

قاضی جی۔" ٹھیک تو دی مثال مگر کسی دن کھلا تو دو شکر قند۔ ارے بھئی کیا اعتبار اس زندگی مستعار کا معلوم نہیں کب وقت آجائے اور یہ حسرتیں دل کی دل ہی میں رہ جائیں۔"

زبیدہ۔" بھئی اللہ۔ نہ جانے ایسی باتیں کیوں زبان سے نکالا کرتے ہیں آپ۔"

بیوی۔" اتنے دنوں تک جلایا جو نہیں ہے تو اب یہ کمی پوری کریں کہ نہ کریں۔"

قاضی جی۔" بھئی تم زبیدہ اور سراج میاں کو قسم دے کر پوچھ لو کہ کیا عالم تھا میرا۔ ہڑک کر رہ گیا تھا میں تو۔ کھویا کھویا سا۔ کچھ عجیب ویران سا نظر آتا تھا۔ اس قدر یاد کیا ہے میں نے تم کو کہ اتنی بیویاں میری مری ہیں

مگر میں نے اتنا کسی کو یاد نہیں کیا۔"

بیوی۔ " تو کیا تم سمجھے تھے کہ میں مرگئی۔"

قاضی جی۔ " خبردار جو اس قسم کی بدشگونی کی۔ مریں تمہارے دشمن مدعی۔ خدا وہ دن مجھ کو نہ دکھائے۔ ذرا سے تمہارے سفر نے تو میری زندگی کی ہر چہل پہل ختم کر کے رکھدی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے لاوارث پھر رہا ہوں۔ بھئی تم نہ جایا کرو کہیں باہر ورنہ میں کسی دن بالکل اداس ہو کر رہ جاؤں گا۔"

سراج۔ " اچھا یہ بتایئے آپا کہ کچھ کھانے پینے کو دلوایئے گا اب یا نہیں کیا لائیں ہمارے لئے۔"

بیوی۔ " ناشتہ دان میں دیکھو ناچھی نے رس گلے بھیجے ہیں۔"

قاضی جی۔ " ایں۔؟ رس گلے۔ یعنی سب سے ضروری بات آپ سب کے آخر میں فرما رہی ہیں اور ہے کہاں وہ ناشتہ دان۔ نہیں نہیں۔ میں خود اٹھا لوں گا۔ آپ لوگ جب تک باتیں کریں۔"

بیوی۔ " توبہ ہے۔ اس میں سب کا حصہ ہے لوٹ نہ مچاؤ۔"

قاضی جی۔ " معلوم ہے مجھ کو۔ میں خود حصے لگائے دیتا ہوں۔ سب کو چکھا دوں گا رس گلے۔ آؤ بھئی سراج میاں۔ زبیدہ۔"

(قاضی جی غصّہ میں بپھرے ہوئے گھر میں آتے ہیں)

قاضی جی۔ "احمق کہیں کا۔ بازی بازی بارِیش بابا ہم بازی۔ کبوتر باز کہیں کا بٹیر باز۔"

بیوی۔ "یہ کس کی شامت آرہی ہے۔ کس کی شان میں یہ قصیدہ پڑھا جارہا ہے۔"

قاضی جی۔ "گستاخ۔ منہ پھٹ۔ بدلگام نہیں تو۔ ابھی بلواؤ سراج میاں کو۔ میں نے کہا سن رہی ہو سراج میاں کو ابھی بلواؤ۔"

بیوی۔ "سن لیا میں نے۔ بہری نہیں ہوں۔ سراج میاں گھر ہی میں موجود ہیں۔ زبیدہ بہن سے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں اس طرف۔"

قاضی جی۔ "میں تو مقدمہ چلوا دوں گا اس نامعقول پر۔"

بیوی۔ "کس پر؟ سراج میاں پر؟ ہائے اُن بیچارے نے کیا کیا۔"

قاضی جی۔" سراج میاں سے کیا مطلب۔ میں ذکر کر رہا ہوں اُن حضرت کا
کیا نام ہے اُن کا۔ اب بتا بھی چکو کیا نام ہے اُن کا۔"
بیوی۔ لو اور سُنو۔ میں بھلا کیا جانوں کس کو کہہ رہے ہو۔ ایک تو یوں
ہی حواس درست نہیں ہیں۔ اوپر سے غصہ وہی مثل کہ ایک تو کڑوا
کریلا اُوپر سے نیم چڑھا۔"
قاضی جی۔" خُدا کے واسطے چُپ رہو یہ ضرب الامثال کا وقت نہیں ہے۔
یہ کہاوتوں اور محاورہ بازیوں کا موقع نہیں ہے میرے تن بدن میں آگ
لگی ہوئی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اپنی اور اُس کی جان ایک کر دوں۔
اُسی کی ارے بھئی وہ ہے نا اُسی والی کوٹھی میں رہتا ہے۔
بیوی۔" کون حکیم صاحب تو نہیں۔"
قاضی جی۔" لاحول ولا قوۃ حکیم صاحب سے کیا مطلب۔ وہ تو کوٹھی میں رہتے
ہیں۔ اس کے شاگرد پیشہ میں وہ جو رہتا ہے بنو خاں۔ اس کا نام پوچھ
رہا ہوں تم سے۔"
بیوی۔" بنو خاں کو کہہ رہے ہو نا۔"
قاضی جی۔" ہاں ٹھیک ہے۔ اب بتایا تم نے اس کا نام۔ جانتی ہو کس حیثیت
کا آدمی ہے۔ مگر پہلے تم سراج میاں کو بلا لو۔ ٹھہرو میں خود آواز
دیتا ہوں۔ (آواز دیتے ہیں) ارے بھئی سراج میاں۔ میں نے کہا
سراج میاں۔"
سراج۔" (آتے ہوئے) حاضر ہوا بھائی صاحب۔"
بیوی۔" آئیے سراج میاں یہاں ایک اور مقدمہ کھڑا ہو گیا ہے۔ معلوم نہیں
فوجداری کر کے آئے ہیں۔ کسی سے یا کیا ہوا ہے غصہ میں آپے ہی
سے باہر ہوئے جاتے ہیں۔"
قاضی جی۔" ارے صاحب شکر کیجیے کہ آپے سے باہر ہی تو نہیں ہوا ورنہ

اُس مُچٹے" انسان نے تو وہ حرکت کی تھی کہ خون پی جاتا اس کا۔"

سراج :۔ "کس کا ذکر ہے بھائی صاحب۔ بات کیا ہوئی آخر۔"

بیوی :۔ "اللہ جانے کیا ہوا ہے۔ اس قدر آپے سے باہر ہیں۔ کہ ننھّو خاں کا خود نام لے کر مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔ کہ بتاؤ ننھّو خاں کا کیا نام ہے۔"

قاضی جی :۔ "خیر آپ خاموش رہیئے۔ میں خود بتاتا ہوں سارا واقعہ سراج میاں بات یہ ہوئی کہ رات کو میں نے دیر سے کھانا کھایا تھا۔ اور اتفاق سے کچھ زیادہ کھا گیا تھا۔ پھر کھانے کے علاوہ آم جو کھانے بیٹھا۔ تو اللہ جانے کتنے کھا گیا۔ اسلیئے کہ میرا قول یہ ہے۔ کہ آم کھا کر اگر کوئی مرجائے تو اس کو شہادت کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ قصّہ مختصر یہ کہ صبح اُٹھ کر پتہ یہ چلا کہ ہاضمہ کچھ گڑبڑ ہو گیا ہے۔"

بیوی :۔ "ہائے میرے اللہ۔ پتہ چل گیا تھا کہ پیٹ خراب ہے پھر بھی بیٹھ کر کھانا کھا لیا۔"

زبیدہ :۔ "اور آم بھی، تو کھائے اس وقت پھر۔"

قاضی جی :۔ "خیر وہ تو کھائے مگر میں ایک دوسری بات کہہ رہا ہوں کہ میں ٹہلتا ہوا حکیم صاحب کی طرف نکل گیا۔ کہ اُن سے ہاضمہ کے لیئے کوئی نسخہ لے آؤں۔ وہاں جناب وہ مل گیا ننھّو خاں۔ اماں وہی ننھّو خاں وہ کندۂ ناتراش "تانگے والا۔"

سراج :۔ "جی ہاں جی ہاں سمجھ گیا میں وہ جو حکیم صاحب کی کوٹھی کے شاگرد پیشہ میں رہتا ہے۔"

قاضی جی :۔ "جی ہاں وہی گھامڑ۔ چغد صحرائی۔ احمق دریائی۔ خدا کی شان ملاحظہ ہو کہ آپ بیٹھے ہوئے چند بڈھے طوطوں کو پڑھا رہے تھے عجیب عجیب سن رسیدہ بزرگ بیٹھے ہوئے پڑھ رہے ہیں اور پڑھا رہے ہیں میاں ننھّو خاں۔ میں نے کہا کہ کیوں بھئی یہ کیا ڈھونگ رچایا ہے تو لگا

میرے سامنے قابلیت جھاڑنے۔ میں نے سخت آڑے ہاتھوں لیا۔ کہ ایاز قدرِ خود بشناس۔ تو ترکی بہ ترکی کی طرح فارسی بہ فارسی بولا کہ بزرگی بہ عقل است نہ بہ سال۔ اور کہنے لگا۔ کہ قاضی جی دو امیر زادہ بودند در مصر یکے علم آموختے و دیگرے مال اندوختے۔ میں نے کہا کہ ابے سوختے۔ یہ کیا بکتا چلا جا رہا ہے دماغ ٹھکانے ہے کہ نہیں۔ اتنے میں حکیم صاحب نکل آئے۔ صاحب کیا اخلاق پایا ہے حکیم صاحب نے بھی"

بیوی۔ "خیر ان کے اخلاق کی تعریف بعد میں کر لینا پہلے ننو خان کا قصہ ختم کرو۔"

قاضی جی۔ "اجی ننو خاں کا قصہ تو میں کب کا ختم کر چکا ہوتا۔ مگر حکیم صاحب سے معلوم ہوا کہ ان حضرت نے وقت نکال نکال کر پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ اردو تھوڑی بہت انگریزی اور فارسی وغیرہ سب کچھ پڑھ گئے یہ حضرت اور چونکہ جن صاحب نے پڑھایا تھا ان کی شرط یہ تھی کہ پڑھنے کے بعد دوسرے بڈھے طوطوں کو بھی پڑھائیں گے لہذا اب یہ مکتب کھولے بیٹھے ہیں۔"

زبیدہ۔ "مگر اس میں آپ کے بُرا ماننے کی بات کیا تھی بھائی جان"

قاضی جی۔ "بات پوری سُنا کرو ایک تو خون یوں ہی کھول رہا ہے اوپر سے تم اس قسم کی باتیں کر کے اور بھی پاگل بنا دوگی۔ بُرا ماننے کی بات یہ تھی کہ وہ گستاخ تانگے والا خود مجھ سے کہتا ہے کہ قاضی جی اگر آپ چاہیں۔ تو آپ بھی مجھ سے انگریزی پڑھ لیا کریں۔"

بیوی۔ "بس تم کو غصہ آ گیا ہوگا کہ اُس نے تم سے یہ بات کیوں کہی۔"

قاضی جی۔ "کیا مطلب۔ یعنی یہ غصہ کی بات ہی نہ تھی آپ کے نزدیک۔ کمال ہے صاحب۔ ارے بھئی سراج میاں سُن رہے ہو۔ یعنی ایک تانگے والا جو دن بھر گھوڑا اٹخ‌تا پھرتا ہو اور ریل تے ریل تے۔ اور شاہ عالمی

لوہاری۔ بھاٹی پکارتا پھرتا ہو وہ مجھ سے کہے کہ میں اس کا شاگرد
بن جاؤں اور مجھ کو غصّہ بھی نہ آئے۔"
بیوی۔"بے شک غصّہ نہیں آنا چاہیئے علم جس سے بھی ہو اور جہاں سے
بھی ہو حاصل کرنا چاہیئے۔"
قاضی جی۔" دیکھئے سراج میاں۔ یہ ہیں خودکشی کے مقامات۔ بات یہ ہے
کہ مجھ سے ٹھہرا اُن کو للّہی بُغض قول ان کا یہ ہے کہ نگوڑا خصم دل
کا زخم اب مقابلہ خواہ کسی تانگے والے ہی سے کیوں نہ ہو مگر شوہر
کی طرفداری نہیں ہو سکتی۔"
سراج۔" یہ بات نہیں ہے بھائی صاحب۔ دیکھئے میں آپ کو پوری بات
سمجھائے دیتا ہوں آپ کو شاید معلوم نہیں ہے کہ تعلیم بالغان کی
تحریک کس حد تک کامیاب ہو چکی ہے اور یہ تجربہ کس قدر مفید
ثابت ہوا ہے اب مثلاً ننّو خان ہی کی مثال لے لیجئے کہ وہ اسی تحریک
کے زیر اثر نہ صرف خود لکھ پڑھ گیا ہے بلکہ اب وہ دوسروں کو
بھی پڑھا رہا ہے"
زبیدہ۔" سراج بھائی میں نے تو کہیں پڑھا ہے کہ مارچ کراتے میں
فوج کو اس طرح پڑھایا جاتا تھا کہ وہ مارچ بھی کرتے رہیں
اور سبق بھی پڑھتے رہیں۔"
سراج۔" جی ہاں اس کا طریقہ یہ تھا کہ کوئی فوجی دستہ مارچ کر رہا ہے۔
اب اگلی صف کے سپاہیوں کی پشت پر تختیاں لگی ہوئی ہیں جس
کو پچھلی صف والے سپاہی پڑھتے جاتے ہیں اور مارچ کرتے جاتے
ہیں۔ قوموں نے عجیب عجیب جتن کر کے اپنی جہالت دور کی ہے۔"
قاضی جی۔" اب اگر آپ لوگ مجھ خاکسار کی طرف بھی متوجہ ہو سکیں تو میں
صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر ان بڈھے طوطوں کو پڑھانے

سے فائدہ کیا ہے۔ مثلاً کوئی ادھیڑ عمر کا کسان ہے کیا آپ کا مطلب
یہ ہے کہ اس کو لکھا پڑھا کر آپ سرکاری نوکری دلوا دیں گے۔"

بیوی: "یہی تو مطلب تم غلط سمجھ رہے ہو۔ نوکری ہی حاصل کرنے کیلئے
لکھا پڑھا نہیں جاتا۔"

قاضی جی: "بھئی عجیب اوندھی کھوپڑی پائی ہے۔ ایک تو سر تمہارا چھوٹا
ہے پھر اس پر ایک ڈھیر ہے بالوں کا اور بالوں میں بنائی جاتی ہیں
ابابیلیں جن کو پف کہا جاتا ہے نتیجہ یہ کہ ان سب کے نیچے جو تھوڑا
بہت دماغ ہے وہ اور بھی دب کر چٹنی ہو جاتا ہے فرما رہی ہیں۔
کہ تعلیم نوکری کے لئے نہیں ہوتی تو کیا گلی ڈنڈا کھیلنے اور ڈنڑ پیلنے
کے لئے ہوتی ہے گویا کسی کو کتے نے کاٹا ہے کہ وہ یوں ہی خواہ مخواہ
تعلیم حاصل کرتا پھرے۔"

سراج: "بھائی صاحب میں عرض کرتا ہوں میری بات سنیئے۔ تعلیم کا واقعی
ملازمت سے کوئی تعلق نہیں ہے تعلیم حاصل کی جاتی ہے معلومات
حاصل کرنے کیلئے دنیا کو سمجھنے کے لئے اپنے آپ کو پہچاننے کے
لئے اور تعلیم حاصل کرنے والا پھر خواہ کوئی بھی کام کرے اپنے تعلیم یافتہ
ہونے کے فوائد حاصل کر سکتا ہے۔"

قاضی جی: "ٹھہریئے ٹھہریئے بندہ نواز۔ ذرا مجھ کو سمجھ لینے دیجئے۔ مثلاً
شبراتی کو لے لیجئے۔ ارے بھئی میں نے کہا سنتی ہو۔ شبراتی کے
یہاں پھر لڑکی پیدا ہوئی ہے صاحب عجیب خدا کی شان ہے کہ اب جو
لڑکیاں پیدا ہونا شروع ہوئی ہیں۔ تو یہ کوئی آٹھویں لڑکی ہوگی۔
علی الحساب۔ ہر سائز اور ہر ڈیزائن کی صاحبزادیاں موجود ہیں اس
غریب کے یہاں!"

زبیدہ: "وہ تو خیر ہیں مگر آپ تو شبراتی کے متعلق شاید کوئی اور بات

کہہ رہے تھے۔

قاضی جی۔" اور میں کیا بات کہتا۔ کونسے شبراتی میرے عزیز یا دوست یا ہمعصر ہیں کہ میں ان کے متعلق باتیں کرتا پھروں وہ ایک معمولی کسان ہاں ٹھیک ہے سراج میاں میں یہ عرض کر رہا تھا کہ مثلاً شبراتی ـــــ ہے وہ بیچارہ کسان آدمی۔ اس کو اگر آپ لکھا پڑھا دیں تو وہ بھلا کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔"

بیوی۔" وہ فائدہ یہ اٹھا سکتا ہے کہ لکھ پڑھ کر سائنٹیفک طریقہ پر کاشت کرے گا اندھا جوا نہ کھیلے گا۔ بلکہ سمجھ بوجھ کر فصل صحیح طریقہ پر بوئے گا۔ اور اپنے بونے اور جوتنے کے طریقوں میں نت نئی اصلاحیں کرے گا ـــــ"

قاضی جی۔" اللہ اکبر معلوم ہوتا ہے کہ فن زراعت کی کوئی بہت بڑی محققہ بحث کر رہی ہے۔ اب بھلا کس کو یقین آسکتا ہے کہ یہ مجھ ایسے معمولی آدمی کی بیوی ہو سکتی ہیں بخدا اگر کسی سے کہوں بھی کہ یہ میری بیوی ہیں تو وہ آئینہ دکھا دے گا۔ مجھے کہ یہ منہ اور مسور کی دال کوئی پوچھے ان مسور کی دال صاحبہ سے کہ آپ کو فن زراعت میں یہ کہاں کا ملکہ حاصل ہو گیا۔"

زبیدہ۔" اس میں زراعت کی تو کوئی بات ہی نہ تھی۔"

قاضی جی۔" لیجئے یک نہ شد دو شد زراعت کو کھیتی باڑی اور کھیتی باڑی کو زراعت نہیں تو کیا طبابت یا خطابت کہتے ہیں۔ چہ خوش"

بیوی۔" بات تو سمجھا کر و اپنی ہی ہانکے چلے جاتے ہیں۔ ان کا مطلب اور میرا مطلب یہ ہے کہ زراعت ہو یا کوئی فن ہو اس سے بحث نہیں بلکہ بات تو صرف یہ کہی جا رہی ہے کہ پڑھا لکھا آدمی اپنے ہر مشغلہ میں سوجھ بوجھ دکھا سکتا ہے۔"

سراج :۔ دیکھئے بھائی صاحب اب میں آپ کو سمجھاؤں کہ مثلاً شبراتی ہے۔
وہ سوائے کھیتی باڑی کے اور کوئی کام نہیں جانتا زندگی گذار دی
ہے۔ اس نے اسی کام میں مگر جاہل ہونے کی وجہ سے اُسے یہ
نہیں معلوم کہ کھیتی باڑی کے فن نے کتنی ترقی کرلی ہے اور زمین سے
سونا کیونکر اُگلوایا جا سکتا ہے۔ اگر وہ پڑھا لکھا ہوتا تو ۔۔۔"
قاضی جی :۔ "تو وہ کھیتی باڑی ہی کیوں کرتا تھا نیداری کیوں نہ کرتا تحصیلداری
کیوں نہ کرتا۔ اہلکاری کیوں نہ کرتا جی ۔۔۔ میں نے کہا جی ۔ ارے
بھئی اگر وہ پڑھا لکھا ہوتا تو تخم ریزی کیوں کرتا میز کرسی پر بیٹھ کر
عرق ریزی کیوں نہ کرتا۔ ڈپٹی صاحب کیوں نہ ہوتا۔ ارے بھئی
سراج میاں وہ ہمارے ڈپٹی وہاج کہاں گئے۔ صاحب کیا خوبصورت
جوان تھا اور کیسا ہنس مکھ انسان ۔ سنا تھا کہ گھوڑے سے گر کر
ٹانگ توڑ لی ۔"
بیوی :۔ "خدا ہی ہے جو تمہاری سمجھ میں کوئی بات آسکے ۔ ذکر ہو رہا ہے شبراتی
کا یاد آ گئے ڈپٹی وہاج اور ان کا گھوڑے سے گرنا۔"
قاضی جی :۔ "بھئی تو میں کیا کروں مروّت والا آدمی ہوں احباب کو بھول نہیں
سکتا۔ چاہے تم کچھ بھی کہو رہ گیا یہ سمجھنا بوجھنا اس کے متعلق
میرا یہ قول ہے کہ لعنت ہے اُس سُوجھ بُوجھ پر جو بیوی کی سمجھائی
ہوئی سمجھ میں آئے ۔"
بیوی :۔ "بس اسی کا نام جہالت ہے ۔ جہالت ناواقفیت کو نہیں کہتے ہیں۔
بلکہ ناواقفیت پر اڑ جانے کو کہتے ہیں ۔"
قاضی جی :۔ "خیر میں اڑیل ٹٹو ہی سہی مگر میرے لئے یہ ناممکن ہے کہ میں
نبوّ خاں سے بیٹھ کر سبق پڑھوں۔ کیوں جناب میں نے کہا مولانا
سراج ذرا یہ تو فرمائیے کہ یہ حضرت یعنی نبوّ خاں تانگے والے کو لکھنے

پڑھنے سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔"

زبیدہ۔ "اس کو یہ فائدہ پہنچے گا۔ بھائی جان کہ۔"

قاضی جی۔ "تم چپ رہو جی۔ نہ جناب نے نبو خاں کی صورت دیکھی نہ شکل اور چلی ہیں۔ اس کی طرفداری کرنے شوہر کے مقابلہ میں تمہارا تو حال یہ ہے کہ جیئے ساری خدائی مرے میرا بھائی۔"

زبیدہ۔ "دور پار۔ اللہ نہ کرے میں یہ چاہوں۔ میں تو ایک بات کہہ رہی تھی دنیا کی۔"

قاضی جی۔ "وہی ایک بات میں سننا نہیں چاہتا۔ تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں اس خاندان سے ہوں کہ ایک مرتبہ میرے لئے ماسٹر کی ضرورت ہوئی ہر طرف ڈھونڈھا گیا ماسٹر مگر نہ ملنا تھا نہ ملا۔ جو ملتے تھے ان میں سے زیادہ تر وہ لوگ تھے جن کے یہاں کوئی نہ کوئی خاندانی نی ہوتی تھی۔ بمشکل ایک ماسٹر صاحب ملے مگر چند ہی دنوں کے بعد پتہ چلا کہ ان کے بزرگوں میں کوئی صاحب مداری رہ چکے ہیں۔ لہذا ان کا قصہ بھی ختم کر دیا گیا —— اس زمانے میں نجیب الطرفین ڈھنگ کے لڑکے تو ملتے ہی نہیں۔"

بیوی۔ "ڈھنگ کے لڑکے؛ بھلا لڑکوں کا کیا ذکر تھا یہاں مٹھن لیے ہیں آپ سراج میاں یہ ہے دماغ کا عالم ماسٹر کا ذکر ہے اور باتیں وہ کر رہے ہیں جیسے کسی کی شادی ٹھہر رہی ہے۔"

قاضی جی۔ "میں اس کو شادی سے زیادہ ضروری سمجھتا ہوں کہ آدمی یا تو پڑھے نہیں اور اگر پڑھے تو کسی اپنے ہم پلہ شریف سے تو پڑھے اب اگر میں نبو خان سے پڑھنے بیٹھ جاؤں اور وہ پڑھائیں مجھ کو الف سے ایک سواری۔ بے سے بیچ موڑ توں۔ پے سے پیچھے جو گھوڑا کھاتا ہے۔ تے سے تیری خیر ہو ٹے سے ٹخ ٹخ ٹخ۔ وغیرہ تو بتایئے

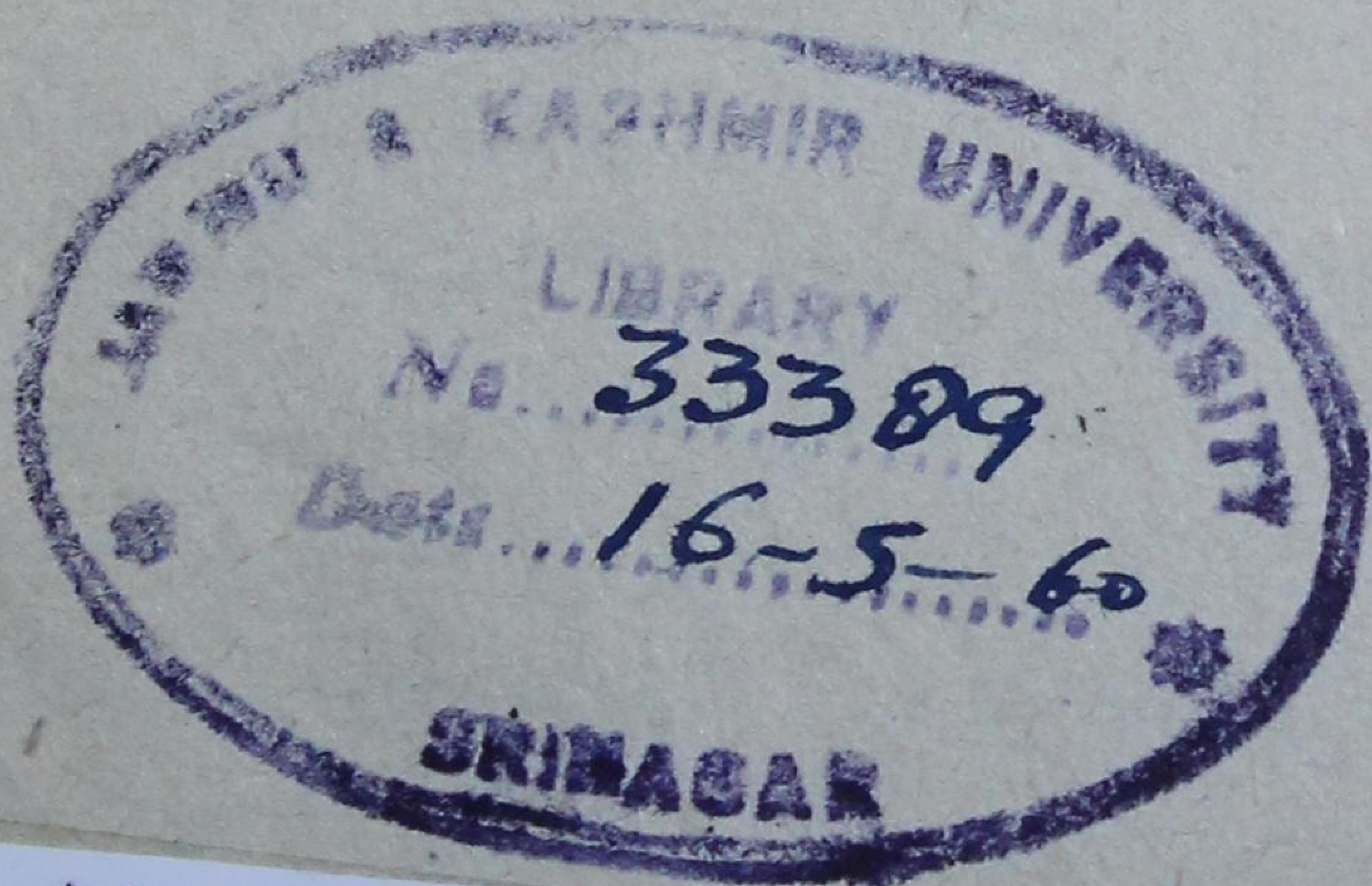
میں کیا کروں گا۔"

سراج :- "تو نہ پڑھیئے نبو خان سے پڑھنے کا شوق شروع ہے میں پڑھا دیا کروں گا آپ کو انگریزی۔"

قاضی جی :- "اب قبر کے کنارے بیٹھ کر پڑھوں انگریزی اور وہ بھی آپ کے ایسے برخورداروں اور سعادتمندوں سے ؟"

بیوی :- "یہ سب بہانہ بازی ہے صاف کہو کہ شوق ہی نہیں ہے ورنہ علم کی نہ کوئی عمر ہوتی ہے نہ کوئی قید۔ ہر عمر میں ہر جگہ سے علم حاصل کرنا چاہیئے۔"

قاضی جی :- "بہرحال میں نہیں چاہتا کہ میرا انگریزی میں دم نکلے۔ آپ لوگ معاف کریں مجھ کو۔ بخشیں بی بلی چوہا لنڈورا ہی بھلا۔ ارے بھئی ذرا دیکھو تو سہی چوہے دان میں کوئی چوہا آیا بھی یا نہیں۔"







A very vague stroke.
Just wastage of time
and nothing else.